مرغوب المسائل، ج:۱

متفرق موضوعات پر مفید اور کار آمد درج ذیل: ۱۴/ رسائل اور ایک مقالہ کا عمدہ مجموعہ:

بیت الخلاء میں ذکر	مسجد کی صفائی	مسجد میں بچوں کو لانا
فرض نماز کے بعد اعلان	اشکالات اور ان کے جوابات	شفق غائب نہ ہونے والی رات میں
مسبوق کے مسائل	تہجد کی جماعت	پیر اور جمعہ کے دن کی موت
رویت ہلال	تراویح کی اجرت	تراویح کے حفاظ کے انتخاب
دوسری منزل میں اعتکاف	گھر میں اعتکاف کرنا	کرونا وائرس: چند سوالات

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

اجمالی فہرست رسائل

۱	بیت الخلاء میں ذکر........................	۲۷
۲	مسجد کی صفائی........................	۵۰
۳	مسجد میں بچوں کو لانا........................	۷۷
۴	شفق غائب نہ ہونے والی رات میں مغرب وعشاء کو جمع کرنا	۹۵
۵	فرض نماز کے بعد اعلان کا حکم........................	۱۳۵
۶	اشکالات اور ان کے جوابات........................	۱۵۹
۷	مسبوق کے مسائل........................	۱۸۶
۸	تہجد کی جماعت........................	۲۱۶
۹	پیر اور جمعہ کے دن کی موت........................	۲۴۸
۱۰	رویت ہلال........................	۲۶۰
مقالہ	کرونا کی وجہ سے مردوں کا گھر میں اعتکاف کرنا..........	۳۰۸
۱۱	دوسری منزل میں اعتکاف........................	۳۱۹
۱۲	تراویح کی اجرت........................	۳۳۹
۱۳	تراویح پڑھانے کے لئے حفاظ کے انتخاب کا حقدار کون؟	۳۸۵
۱۴	کرونا وائرس: چند سوالات اور ان کے جوابات..........	۳۹۵

فہرست رسالہ ’’بیت الخلاء میں ذکر‘‘

مقدمہ........................	۲۸
فقہاء کے مستنبط چند مسائل........................	۲۹
بیت الخلاء میں اذان کا جواب دینا مناسب نہیں........................	۳۰
اللہ تعالیٰ کے نام کو نجاستوں سے دور رکھنا اموروا جبہ میں سے ہے........................	۳۰
اللہ تعالیٰ کے نام والے بستر کو بچھانا اور اس پر بیٹھنا مکروہ ہے........................	۳۱
جس ٹوپی پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہو اس کو بیت الخلاء میں لے جانا مکروہ ہے.....	۳۱
صاف غسل خانہ میں بوقت وضو ادعیہ اور بسم اللہ وغیرہ پڑھ سکتے ہیں........................	۳۱
حالت غسل میں ذکر اور بات چیت کی ممانعت........................	۳۲
تعویذ کے ساتھ بیت الخلاء جانا........................	۳۲
چند فقہی عبارتیں........................	۳۳
بیت الخلاء میں ذکر کے عدم جواز کی روایتیں........................	۳۵
آپ ﷺ بیت الخلاء جاتے تو انگوٹھی باہر رکھ دیتے........................	۳۵
بیت الخلاء میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی ممانعت........................	۳۶
بیت الخلاء میں چھینکنے والے کے لئے الحمد للہ کہنے کا عدم جواز........................	۳۷
حمام میں قرائت کی ممانعت........................	۳۷
حمام میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی ممانعت........................	۳۸
حمام میں تلاوتِ قرآن کریم کی ممانعت........................	۳۹
آپ ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہونے کے وقت یہ دعا پڑھتے........................	۳۹

آپ ﷺ بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد دعا پڑھتے	۴۰
بیت الخلاء میں ستر کھولے ہوئی حالت میں بات چیت کی ممانعت	۴۰
آپ ﷺ نے پیشاب کرتے وقت سلام کا جواب نہ دیا	۴۰
جب کوئی بیت الخلاء جائے تو وہ قبلہ کی طرف رخ نہ کرے اور نہ پیٹھ	۴۱
بیت الخلاء میں ذکر کے جواز کی روایتیں	۴۲
اللہ تعالیٰ کے نام کی لکھی ہوئی انگوٹھی بیت الخلاء میں لے جانے میں حرج نہیں.	۴۲
بیت الخلاء میں چھینکنے والے کے لئے الحمد للہ کہنے کا جواز	۴۴
’’فتاوی دار العلوم زکریا‘‘ کا فتوی	۴۶
ڈھکن دار بیت الخلاء میں دعا پڑھنے کی قرآن وحدیث سے دلیل	۴۶

فہرست رسالہ ''مسجد کی صفائی''

عرض مرتب....................................	۵۱
آداب مسجد کی بنیادیں....................................	۵۳
مسجد کی صفائی کا حکم قرآن کریم سے....................................	۵۵
مسجد کی صفائی کا حکم اوراس کے فضائل....................................	۵۷
ہر محلّہ میں مسجد بنانے اوراس کوصاف رکھنے کا حکم....................................	۵۷
آپ ﷺ کا مسجد سے بلغم کو اپنے ہاتھ مبارک سے کھرچنا....................................	۵۷
آپ ﷺ کا بنفس نفیس مسجد کی صفائی فرمانا....................................	۵۷
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مسجد کو جھاڑو دینا....................................	۵۸
حضرت شعبی رحمہ اللہ کا مسجد کی صفائی کرنا....................................	۵۸
حضرت سالم رحمہ اللہ کا مسجد میں جھاڑو دینا....................................	۵۹
مسجد سے گندگی دور کرنے پر جنت میں گھر کا وعدہ....................................	۵۹
آپ ﷺ کو مسجد کی صفائی کا اجر دکھلایا گیا....................................	۵۹
مسجد سے کوڑا کرکٹ نکالنا حورعین کا مہر ہے....................................	۶۰
آپ ﷺ کا مسجد کی صفائی کرنے والے کی قبر پر نماز پڑھنا....................................	۶۱
مسجد میں گندگی پھیلانے پر وعید....................................	۶۳
مسجد میں تھوکنے پر سخت وعید....................................	۶۳
آپ ﷺ کی مسجد میں گندگی دیکھ کر شدید ناراضگی....................................	۶۳
آپ ﷺ کا مسجد میں گندگی دیکھ کر غصہ سے چہرہ سرخ ہوجانا....................................	۶۳

مسجد میں تھوکنا گناہ ہے..............	۶۴
مسجد میں کھٹمل مارنے کی ممانعت..............	۶۴
مسجد میں مسواک کرنے اور ناخن تراشنے کی کراہت..............	۶۵
مساجد کی صفائی کے خاطر بچوں کو مسجد لانے کی ممانعت..............	۶۶
مساجد کی صفائی کے خاطر دروازوں پر طہارت خانے بنوانے کا حکم..............	۶۶
بدبودار چیزیں کھا کر مسجد جانے کی ممانعت..............	۶۸
لہسن اور پیاز کھانے والوں کو آپ ﷺ مسجد سے باہر نکال دیتے..............	۶۹
حائضہ کے لئے مسجد جانے کی ممانعت..............	۷۰
پاک جگہ پر جوتے اتارنے کا حکم..............	۷۳
حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کے نعلین مردہ گدھی کے اون کی تھے..............	۷۵
قبرستان میں جوتے اتارنے کا حکم..............	۷۶

فہرست رسالہ ’’مسجد میں بچوں کو لانا‘‘

عرض مرتب	۷۸
نابالغ کی تین قسمیں ہیں اوران کومسجد میں لانے کے احکام	۷۸
اعلان ’’چھوٹے بچوں کومسجد میں نہ لایا جائے‘‘ لگانا درست ہے	۷۹
چھوٹے بچوں کومسجد میں لانے کے نقصانات	۷۹
آداب مسجد کی بنیادیں	۸۰
مساجد میں بچوں کولانے کی ممانعت	۸۱
اسلاف بچوں کوصف سے نکال دیتے	۸۱
حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بچوں کومتفرق کردیتے	۸۲
سات سال کی عمر میں بچوں کونماز کاحکم کرو	۸۲
مسجد میں شورکرنے کی ممانعت	۸۴
مسجد میں شورکرنے پر سرخ آندھی، مسخ اورخسف کی وعید	۸۶
نکاح میں شورکیاجائے تو مسجد میں نکاح کرنامکروہ ہے	۸۸
مسجد کے پانی کااسراف کرنا	۸۹
مسجد کی صفائی کاحکم اوراس کے فضائل	۹۱
مسجد میں گندگی پھیلانے پروعید	۹۲
بدبودار چیزیں کھاکرمسجد جانے کی ممانعت	۹۳
لہسن اور پیاز کھانے والوں کوآپ ﷺ مسجد سے باہر نکال دیتے	۹۴
حائضہ کے لئے مسجد جانے کی ممانعت	۹۴

فہرست ''شفق غائب نہ ہونے والی رات میں مغرب وعشاء کو جمع کرنا''

عرض مرتب	۹۶
قبل عشاء نیند آجانے کا خوف ہو تو شفق سے پہلے عشاء پڑھ لے	۹۸
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت قاسم اور حضرت سالم رحمہما اللہ کا شفق سے قبل نماز عشاء پڑھنا	۹۸
عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا نیند کے غلبہ پر وقت سے پہلے عشاء پڑھنا	۹۹
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عطاء رحمہ اللہ کا شفق سے قبل عشاء پڑھنا	۹۹
حضرت طاؤس رحمہ اللہ کا شفق سے قبل عشاء پڑھنا	۱۰۰
شفق سے مراد شفق احمر ہے	۱۰۱
آپ ﷺ کا شفق غائب ہونے سے پہلے نماز عشاء پڑھنا	۱۰۲
بارانی رات میں اسلاف کا شفق سے پہلے عشاء کی نماز پڑھنا	۱۰۴
ابن عمر، قاسم اور سالم رضی اللہ عنہم کا شفق سے قبل نماز عشاء پڑھنا	۱۰۴
حضرات: ابان، عروہ بن زبیر، سعید بن مسیّب، ابوبکر، اور ابوسلمہ رحمہم اللہ بارانی رات میں مغرب اور عشاء کو جمع کرتے	۱۰۵
سعید بن مسیّب رحمہ اللہ بارانی رات میں مغرب اور عشاء کو جمع کرتے	۱۰۵
ابوبکر بن محمد رحمہ اللہ بارانی رات میں مغرب اور عشاء کو جمع کرنا	۱۰۶
بوقت ضرورت جمع بین الصلوتین اور اکابر حنفیہ کی آراء	۱۰۷
ضرورت کی بناء پر عدول	۱۱۱
تلفیق کی تعریف اور اس کا حکم	۱۱۳

خاتمہ: جمع تقدیم وجمع تاخیراور مطلق جمع کی روایتیں..................	۱۱۴
جمع تقدیم کی روایتیں..................	۱۱۴
جمع تاخیر کی روایتیں..................	۱۱۶
مطلق جمع کرنے کی روایتیں..................	۱۱۹
جمع بین الصلوتین کے بارے میں ائمہ کے مسالک اوران کی شرطیں..................	۱۲۳
ضروری نوٹ...... یہ جمع بین الصلوتین نہیں..................	۱۲۴
عشاء وقت سے پہلے پڑھی جارہی ہے، یہ مسئلہ قابل غور ہے..................	۱۲۴
دین میں آسانی ہے تنگی نہیں..................	۱۲۶
خلاصۂ کلام، اوراس عمل پراکابر کی تائیدات..................	۱۲۸
اہل بلغارحرج کی راتوں میں مغرب کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے تھے.......	۱۲۸
مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری رحمہ اللہ کا فتوی..................	۱۲۹
ان راتوں میں مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ کا عشاء کوجلدی پڑھنا..................	۱۲۹
''المجلس الاروبی للافتاء والبحوث'' کا فیصلہ..................	۱۲۹
مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی مدظلہ کی رائے..................	۱۳۰
مفتی زبیر بٹ صاحب مدظلہ کا عمل..................	۱۳۰
شیخ عبداللہ بن یوسف **الجُدَیع** حفظہ اللہ کی رائے..................	۱۳۱
ائمہ احناف نے تقدیر کی وضاحت نہیں کی..................	۱۳۲
بعض اہل علم کا اشکال کہ عشاء کوتاخیر سے پڑھنے میں احتیاط ہے..................	۱۳۲
شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ کا لوگوں کوشفق غائب ہونے سے پہلے عشاء پڑھنے کا منع نہ فرمانا..................	۱۳۳

فہرست رسالہ ''فرض نماز کے بعد اعلان کا حکم''

پیش لفظ.....................................	۱۳۶
﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ ، الخ ﴾ میں اعلان کر کے کسی کو تکلیف دینا بھی شامل ہے....	۱۳۷
قرآن کا اونچی آواز سے پڑھنا مصلیوں کے لئے تکلیف کا باعث ہے........	۱۳۸
مسجد میں کسی کو تکلیف پہنچانا فرشتوں کی دعا سے محرومی کا باعث..............	۱۳۸
تکلیف سے بچانے کی خاطر بدبودار چیز کھا کر مسجد میں آنے کی ممانعت......	۱۳۹
لہسن اور پیاز کھانے والوں کو آپ ﷺ مسجد سے باہر نکال دیتے...........	۱۴۰
بیمار کے لئے جماعت چھوڑنے کی اجازت............................	۱۴۱
آپ ﷺ کا بچوں اور مجنون سے مساجد کو بچانے کا حکم..................	۱۴۲
مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کا مسئلہ..............................	۱۴۳
مسجد میں سلام کا ثبوت..	۱۴۳
نمازی کو تکلیف سے بچانے کے لئے سجدہ میں کہنیوں کو نہ پھیلانے کا حکم......	۱۴۷
مسبوق کا فوت شدہ رکعت میں جہر کرنا..............................	۱۴۸
مسبوق کو تکلیف نہ ہو اس لئے نماز کے بعد جہری دعا سے منع فرمایا...........	۱۴۹
نمازی کو تکلیف سے بچانے کے لئے امام کو حکم ہے کہ نماز مختصر پڑھائے.......	۱۵۲
چند روایات سے اشکال ان کے جوابات..............................	۱۵۴
نماز کے بعد دعاؤں کی احادیث سے شبہ............................	۱۵۷

فہرست رسالہ ''اشکالات اوران کے جوابات''

عرض مرتب................................	۱۶۰
ہمارے اعلانات کوتو فضولیات تک میں شمار کیا جاسکتا ہے..................	۱۶۱
مسافر کے سلسلے کی روایات آپ کے مدعی کے ساتھ بالکل منطبق نہیں.........	۱۶۲
آپ کے نقل کردہ شاذ واقعات میں تاویل کی گنجائش ہے...................	۱۶۳
فجر کے بعد کی روایت میں تسبیح سے فراغت کا احتمال ہے.......................	۱۶۴
بعد فجر خواب کی معلومات والی روایات میں بھی تسبیح سے فراغت کا احتمال ہے.	۱۶۵
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت والی روایت بھی سنت کے بعد کی ہو.........	۱۶۸
آپ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا مسجد میں سنن ونوافل پڑھنا ثابت ہے...	۱۶۹
آپ کا حضرت مہلب رحمہ اللہ کی عبارت نقل کرنا بے موقع ہے...................	۱۷۱
پابندی لگانا بالکل مناسب نہیں، پابندی لگانا بالکل ضروری ہے..................	۱۷۲
بہتر شخص وہ ہے اگر اس سے بے پروائی کی جائے تو اپنے کو بے نیاز کرلے....	۱۷۴
''محمود الفتاوی''اور''فتاوی بسم اللہ''کے چند اقتباسات........................	۱۷۸
مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری مدظلہ کا ارشاد اور راقم کی رائے...........	۱۸۱
تتمہ......مزید کچھ اکابر کے فتاوی (۱): کتابی تعلیم میں مسبوق حضرات کا خیال	۱۸۳
(۲)......حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا فتوی....................	۱۸۴
(۳)......حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہم کا فتوی......................	۱۸۴
(۴)......حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب مدظلہم کا فتوی..........	۱۸۴
(۵)......حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی مدظلہم کا فتوی.........	۱۸۵

فہرست رسالہ ''مسبوق کے مسائل''

مسبوق کی تعریف........................	۱۸۷
مسبوق منفرد کے حکم میں ہے........................	۱۸۸
مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی رکعت پہلے نہ پڑھے........................	۱۸۸
مسبوق اپنی فوت شدہ رکعتیں کس طرح ادا کرے........................	۱۸۸
مسبوق کا امام کے سلام سے پہلے کھڑے ہونا جائز نہیں........................	۱۹۰
مسبوق کا امام کے سلام سے پہلے عذر کی وجہ سے کھڑے ہونا جائز ہے........	۱۹۰
مسبوق کا امام کے بقدر تشہد بیٹھنے سے پہلے کھڑا ہونے کا ایک مسئلہ........	۱۹۱
مسبوق امام کے سلام سے پہلے کھڑے ہوکر اپنی بقیہ رکعتیں پوری کرے تو؟..	۱۹۲
مسبوق کب کھڑا ہو؟........................	۱۹۲
مسبوق تشہد کے بعد کیا کرے؟........................	۱۹۲
مسبوق کا بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیر دینا........................	۱۹۴
مسبوق کا عمداً یا جہالۃً امام کے ساتھ سلام پھیر دینا........................	۱۹۵
مسبوق امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے گا........................	۱۹۵
امام کے سجدۂ تلاوت نہ کرنے کی صورت میں مسبوق کا حکم........................	۱۹۶
امام کے سجدۂ نماز نہ کرنے کی صورت میں مسبوق کا حکم........................	۱۹۶
مسبوق سلام، تکبیرات تشریق اور لبیک میں امام کی متابعت نہ کرے........	۱۹۷
امام کے سہو کے گمان پر مسبوق کی شرکت کا مسئلہ........................	۱۹۷
مسبوق کا دوسرے مسبوق کو دیکھ کر رکعت پوری کرنا........................	۱۹۸

امام پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہوتو مسبوق کیا کرے؟	۱۹۸
مسبوق چار مسئلوں میں منفرد کے حکم میں نہیں ہے	۱۹۹
مسبوق تکبیر تحریمہ کہتا ہوا سجدہ میں جائے تو؟	۲۰۰
مسبوق کے تکبیر تحریمہ کہتے ہی امام نے سلام پھیر دیا تو؟	۲۰۰
امام کے سجدۂ سہو کے بعد مسبوق کی شرکت	۲۰۰
امام کے سلام پھیرتے وقت مسبوق نے تحریمہ کہی تو اقتدا کا حکم	۲۰۱
مسبوق قعدۂ اولی میں شریک ہوتو تشہد پڑھے	۲۰۱
مسبوق نے قعدۂ اولی میں شریک ہوکر تشہد نہ پڑھا تو؟	۲۰۱
مسبوق امام کے سلام کے بعد تکبیر کہتا ہوا کھڑا ہو	۲۰۲
جہری نماز میں مسبوق ثناء کب پڑھے؟	۲۰۲
مسبوق چھوٹی ہوئی رکعت میں جو سورت چاہے پڑھ سکتا ہے	۲۰۲
مسبوق کا فوت شدہ رکعات میں جہر کرنا	۲۰۳
مسبوق کے لئے تکبیر تشریق جہراً پڑھنا ضروری نہیں	۲۰۳
مسبوق کی بقیہ نماز میں سجدۂ سہو کا حکم	۲۰۳
امام کے نماز کے اعادہ سے مسبوق پر بھی اعادہ لازم ہے	۱۰۳
ترک واجب کے سبب اعادۂ نماز میں مسبوق کیا کرے؟	۲۰۳
امام نماز کے بعد مسبوق کی طرف منہ ہوتا ہوتو کیا کرے؟	۲۰۴
مقیم مسبوق مسافر کے پیچھے کس طرح نماز پوری کرے؟	۲۰۴
مسبوق پر دعائے قنوت کس رکعت میں واجب ہے؟	۲۰۵

نماز عید میں مسبوق کے مسائل..	۲۰۵
نماز جنازہ میں مسبوق کے مسائل..	۲۰۶
مسبوق کونائب بنانا..	۲۰۹
امام کاسترہ کافی ہے..	۲۱۱
مسبوق کے آگے سے گذرنا جائز ہے..	۲۱۱
مسبوق کوتکلیف نہ ہواس لئے نماز کے بعد جہری دعا سے منع فرمایا............	۲۱۲
مسبوق کوتکلیف ہوتو دینی کتاب نہ سنائی جائے..	۲۱۴
مسبوق دوڑکرنماز میں شامل نہ ہو..	۲۱۴

فہرست رسالہ ''تہجد کی جماعت''

تداعی کے ساتھ نفل نماز کی جماعت مکروہ ہے........................	۲۱۹
کراہت سے مراد تحریمی یا تنزیہی؟........................	۲۲۰
تداعی کی تعریف........................	۲۲۱
حرمین شریفین میں تہجد کی جماعت میں حنفی کی شرکت........................	۲۲۴
قاضی مجاہد الاسلام صاحب رحمہ اللہ کا فتوی........................	۲۲۴
رسالہ کا خلاصہ........................	۲۲۶
آپ ﷺ کا حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر نفل جماعت سے پڑھانا..	۲۲۷
آپ ﷺ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نفل میں جماعت..........	۲۲۷
آپ ﷺ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی نفل کی جماعت............	۲۲۸
آپ ﷺ کا حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کے گھر نفل کی جماعت فرمانا.......	۲۲۹
حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا نفل میں آپ ﷺ کی اقتداء کرنا............	۲۳۰
حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کا نفل کی جماعت کرنا........................	۲۳۲
حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نفلوں کی امامت کرایا کرتے تھے........................	۲۳۵
حضرت عبد الرحمٰن بن اسود رحمہ اللہ کا نفل نماز کی جماعت کرنا........................	۲۳۵
حضرت مدنی کے نفل کی جماعت کرنے پر مولانا خیر محمد صاحب کا جواب......	۲۳۶
آپ ﷺ کا معراج میں نفل نماز جماعت سے پڑھانا........................	۲۳۹
خاتمہ.....حضرت مدنی رحمہ اللہ کا فتوی........................	۲۴۱
حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا نفل کی جماعت میں گیارہ رکعتیں پڑھانا.........	۲۴۴
اسلاف کا نفل کی جماعت میں آٹھ یا بارہ رکعتیں پڑھنا........................	۲۴۴

فہرست رسالہ ''پیراور جمعہ کے دن کی موت''

آپ ﷺ کی ولادت، اور قرآن کا نزول پیر کے دن ہوا....................	۲۴۹
آپ ﷺ کو پیر کے دن نبوت عطا کی گئی....................	۲۴۹
آپ ﷺ کی ولادت، وفات، نبوت، ہجرت پیر کے دن ہوئی....................	۲۴۹
آپ ﷺ کی ولادت، وفات، ہجرت اور بدر کی فتح پیر کے دن ہوئی....................	۲۵۰
امام بخاری رحمہ اللہ کا پیر کی موت پر باب قائم فرمانا....................	۲۵۱
آپ ﷺ پیر اور جمعرات کو روزے رکھتے تھے....................	۲۵۲
حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم پیر اور جمعرات کو روزے رکھتے تھے....................	۲۵۳
اللہ تعالی کی بارگاہ میں اعمال پیر اور جمعرات کو پیش کئے جاتے ہیں....................	۲۵۳
اللہ تعالی نے پیر کے دن زمین کو بنایا (وفی روایۃ) درختوں کو پیدا کیا....................	۲۵۴
جمعہ کے دن موت کے فضائل....................	۲۵۶
جمعہ کے دن فوت ہونے والا قبر کے فتنے سے محفوظ رہے گا....................	۲۵۶
جمعہ کے دن فوت ہونے والا قبر کے عذاب سے محفوظ رہے گا....................	۲۵۶
جمعہ کے دن فوت ہونے والے کے لئے شہداء کی مہر ہوگی....................	۲۵۶
جمعہ کے دن فوت ہونے پر ایمان کی مہر لگا دی جاتی ہے....................	۲۵۷
جمعہ کے دن فوت ہونے والے کو شہید کا ثواب ملے گا....................	۲۵۷
جمعہ کے دن فوت ہونے والے کا حساب نہ ہوگا....................	۲۵۸
رمضان میں موت کی فضیلت....................	۲۵۹

فہرست رسالہ ''رؤیت ہلال''

مقدمہ	۲۶۱
ہلال اور رؤیت کی تعریف	۲۶۲
اس دور میں گواہی کو قبول کرنے میں پوری احتیاط برتنی چاہئے	۲۶۲
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رؤیت کی گواہی دینے والے کو ابرو دھونے کا حکم	۲۶۳
قاضی ایاس بن معاویہ رحمہ اللہ کی رؤیت کی گواہی پر حکیمانہ تدبیر	۲۶۳
حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا گواہی کو رد کرنا اور گواہوں کو سزا دینا	۲۶۴
ایک جماعت کی شہادت کے باوجود علامہ نجم الدین کا عدم عید کا فیصلہ	۲۶۵
گواہوں پر جرح کرنا چاہئے اور اسلاف سے اس کا ثبوت	۲۶۶
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سینکڑوں کی گواہی کو رد کرنا	۲۶۶
حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ کا اکتیسواں روزہ رکھنا	۲۶۷
بادشاہ کے اعلان پر امام الحرمین رحمہ اللہ کا عید نہ کرنا	۲۶۸
حکومت کے اعلان پر اکابر علماء دیوبند کا عید نہ کرنا	۲۶۹
اکا دکا آدمی کی شہادت پر اعتماد کرنا لاکھوں انسانوں کو اندھا فرض کرنا ہے	۲۷۰
رؤیت ہلال میں اتحاد امر مستحسن نہیں	۲۷۰
رؤیت ہلال کے اختلاف کو ختم کرنے کی سعی قدرت کا مقابلہ کرنا ہے	۲۷۱
بڑا چاند دیکھ کر دوسری تاریخ کا کہنا جائز نہیں	۲۷۱
قرب قیامت میں چاند پہلے سے دیکھ لیا جائے گا	۲۷۲
وقت سے پہلے روزہ رکھنے پر آیت کا نزول	۲۷۲

روزے کے افطار سے قبل افطار کرنے کی سزا........................	۲۷۳
حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا چاند کے ثبوت کے بغیر رمضان شروع کرنے پر ارشاد........................	۲۷۶
شریعت میں چاند کے بارے میں حساب کا اعتبار نہیں........................	۲۷۷
امکان رؤیت کا مسئلہ........................	۲۷۷
آپ ﷺ شعبان کے چاند دیکھنے کا خوب اہتمام فرماتے........................	۲۷۹
ہم لکھی پڑھی امت نہیں ہیں........................	۲۷۹
چاند دیکھے بغیر روزہ نہ رکھو........................	۲۸۱
تم میں سے کوئی رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے........................	۲۸۱
دو عادل آدمیوں کی گواہی پر رویت کا فیصلہ........................	۲۸۲
آپ ﷺ کا ایک آدمی کی گواہی پر فیصلہ........................	۲۸۳
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاشم بن عتبہ کی گواہی قبول نہ فرمانا........................	۲۸۳
اکیلا چاند دیکھنے والا سب کے ساتھ عید کرے اور اپنی رویت پر متوجہ نہ ہو......	۲۸۴
حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا پہلے عید کر لینے پر تنبیہ فرمانا........................	۲۸۴
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اہل شام کی رؤیت پر عمل نہ کرنا........	۲۸۵
آپ ﷺ چاند دیکھتے وقت اس سے چہرہ مبارک پھیر لیتے تھے........................	۲۸۶
چاند دیکھنے کے چند مسائل........................	۲۸۸
رؤیت ہلال کا ثبوت........................	۲۸۸
مطلع صاف ہونے کی حالت میں رویت ہلال کے مسائل........................	۲۹۰

مطلع صاف نہ ہونے کی حالت میں شوال کے چاند کا ثبوت........................	۲۹۰
مطلع صاف ہونے کی حالت میں شوال کے چاند کا ثبوت............................	۲۹۱
عیدالاضحیٰ اور باقی نومہینوں کے چاند کا ثبوت...........................	۲۹۱
چند جدید مسائل...	۲۹۳
اختلاف مطالع...	۲۹۵
اختلاف مطالع کسے کہتے ہیں؟......................................	۳۰۰
چاند دیکھنے کی دعائیں..	۳۰۴
رمضان کا چاند دیکھ کر پڑھنے کی دعائیں.............................	۳۰۶
رمضان کی دعاء...	۳۰۶

فہرست مقالہ: ’’کرونا کی وجہ سے مردوں کا گھر میں اعتکاف کرنا‘‘

کرونا کی وجہ سے مردوں کا گھر میں اعتکاف کرنا..........	۳۰۹
قرآن کریم میں اعتکاف کے لئے مسجد کی صراحت..........	۳۱۰
احادیث میں اعتکاف کے لئے مسجد کی صراحت..........	۳۱۱
گھروں میں اعتکاف کے چند آثار اور ان کے جوابات..........	۳۱۳

فہرست رسالہ ’’مسجد کی دوسری منزل میں اعتکاف‘‘

پیش لفظ..........	۳۲۰
مسجد کی دوسری منزل میں اعتکاف کا مسئلہ..........	۳۲۱
معتکف کا دکان کی چھت پر نکل کر جانا......حکیم الامت رحمہ اللہ کا فتوی..........	۳۲۳
دارالعلوم کراچی کا فتوی..........	۳۲۴
مولانا رفعت صاحب قاسمی رحمہ اللہ کا فتوی..........	۳۲۵
کھانا لانے کے لئے باہر جانا..........	۳۲۶
کھانے پینے کی اشیاء کی خرید وفروخت کے لئے باہر نکلنا..........	۳۲۶
ضرورۃً معتکف کا گھر یا ہوٹل چائے پینے کے لئے جانا..........	۳۲۷
معتکف کا صبح وشام استنجاء جاتے اور آتے ہوئے دوکان کھولنا اور بند کرنا..........	۳۲۷
معتکف کا صبح وشام استنجاء جاتے اور آتے ہوئے بیلوں کو کھولنا اور بند کرنا..........	۳۲۷
حقہ پینے کے لئے باہر جانا..........	۳۲۷
استنجاء کے لئے باہر نکلنا..........	۳۲۸
ضرورۃً وضو کے لئے گرم پانی لینے جانا..........	۳۲۸

نفل وضوء یا ہمیشہ باوضوء رہنے کے لئے باہر نکلنا..................	۳۲۹
غسل جمعہ کے لئے باہر نکلنا..................	۳۲۹
وظیفہ کے لئے آفس میں دستخط کے لئے جانا..................	۳۲۹
اذان دینے کے لئے باہر نکلنا..................	۳۲۹
عیادت اور نماز جنازہ کے باہر جانا..................	۳۳۰
دوسری مسجد میں قرآن سنانے کے لئے جانا..................	۳۳۰
آپ ﷺ کا حالت اعتکاف زوجہ محترمہ کو گھر پہنچانے کے لئے نکلنا.........	۳۳۲
معتکف جنازہ میں شرکت اور مریض کی عیادت کے لئے جا سکتا ہے..........	۳۳۶
حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور حضرات تابعین رحمہم اللہ کے چند آثار..........	۳۳۷

فہرست رسالہ ’’تراویح کی اجرت‘‘

مقدمہ......کچھ قابل غور باتیں	۳۴۰
دم پر اجرت اور آپ ﷺ کا ارشاد: میرا بھی حصہ رکھنا	۳۴۶
سب سے زیادہ اجرت کی مستحق اللہ تعالی کی کتاب ہے	۳۴۸
قرآن کریم سے دم کرنے پر سو بکریوں کا عوض	۳۴۹
معلم کی اجرت پر حضرت طاوس اور حضرت قتادہ رحمہما اللہ کا فتوی	۳۵۰
حضرت ابو قلابہ رحمہ اللہ کا فتوی: تعلیم کی اجرت میں کوئی حرج نہیں	۳۵۰
کسی نے بھی تعلیم کی اجرت کو ناپسند نہیں سمجھا	۳۵۰
طاعات پر جواز کی اجرت کی فقہی عبارات	۳۵۲
تلاوت قرآن کی اجرت کے جواز پر عبارات فقہاء	۳۵۵
تراویح میں ایک قرآن کریم کا ختم کرنا سنت ہے	۳۵۸
تراویح کی اجرت کے جواز پر حضرت مولانا منت اللہ رحمانی رحمہ اللہ کا فتوی...	۳۶۰
تراویح کی اجرت کے جواز پر حضرت مولانا مفتی فرید صاحب رحمہ اللہ کا فتوی.	۳۶۴
تراویح کی اجرت کے جواز پر حضرت مولانا مفتی زرولی خان صاحب رحمہ اللہ کا فتوی	۳۶۶
تراویح کے امام کے ذمہ نماز معین کر کے تنخواہ دینا حیلہ ہے اور ناجائز ہے	۳۶۷
تراویح پر ہدیہ بھی نہ دینے کی شرط لگانا درست نہیں	۳۶۸
﴿ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِىْ ﴾ سے تراویح کی اجرت کے حرمت کا استدلال.......	۳۷۱
خاتمہ......حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے دین پر اجرت لینے کے واقعات.....	۳۷۳

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خلافت پر اجرت لینا بلکہ زیادتی کا مطالبہ فرمانا....	۳۷۳
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معلموں کے لئے ماہانہ تنخواہ مقرر کرنا............	۳۷۴
عثمان رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے مؤذنین کی تنخواہ جاری کی........	۳۷۴
حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما معلمین وغیرہ کو تنخواہ دیتے تھے........	۳۷۵
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دستور کے موافق تنخواہ لینا............	۳۷۵
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد: کون ایک درہم میں علم خریدے گا؟............	۳۷۵
آپ ﷺ اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے فئی اور غنیمت............	۳۷۷
مال غنیمت اچھا مال ہے............	۳۷۷
اللہ تعالی نے ہمارے لئے مال غنیمت کو حلال فرمایا............	۳۷۸
آپ ﷺ کے لئے مال غنیمت میں پانچواں حصہ............	۳۷۸
غنیمت کی تعریف............	۳۷۹
فئی کی تعریف............	۳۷۹
خاتمہ: دین پر اجرت کے جواز کی چند روایات............	۳۸۱

فہرست رسالہ ”تراویح کے لئے حفاظ کے انتخاب کا حق دار کون؟“

پیش لفظ......................................	۳۸۶
تراویح پڑھانے کے زیادہ حقدار امام صاحب ہیں..................	۳۸۷
امام صاحب کسی اور کو تراویح پڑھانے کا حق دیں تو ان کو اختیار ہے..........	۳۸۷
تراویح کے لئے دوسرے حفاظ کے انتخاب کا حق امام صاحب ہی کا ہے......	۳۸۷
امام کی اجازت کے بغیر انتظامیہ کا حفاظ کو مقرر کرنا درست نہیں..........	۳۸۷
امام کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کا تراویح پڑھانا ممنوع ہے............	۳۸۷
امام صاحب کو تراویح پر مجبور کرنا درست نہیں......................	۳۸۸
کوئی شخص کسی کے زیر تسلط جگہ پر جا کر ہرگز امامت نہ کرے............	۳۸۸
تراویح کے لئے کیسے حفاظ کو مقرر کرنا چاہئے؟......................	۳۸۹
تتمہ..	۳۹۱
عالم حافظ کے لئے افضل ہے کہ خود تراویح پڑھائیں..................	۳۹۱
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت سالم اور حضرت قاسم رحمہما اللہ لوگوں کے ساتھ تراویح نہیں پڑھتے تھے..................	۳۹۱
تم گدھے کی طرح امام کے پیچھے چپکے سے کھڑے رہتے ہو..............	۳۹۱
حفاظ کا اپنی تراویح پڑھنا پسندیدہ عمل ہے.........................	۳۹۲
گھر میں جماعت سے تراویح کی نماز پڑھنا.........................	۳۹۳
گھر میں تراویح پڑھنے والوں کو عشاء مسجد میں پڑھنی چاہئے..............	۳۹۳
امام کا ترویحہ پر الگ ہونا مستحب ہے...........................	۳۹۴

فہرست رسالہ ”کرونا وائرس: چند سوالات اور ان کے جوابات“

حکومت اگر اجتماع پر پابندی لگائے تو نماز کس طرح ادا کی جائے............	۳۹۶
مسجد میں افطار کا کیا کیا جائے؟..............	۳۹۸
حکومت کی طرف سے اجتماع پر مکمل پابندی ہو تو جماعت کی نماز کا کیا حکم ہے؟	۳۹۸
مصلی مسجد میں اپنا جائے نماز لا سکتا ہے؟..............	۳۹۸
اگر کوئی بیمار ہے تو کیا مسجد میں آسکتا ہے؟ اور مسجد کی انتظامیہ اس کو مسجد میں آنے سے روک سکتی ہے؟..............	۳۹۹
اگر کسی کو کرونا وائرس لاحق ہو جائے تو اسے کیا کرنا چاہئے؟..............	۴۰۲
کیا ان حالات میں مصافحہ اور معانقہ سے پرہیز کرنا چاہئے؟..............	۴۰۴
اگر کوئی اس بیماری میں فوت ہو جائے تو اس کے لئے شرعی ہدایات کیا ہیں؟...	۴۰۵
کیا ایسے بیمار کو انتقال کے بعد غسل دیا جائے گا یا نہیں؟..............	۴۰۵
غسل دینا ممکن نہ ہو تو تیمّم کا کیا حکم ہے؟..............	۳۰۷
ایک قبر میں چند مردوں کو ایک ساتھ دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟..............	۴۰۷
اگر حکومت تدفین پر پابندی لگائے تو کیا مردوں کو جلانا جائز ہے؟..............	۴۰۹
ڈاکٹر ماسک پہننے کی مشکلی کی وجہ سے ڈاڑھی مونڈ اسکتا یا نہیں؟..............	۴۱۲
الکحل والا سینی ٹائزر استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟..............	۴۱۴
جماعت کی نماز میں مصلی کا فاصلہ سے کھڑا رہنا..............	۴۱۵
حدیث نبوی ﷺ سے ماسک پہننے کا ثبوت..............	۴۱۸
کرونا کی وجہ سے عید کی نماز گھر یا کسی اور جگہ پڑھنے کا حکم..............	۴۱۹

مسائل مذکورہ پر کتب فقہ کے حوالے	۴۱۹
گھر میں نماز عید پڑھنے کے بارے میں چند آثار	۴۲۰
کوئی عید کی نماز بالکل نہ پڑھ سکے تو گھر جا کر دو یا چار رکعات نفل پڑھے......	۴۲۴

بیت الخلاء میں ذکر

اس رسالہ میں بیت الخلاء میں ذکر جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں اسلاف کی دونوں رائیوں اور ان کے دلائل تفصیل سے ذکر کئے گئے ہیں۔احادیث و آثار اور فقہاء کی عبارتوں سے مسئلہ کو مدلل بیان کیا گیا ہے۔مقدمہ میں اس موضوع پر مفید مسائل بھی لکھے گئے ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

مقدمہ

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین ، والصلوة والسلام علی سید المرسلین ، و علی اله

واصحابه اجمعین ، اما بعد

یورپ اور مغربی ممالک میں خصوصاً بیت الخلاء صاف ستھرے ہوتے ہیں، اور اب تو ہندو پاک اور مغربی ممالک کے اہل مال کے ہاں بھی یہی صورت ہوگئی ہے۔اور عامۃً بیت الخلاء کے ساتھ ہی غسل خانہ کا انتظام بھی ہوتا ہے، اور نماز پڑھنے والوں کا ایک بڑا طبقہ وضو بھی بیت الخلاء میں کرتا ہے۔اب وضو کے ابتدا میں بسم اللہ اور درمیان وضو دعا پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اسی طرح بیت الخلاء میں جانے کی دعا کوئی بھول جائے تو اندر داخل ہو کر دعا پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اسلاف کا اختلاف ہے، اکابر کی ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ بیت الخلاء اور غسل خانہ میں بسم اللہ اور دعا کی گنجائش ہے، اور اکابر کی دوسری جماعت کے نزدیک یہ عمل درست نہیں، ان میں سے بعض کا مسلک یہ ہے کہ ایسی حالت میں دل میں دعا پڑھ لے زبان سے الفاظ ادا نہ کرے۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور حضرات تابعین رحمہم اللہ کے آثار دونوں طرف وارد ہوئے ہیں، جواز کے قائلین ان روایات سے بھی استدلال کرسکتے ہیں: جن میں: تعظیم والے الفاظ سے منقش انگوٹھی کے بیت الخلاء میں لے جانے کی اجازت مروی ہے۔اسی طرح بیت الخلاء میں ذکر کے جواز کی روایتیں بھی منقول ہیں۔اسی طرح بعض آثار میں بیت الخلاء میں چھینکنے والے کے لئے الحمد للہ کہنے کا جواز آیا ہے۔

عدم جواز کے دلائل بھی مضبوط ہیں، مثلا: آپ ﷺ اور حضرات سلف سے بیت

الخلاء میں جاتے وقت انگوٹھی نہ لے جانا اور اس کو باہر نکالنا منقول ہے، اسی طرح بعض آثار میں بیت الخلاء میں ذکر کی ممانعت وارد ہے، اسی طرح بعض آثار میں بیت الخلاء میں چھینکنے والے کے لئے الحمد للہ کہنے کا عدم جواز آیا ہے، اسی طرح بعض آثار میں حمام میں اللہ تعالی کے ذکر اور قرائت کی ممانعت آئی ہے۔ یہ بھی دلیل ہے کہ آپ ﷺ بیت الخلاء میں جانے اور نکلنے کی دعا باہر پڑھتے تھے۔ پھر بیت الخلاء میں بلاضرورت بات چیت بھی منع ہے تو ذکر کیسے جائز ہوگا؟ اسی طرح یہ بھی منقول ہے کہ: آپ ﷺ نے پیشاب کرتے ہوئے سلام کا جواب نہ دیا۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ بیت الخلاء میں قبلہ کے استقبال واستدبار کی ممانعت ہے، جب قبلہ کا استقبال واستدبار منع ہے جو قبلہ کے عظمت کے خلاف ہے تو ذکر اللہ اور دعائیں کیسے جائز ہوسکتی ہیں؟

فقہاء کے مستنبط چند مسائل

مسئلہ:......اگر کوئی شخص (بیت الخلاء جاتے وقت) باہر دعا پڑھنا بھول جائے اور اندر جانے کے بعد یاد آئے تو اگر بیت الخلاء صاف ستھرا ہے، جیسے فلش والا، اس میں بالفعل گندگی نہیں ہوتی، پس وہ جنگل کے حکم میں ہے، ستر کھولنے سے پہلے دعا پڑھ سکتا ہے۔

اور بعد کی دعا باہر نکل کر پڑھنی چاہئے، کیونکہ استنجاء کے بعد بیت الخلاء میں بدبو ہوتی ہے۔

اور اگر بیت الخلاء میں بالفعل گندگی ہے یا صفائی نہ ہونے کی وجہ سے بدبو ہے تو دعا دل میں پڑھے زبان سے نہ پڑھے، کیونکہ گندگی کے قریب اللہ تعالی کا ذکر مکروہ ہے۔

ملحوظہ:......الخلاء: کے معنی ہیں: خالی جگہ، اس میں لفظ بیت' اردو والوں نے بڑھایا ہے تاکہ جو شخص لفظ خلاء کو نہیں سمجھتا وہ سمجھ لے، جیسے زم زم پر لفظ آب بڑھایا، حالانکہ آب زم

زم ایک ہیں، پھر آب بھی فارسی لفظ ہے جس کو عام طور پر لوگ نہیں سمجھتے اس لئے انہوں نے لفظ پانی بڑھایا، وہ کہتے ہیں: آب زم زم کا پانی۔ اسی طرح عربی میں لفظ ''الخلاء'' کے ساتھ ''بیت'' بڑھانے کی ضرورت نہیں، کیونکہ ''الخلاء'' کے معنی بیت الخلاء ہیں۔

(تحفۃ القاری ص ۴۵۷ ج ۱)

بیت الخلاء میں اذان کا جواب دینا مناسب نہیں

مسئلہ:...... بیوی سے ہم بستری کے وقت اور پیشاب پاخانے کی حالت میں اذان کا جواب نہیں دینا چاہئے، کیونکہ ان حالات میں عام طور پر ستر کھلا رہتا ہے، (اور آدمی بیت الخلاء اور گندگی کی جگہ میں ہوتا ہے) اور ایسی حالت میں گفتگو کرنا بھی نامناسب ہے، پس اذان کا جواب دینا تو بطریق اولی نامناسب ہوگا۔ (آداب اذان واقامت ص ۱۱۰)

فقہاء نے لکھا ہے کہ: آٹھ حالتوں میں اذان کا جواب دینا منع ہے:

(۱): حالت نماز میں، (۲): جمعہ کے خطبہ کے دوران، (۳): نماز جنازہ کے دوران، (۴): دینی تعلیم کے وقت، (۵): ہم بستری کی حالت میں، (۶): غسل خانہ میں، (۷): پیشاب کرتے وقت، (۸): قضاء حاجت کے وقت۔ (کتاب النوازل ص ۳۸۲ ج ۳)

''وفی المجتبی : فی ثمانية مواضع اذا سمع الاذان لا يجيب : فی الصلوة و استماع خطبة الجمعة ، وثلاث خطب الموسم ، والجنازة ، وفی تعلم العلم و تعليمه ، والجماع ، والمستراح ، و قضاء الحاجة ، والتغوط''۔

(بحر الرائق ص ۴۵۲ ج ۱، باب الاذان ، کتاب الصلوة ، ط: دار الکتب العلمیہ ، بیروت)

اللہ تعالی کے نام کو نجاستوں سے دور رکھنا امور واجبہ میں سے ہے

مسئلہ:...... یہ بات جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالی کے نام کی تعظیم اور اس کو نجاستوں سے دور

رکھنا امور واجبہ میں سے ہے، جیسا کہ باری تعالیٰ کے قول ﴿ سبح اسم ربک الاعلی ﴾ سے معلوم ہوتا ہے۔

مسئلہ:......اللہ تعالیٰ کے نام کی تعظیم ہر مکان و زمان میں واجب ہے، اور کیوں نہ ہو جبکہ وہ بڑی شان والے اور برتر ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نام والے بستر کو بچھانا اور اس پر بیٹھنا مکروہ ہے

مسئلہ:......اللہ تعالیٰ کا نام کسی بستر پر لکھا گیا ہو تو اس کو بچھانا اور اس پر بیٹھنا مکروہ ہے، چونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے نام کا ابتذال (بے قدری) ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہیں۔ (فتاوی سراجیہ)

جس ٹوپی پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہو اس کو بیت الخلاء میں لے جانا مکروہ ہے

مسئلہ:......وہ ٹوپی جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہو، یا ایسا تعویذ جس میں اللہ تعالیٰ کا نام ہو اس کو لے کر بیت الخلاء میں جانا مکروہ ہے۔

مسئلہ:......''قنیہ'' میں ہے کہ: وہ چیز جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ہو بیت الخلاء میں جاتے وقت اس کو باہر رکھ دے۔ خلاصہ کلام یہ کہ ہر وہ صورت جس میں اللہ تعالیٰ یا نبی کے نام کی تعظیم میں خلل واقع ہوتا ہو مکروہ ہے۔ (ذخیرہ المسائل ترجمہ نفع المفتی والسائل ص ۲۶۲، ۲۶۳)

صاف غسل خانہ میں بوقت وضوادعیہ اور بسم اللہ وغیرہ پڑھ سکتے ہیں

مسئلہ:......غسل خانہ میں بیت الخلاء کا ڈھکن بند ہے اور صفائی وغیرہ کا اہتمام بھی ہے تو بوقت وضوادعیہ اور بسم اللہ وغیرہ پڑھ سکتے ہیں۔ (فتاوی دارالعلوم زکریا ص ۴۸۶ ج ۱)

مسئلہ:......غسل خانہ نہایت صاف ستھرا ہو اور اس کے اندر بیت الخلاء نہ ہو تو اس میں داخل

ہوتے وقت اور نکلتے وقت جو پاؤں چاہے پہلے رکھے اور بسم اللہ بھی غسل خانہ کے اندر کپڑے اتارنے سے پہلے پڑھے، اگر کوئی لنگی وغیرہ باندھ کر غسل کر رہا ہو تو کپڑے اتارنے کے بعد بسم اللہ پڑھے، اور حالت غسل میں وضو کی دعائیں بھی پڑھ سکتا ہے۔

(احسن الفتاوی ص ۳۷ ج ۲)

حالت غسل میں ذکر اور بات چیت کی ممانعت

مسئلہ:...... غسل کے وقت کپڑے اتارے ہوئی حالت میں اللہ تعالی کا ذکر درست نہیں۔

مسئلہ:...... قضائے حاجت کی حالت میں بات کرنا مکروہ ہے، خواہ پیشاب ہو یا پاخانہ۔ اسی طرح بیت الخلاء میں کلام کرنا بھی مکروہ ہے، گرچہ قضائے حاجت کی حالت میں نہ ہو۔

مسئلہ:...... پاخانہ کرنے والے کو سلام کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ:...... اگر بیت الخلاء میں وضو کرے تو بسم اللہ اور دعائیں نہ پڑھیں۔

(موسوعہ فقہیہ ص ج ۳۴ (مترجم ص ۳۶/۳۸ ج ۳۴) عنوان: قضاء الحاجة)

تعویذ کے ساتھ بیت الخلاء جانا

”عن الضحاک : انه لم یکن یری بأسا ان یعلق الرجل الشیء من کتاب الله اذا وضعه عند الغسل و عند الغائط“۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۵۷ ج ۱۲، من رخص فی تعلیق التعاویذ ، کتاب الطب : رقم الحدیث: ۲۴۰۱۸)

ترجمہ:...... حضرت ضحاک رحمہ اللہ قرآن کریم (کے ذریعہ لکھا ہوا تعویذ لٹکانے میں) کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے، جبکہ غسل اور استنجاء کے وقت نکال دیا جائے۔

مسئلہ:...... تعویذ کے ساتھ جب کہ وہ غلاف میں چھپا ہوا ہو، بیت الخلاء میں جانا جائز تو ہے

مگر بہتر یہ ہے کہ تعویذ باہر رکھ کر جائے۔

’’رقية فی غلاف متجاف لم يكره دخول الخلاء به والاحتراز افضل ، (الدر المختار) ، (قوله : رقية ، الخ) الظاهر ان المراد به ما يسمونه الآن بالهيكل والحمائلی المشتمل علی الآيات القرآنية ‘‘۔

(شامی،ص۱۷۸ج۱(سعید)،کتاب الطهارة ، قبيل باب المياه۔حلبی کبیر،ص۵۴ (نعمانیہ کوئٹہ) قبيل : فصل فی التيمم۔عالمگیری،ص۳۲۳ج۵ (رشیدیہ)کتاب الکراهية ،الباب الخامس فی آداب المسجد ،الخ)۔کفایت المفتی ص۴۸۳ ج۱۳،سوال نمبر:۵۲۹۷،(فاروقیہ،کراچی)

چند فقہی عبارتیں

(۱)......فاذا وصل الی الباب يبدأ بالتسمية قبل الدعاء هو الصحيح ، الخ‘‘۔

(شامی ص۵۵۹ج۱، فصل فی الاستنجاء ، مطلب : فی الفرق بين الاستبراء والاستنجاء ، الخ ، باب الانجاس، کتاب الطهارة)

(۴)......و يستحب أن لا يتكلم بكلام معه ولو دعاء لأنه فی مصب الأقذار‘‘۔

(مراقی الفلاح ص۱۰۶، فصل و آداب الاغتسال هی ، کتاب الطهارة)

(۳)......ويكره ان يدخل فی الخلاء و معه خاتم عليه اسم الله تعالی أو شیء من القرآن ۔

(فتاوی عالمگیری ص۵۰ج۱، الفصل الثالث فی الاستنجاء ، الباب السابع ، کتاب الطهارة)

(۲)......ان يسمی قبل الاستنجاء سمی قبل كشف العورة ، فان كشف قبل التسمية سمی بقلبه ولا يتحرك بها لسانه ‘ لان ذكر الله حال انكشاف غير مستحب تعظيما لاسم الله تعالی۔(الجوهرة النيرة ص۵،کتاب الطهارة ،ط: مکتبہ حقانیہ)

خلاصہ یہ ہے کہ بیت الخلاء میں ذکر کے جواز وعدم جواز دونوں طرح کی روایتیں اور آثار منقول ہیں، دلائل دونوں طرف ہیں۔ میرے استاذ حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

’’اس زمانے میں غسل خانے اور بیت الخلاء ایک ساتھ بنانے کا رواج ہوگیا ہے ایسی جگہ پر وضو کے وقت مسنون دعائیں نہ پڑھیں‘‘۔

(ذکر صالحین ص۲۸۳ ج۱۔ جدید ص۳۶۶ ج۴)

دونوں طرح کے دلائل اور آثار کے مطالعہ سے بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ: بیت الخلاء میں اللہ تعالی کا ذکر حق تعالی شانہ کی عظمت کا لحاظ کرتے ہوئے زبان سے نہ کیا جائے، دل میں گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ کوئی شخص زبان سے ذکر کرے تو اس پر سختی اور نکیر نہ کی جائے، واللہ تعالی اعلم۔

اللہ تعالی اس مختصر رسالہ کو قبول فرمائے، اور راقم و ناظرین کے لئے ذریعۂ عمل بنا کر ذخیرۂ آخرت و ذریعہ نجات بنائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

۷؍جمادی الاولی ۱۴۴۲ھ مطابق: ۲۲؍دسمبر ۲۰۲۰ء

بروز منگل

بیت الخلاء میں ذکر کے عدم جواز کی روایتیں

آپ ﷺ بیت الخلاء جاتے تو انگوٹھی باہر رکھ دیتے

(۱)......عن انس قال : کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل الخلاء وضع خاتَمَہ۔

ترجمہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ جب بیت الخلاء جانے کا ارادہ فرماتے تو اپنی انگوٹھی (باہر) رکھ دیتے۔

(ابوداؤد، باب الخاتم یکون فیہ ذکر اللہ تعالی یدخل بہ الخلاء ، کتاب الطھارۃ ، رقم الحدیث:۱۹ ترمذی، باب ما جاء فی نقش الخاتم ، ابواب اللباس ، رقم الحدیث:۱۷۴۶۔نسائی، نزع الخاتم عند دخول الخلاء ، کتاب الزینۃ من السنن ، رقم الحدیث:۵۲۱۶۔ابن ماجہ، باب ذکر اللہ عز و جل علی الخلاء والخاتم فی الخلاء ، کتاب الطھارۃ وسننھا ، رقم الحدیث:۳۰۳)

(۲)......عن ابن عباس قال : کان سلیمان بن داود اذا دخل الرجل الخلاء نزع خاتمہ فاعطاہ امرأتہ۔

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: حضرت سلیمان بن داؤد علیہما الصلوۃ والسلام جب بیت الخلاء میں جانے کا ارادہ فرماتے تو اپنی انگوٹھی اتار کر اپنی زوجہ محترمہ کو عنایت فرماتے۔

(۳)......عن عکرمۃ قال : کان یقول : اذا دخل الرجل الخلاء وعلیہ خاتم فیہ ذکر اللہ تعالی جعل الخاتم مما یلی الخاتم بطن کفِّہ ، ثم عقد علیہ باصبعیہ۔

ترجمہ:......حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جب کوئی آدمی ایسی انگوٹھی لے کر بیت الخلاء میں داخل ہو جس پر لفظ ''اللہ تعالیٰ'' لکھا ہو تو انگوٹھی کا رخ ہتھیلی کی طرف کر کے مٹھی

بند کر لے۔

(۴)......عن عكرمة قال : كان ابن عباس اذا دخل الخلاء ناولنى خاتمه۔

ترجمہ:......حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جب بیت الخلاء جانے کا ارادہ کرتے تو اپنی انگوٹھی مجھے عنایت فرمادیتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۶۳ ج۲، فی الرجل یدخل الخلاء و علیه الخاتم ، کتاب الطهارة ، رقم الحدیث:۱۲۱۴/۱۲۱۳/۱۲۱۱)

بیت الخلاء میں اللہ تعالی کے ذکر کی ممانعت

(۵)......عن ابن عباس قال : يكره ان يذكر الله وهو جالس على خلائه ' والرجل يُواقِع امرأته ' لانّه ذو الجلال يُجَلُّ عن ذلك۔

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس بات کو ناپسند سمجھتے تھے کہ: کوئی آدمی بیت الخلاء میں بیٹھے ہوئے، یا دوران جماع اللہ تعالی کا ذکر کرے، اس لئے کہ یہ عظمت الہی کے خلاف ہے۔

(۶)......عن عطاء قال : لا تَشهدُ الملائكةُ على خلائك۔

ترجمہ:......حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: فرشتے تمہاری خلاء کی جگہ نہیں آتے۔

(۷)......عن ابى وائل قال : اثنان لا يذكر الله العبد فيهما : اذا أتى الرجلُ اهلَه يبدأ فيُسمّى الله ، واذا كان فى الخلاء۔

ترجمہ:......حضرت ابووائل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: دوجگہیں ایسی ہیں جہاں بندہ اللہ تعالی کا نام نہ لے: ایک جب بیوی سے ہم بستری کرے تو اللہ تعالی کے نام سے ابتدا کرے (پھر اللہ تعالی کا نام نہ لے) دوسرا جب بیت الخلاء میں ہو۔

(٨)......عن ابراهيم قال : اربعة لا يقرؤون القرآن : عند الجماع ' والجنب ' والحائض ' الا الجُنب و الحائض ، فانّهما يقرآن الآية و نحوها۔

ترجمہ:......حضرت ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: چار لوگ قرآن کریم کی تلاوت نہیں کریں گے: جو بیت الخلاء میں ہو، جو جماع کر رہا ہو، جنبی، حائضہ۔ جنبی اور حائضہ ایک آیت یا اس جیسی پڑھ سکتے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ج ٥٦/٦٦ ج ٢، الرجل يذكر الله وهو على الخلاء أو هو يجامع ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث: ١٢٢٧/١٢٢٨/١٢٢٩/١٢٣٠)

بیت الخلاء میں چھینکنے والے کے لئے الحمد للہ کہنے کا عدم جواز

(٩)......عن الحسن ' قال : يحمد الله فى نفسه۔

ترجمہ:......حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: بیت الخلاء میں چھینکنے والا دل میں الحمد للہ کہے۔

(١٠)......قال ابو ميسرة : ما احبُّ أن أذكرَ الله الا فى مكان طيِّب ، الخ۔

ترجمہ:......حضرت ابومیسرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں پسند کرتا ہوں کہ: اللہ تعالیٰ کا ذکر صرف پاکیزہ جگہ میں کروں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ٦٧ ج ٢، الرجل يعطس وهو على الخلاء ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث :١٢٣٤/١٢٣٦)

حمام میں قرائت کی ممانعت

(١١)......عن حماد قال : سألت ابراهيم عن القراء ة فى الحمام فقال : لم يبن فى القراء ة۔

ترجمہ:......حضرت حماد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے ابراہیم رحمہ اللہ سے حمام میں قرائت کرنے کے بارے میں سوال کیا: توانہوں نے فرمایا: وہ قرائت کے لئے نہیں بنائے گئے ہیں۔

(مصنف عبدالرزاق ص۲۹۸ ج۱، باب القرأة فی الحمام ، کتاب الطھارۃ ، رقم الحدیث:۱۱۴۸)

حمام میں اللہ تعالی کے ذکر کی ممانعت

(۱۲)......عن [مورق] العجلی قال : [شھد کتاب عمر] الی ابی موسی رضی اللہ عنھما : انہ بلغنی أن أھل الامصار اتخذوا الحمامات فلا یدخلن أحد – أو قال مسلم :– اِلا بمئزر ولا یذکر فیہ اسم اللہ حتی یخرج منہ – أو قال : لا [یذکروا] للہ فیہ اسما حتی یخرجوا منہ ولا یستنقع اثنان فی حوض۔

ترجمہ:......حضرت مورق عجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ گرامی نامہ دیکھا تھا جو انہوں نے حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا کہ: مجھے اطلاع ملی ہے کہ: شہروں میں رہنے والوں نے غسل خانے بنالئے ہیں تو (سنو) کہ کوئی ایک آدمی – یا یوں فرمایا: کہ: کوئی مسلمان ان میں تہہ بند کے بغیر داخل نہ ہو (یعنی شرم وحیا کا تقاضا پورا کریں) اور باہر نکلتے تک اللہ تعالی کا ذکر نہ کریں – یا یوں فرمایا: اس میں اللہ کا ذکر نہ کیا کرو یہاں تک کہ باہر آجائیں (یعنی اللہ تعالی کے نام کی تعظیم کا تقاضا پورا کیا جائے) اور کسی حوض میں دو آدمی ننگے ہو کر نہ نہائیں۔

(شعب الایمان بیہقی ص۵۳۶ ج۲، فصل فی [ترک] قراءۃ القرآن فی الحمام و الکنیف والمواضع القذرۃ تعظیما للقرآن ، باب فی تعظیم القرآن ، رقم الحدیث:۲۶۳۵)

حمام میں تلاوتِ قرآن کریم کی ممانعت

(۱۳)......ابوعون قال : کنا مع ابی السوار فی الحمام ‘ فسمع رجلا یقرأ فجعل یقول : لم تقرأها هنا ‘ لم تقرأها هنا۔

ترجمہ:......حضرت ابوعون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ہم حضرت ابوالسوار رحمہ اللہ کے ساتھ حمام میں تھے، انہوں نے ایک آدمی کو تلاوت کرتے ہوئے سنا، انہوں نے فرمایا: یہاں مت پڑھو، یہاں مت پڑھو۔

(شعب الایمان بیہقی ص۵۳۷ ج۲، فصل فی [ترک] قراء ة القرآن فی الحمام و الکنیف والمواضع القذرة تعظیما للقرآن ، باب فی تعظیم القرآن ، رقم الحدیث:۲۶۳۹)

آپ ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت دعا باہر پڑھتے

(۱۴)...... کان النبی صلی الله علیه وسلم اذا دخل الخلاء قال : اللّٰهم انّی اعوذ بک من الخُبُث والخبائث۔

ترجمہ:......نبی کریم ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: اللّٰهم انّی اعوذ بک من الخُبُث والخبائث۔

(بخاری، باب ما یقول عند الخلاء ، کتاب الوضوء ، رقم الحدیث:۱۴۲)

تشریح:......نبی کریم ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے، یعنی داخل ہونے کا ارادہ فرماتے اس وقت یہ دعا پڑھتے، یعنی بیت الخلاء میں یہ دعا نہیں پڑھتے تھے بلکہ بیت الخلاء سے باہر دعا پڑھتے پھر اندر داخل ہوتے تھے۔ حضرت عبدالعزیز رحمہ اللہ نے یہ معنی بیان فرمائے ہیں ’’وقال سعید بن زید : حدثنا عبد العزیز اذا أراد أن یدخل‘‘۔(حوالۂ بالا)

آپ ﷺ بیت الخلاء سے نکلنے کے بعد دعا پڑھتے

(۱۵)......عن انس قال : کان النبی صلی الله علیه وسلم اذا خرج من الخلاء قال : الحمد لله الذی أذهب عنی الاذی و عافانی۔

ترجمہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ جب بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو یہ دعا پڑھتے :الحمد لله الذی اذهب عنی الاذی وعافانی۔

(ابن ماجہ، باب ما یقول اذا خرج من الخلاء ، کتاب الطهارة ، رقم الحدیث:۳۰۱)

بیت الخلاء میں ستر کھولے ہوئی حالت میں بات چیت کی ممانعت

(۱۶)......ابو سعید قال : سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول : لا یخرج الرجلان یضربان الغائط کاشفَیْن عن عَورتهِما یتحدّثان ، فان الله عز و جل یَمْقُتُ علی ذلک۔

ترجمہ:......حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ: دو آدمی قضائے حاجت کے لئے اس طرح ایک ساتھ نہ نکلیں کہ دونوں اپنی شرمگاہ کھول لیں ،اور بات چیت کریں،اس لئے کہ اللہ تعالی ان پر سخت ناراض ہوتے ہیں۔

(ابوداؤد، باب کراهیة الکلام عند الخلاء ، کتاب الطهارة ، رقم الحدیث:۱۵۔ابن ماجہ، باب النهی عن الاجتماع علی الخلاء والحدیث عنده ، کتاب الطهارة وسننها ، رقم الحدیث:۳۴۲)

آپ ﷺ نے پیشاب کرتے وقت سلام کا جواب نہ دیا

(۱۷)......عن ابن عمر : انّ رجلا مرّ و رسول الله صلی الله علیه وسلم یبول ، فسلّم

فلم يَرُدَّ عليه۔ (مسلم، باب التيمم ، كتاب الحيض ، رقم الحديث:۳۷۰)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ایک صاحب گذرے اور رسول اللہ ﷺ پیشاب کررہے تھے، انہوں نے سلام کیا، تو آپ ﷺ نے ان کے سلام کا جواب نہ دیا۔

جب کوئی بیت الخلاء جائے تو وہ ہرگز قبلہ کی طرف رخ نہ کرے اور نہ پیٹھ

(۱۸)......عن ابی هريرة رضی الله عنه : عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : اذا جلس احدكم على حاجته ' فلا يستقبلنّ القبلة ولا يستدْبِرْها۔

(مسلم ۱۳۱ ج ۱، باب الاستطابة ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث :۲۶۵)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جب تم میں سے کوئی قضائے حاجت کے لئے بیٹھے تو وہ ہرگز نہ قبلہ کی طرف رخ کرے اور نہ پیٹھ۔

بیت الخلاء میں ذکر کے جواز کی روایتیں

اللہ کا نام لکھی ہوئی انگوٹھی بیت الخلاء میں لے جانے میں حرج نہیں

(۱)......عن الحسن وابن سيرين : في الرّجل يدخل المخرج وفي يده خاتم فيه اسم الله ، قال : لا بأس به۔

ترجمہ:......حضرت حسن اور حضرت ابن سیرین رحمہما اللہ اس شخص کے بارے میں جو بیت الخلاء انگوٹھی لے کر داخل ہو جس پر لفظ اللہ لکھا ہو فرماتے ہیں کہ: اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۲)......عن عطاء : انه كان لا يرى بأسا ان يلبس الرجل الخاتم ، ويدخَلَ به الخلاء ، ويُجامِع فيه ، ويكونَ فيه اسم الله۔

ترجمہ:......حضرت عطاء رحمہ اللہ اس بات میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ آدمی انگوٹھی پہن کر بیت الخلاء میں داخل ہو، یا بیوی سے جماع کرے اس حال میں کہ اس میں لفظ ''اللہ'' لکھا ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۶۳ / ج۲، في الرجل يدخل الخلاء و عليه الخاتم ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث::۱۲۱۰/۱۲۱۲)

(۳)......عن كعب ، قال : قال موسى عليه السلام : أى ربِّ ! أقريبٌ انتَ فأُناجِيك أم بعيد فأُناديك ؟ قال : يا موسى ! انا جليسُ مَن ذكَرني ، قال : يا ربّ ! فانّا نكون من الحال على حالٍ نُعظِّمُك ، أو نُجِلُّك أن نذكرك عليها ؟ قال : وما هي ؟ قال : الجنابة والغائط ، قال : يا موسى : اُذْكُرني على كلِّ حال۔

ترجمہ:......حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے عرض کیا کہ: اے رب! آپ قریب ہیں کہ میں آپ سے سرگوشی کروں یا دور ہیں کہ آپ کو

پکاروں؟ اللہ تعالی نے فرمایا: اے موسی! جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس کا ہم نشین ہوتا ہوں، حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام نے عرض کیا: اے میرے رب! بعض اوقات ہم ایسی حالت میں ہوتے ہیں جس میں آپ کا ذکر آپ کی عظمت اور آپ کے جلال کے منافی ہے؟ اللہ تعالی نے فرمایا: وہ کون سی حالت ہے؟ عرض کیا: جنابت اور رفع حاجت کی حالت، اللہ تعالی نے فرمایا: اے موسی! ہر حال میں میرا ذکر کرو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۶۶ ج ۲، الرجل یذکر الله وهو علی الخلاء او هو یجامع، کتاب الطهارة رقم الحدیث: ۱۲۳۱)

(۴)......عن جريج قال : قلت : لعطاء : خاتم فی يد حائض أو جنب قال : لا يضرّه انما فی الخاتم الحرف أو الشیء اليسير ، قلت : فغير المتوضء و ياتی الخلاء وهو فی يده ؟ قال : لا يضره۔

ترجمہ:......حضرت جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے دریافت کیا: ایک انگوٹھی جو کسی حیض والی عورت یا جنبی شخص کے ہاتھ میں ہوتی ہے (اس کا کیا حکم ہے؟) انہوں نے جواب دیا: یہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی، اگر اس انگوٹھی میں کوئی ایک حرف یا کوئی معمولی سی چیز لکھی ہوئی ہو، میں نے کہا: بے وضو شخص یا کوئی شخص جو قضائے حاجت کے لئے بیت الخلاء میں جاتا ہے اور یہ انگوٹھی اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے تو انہوں نے جواب دیا: اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔

(مصنف عبدالرزاق ص ۳۴۶ ج ۱، باب الخاتم ، کتاب الحيض ، رقم الحديث: ۱۳۵۰)

(۵)......سُئل ابن المسيب عن الخاتم فيه اسم الله وهی تصيبه الجنابة ؟ قال : لا بأس به قلت : فانی ادخل الكُنُف و تُصيبنی الجنابة قال : لا بأس به وقال : أفْتَانی

سعيد بن المسيب۔

ترجمہ:......حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا: جس انگوٹھی میں اللہ کا نام لکھا ہوا ہوتا ہے اور اس آدمی کو جنابت لاحق ہوجاتی ہے تو انہوں نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے، انہوں نے فرمایا: مجھے جنابت لاحق ہوتی ہے، یا میں بیت الخلاء میں داخل ہوجاتا ہوں تو انہوں نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ راوی نے یہ بات بیان کی کہ: سعید بن المسیب نے مجھے یہی فتوی دیا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق ص۳۴۶ ج۱، باب فی الخاتم ، کتاب الحیض ، رقم الحدیث:۱۳۵۱)

بیت الخلاء میں چھینکنے والے کے لئے الحمد للہ کہنے کا جواز

(۶)......عن الشعبى : فى الرجل يعطِس على الخلاء ' قال : يحمدُ الله۔

ترجمہ:......حضرت شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: بیت الخلاء میں چھینکنے والا الحمد للہ کہے۔

(۷)......عن ابراهيم ' قال : يحمد الله فانه يصعد۔

ترجمہ:......حضرت ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: بیت الخلاء میں چھینکنے والا الحمد للہ کہے، اس لئے کہ یہ کلمات اللہ تعالی تک پہنچتے ہیں۔

(۸)......عن محمد : سئل عن الرّجل يعطِس فى الخلاء ؟ قال : لا أعلم بأسا بذكر الله۔

ترجمہ:......حضرت محمد رحمہ اللہ سے بیت الخلاء میں چھینکنے والے شخص کے بارے میں پوچھا گیا کہ: وہ الحمد للہ کہے یا نہ کہے؟ آپ نے فرمایا: میں اللہ تعالی کے ذکر میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔

(۹)......قَزَعة بن سُويد قال : سألت ابن ابى مُلَيكة عن الرجل يَعطِس وهو على

الخلاء ؟ قال : يحمد الله۔

ترجمہ:......قزعہ بن سوید کہتے ہیں کہ: میں نے حضرت ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ سے بیت الخلاء میں چھینکنے والے کے متعلق سوال کیا: توانہوں نے فرمایا: وہ الحمدللہ کہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۶۷ ج ۲، الرجل يعطس وهو على الخلاء ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث :۱۲۳۳/۱۲۳۲/۱۲۳۵/۱۲۳۷)

’’فتاوی دار العلوم زکریا‘‘ کا فتوی

نوٹ:...... راقم رسالہ مکمل کر چکا تھا، بعد میں ’’فتاوی دار العلوم زکریا‘‘ میں ایک فتوی نظر سے گذرا، اسے بھی رسالہ کے آخر میں تتمہ کے عنوان سے نقل کرنا مناسب معلوم ہوا:

ڈھکن دار بیت الخلاء میں دعا پڑھنے کی قرآن وحدیث سے دلیل

سوال:...... ایک عالم دین نے مسئلہ بیان کیا کہ اگر کرسی والے بیت الخلاء کا ڈھکن بند ہو تو اس میں وضو کے اذکار پڑھ سکتے ہیں، اس پر ایک طالب علم نے ان سے سوال کیا کہ قرآن وحدیث میں اس کی دلیل ہے؟ انہوں نے کہا کہ: میں تلاش کر کے بتاؤں گا، قرآن وحدیث اور فقہ میں اس کی کوئی دلیل ہو تو تحریر کریں؟

الجواب:...... قرآن سے دلیل ملاحظہ ہو: جب حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں تھے تو انہوں نے اپنی نجات کے لئے دعا کی تھی۔ یہ دعا قرآن میں مذکور ہے: ﴿ **وذا النون اذ ذهب مغاضبا فظن ان لن نقدر عليه فنادى فى الظلمات ان لا اله الا انت سبحانك انى كنت من الظالمين** ﴾۔ (الانبیاء: ۸۷) اور مچھلی کے پیٹ میں غلاظت ہوتی ہے، اس کے قریب ذکر کو جاری رکھا، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے گندگی کے قریب دعا کی لیکن چونکہ گندگی چھپی ہوئی تھی اس لئے دعا کرنا صحیح تھا۔

حدث شریف سے دلیل ملاحظہ کیجئے:

(۱)...... عن عائشة رضى الله عنها انها حدثت : ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يتكئى فى حجرى وانا حائض ثم يقرأ القرآن۔

(بخاری ص ۴۴ ج ۱، فیصل۔ مسلم ص ۱۴۳ ج ۱، باب قراءة الرجل فى حجر امرأته وهى حائض)

تشریح:......اس حدیث کی شرح میں علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث سے موضع نجاست کے قریب قراءت (وذکر) کے جواز کو بتلانا چاہتے ہیں۔

''وفی عمدة القاری : وغرض البخاری الدلالة علی جواز القراءة موضع النجاسة''۔ (عمدۃ القاری ص۲۷۴ ج۵، باب قراءة الرجل فی حجر امرأته وهی حائض)

''فیض الباری'' میں ہے:

'' انه یکره قراءة القرآن عند الجنازة قبل الغسل و حوالی النجاسة ، ولیس هکذا فی الحائض ' فان نجاستها مستور تحت الثیاب۔

(فیض الباری ص۳۷۶ ج۱، ط: القاھرہ)

(۲)......عن عائشة رضی الله عنها انها قالت : اعتکف مع رسول الله صلی الله علیه وسلم امرأة من أزواجه ، فکانت تری الدم ' والصفرة ' والطست تحتها وهی تصلی۔ (بخاری ص۲۷۳ ج۱، باب اعتکاف المستحاضة ، ط: قدیمی کتب خانہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے زمانہ مبارک میں مستحاضہ عورت کا مسجد میں اعتکاف کرنا ثابت ہے، یہاں مستحاضہ کی نجاست تھی، لیکن چھپی ہوئی تھی، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے نکیر نہیں فرمائی، اور اعتکاف کی حالت میں ذکر واذکار مقصود ہوتے ہیں۔

کتب فقہ سے دلائل ملاحظہ ہو:

(۱)......والبداءة بالتسمیة قولا ' وتحصل بکل ذکر ' لکن الوارد عنه علیه الصلوة والسلام ' باسم الله العظیم ' والحمد لله علی دین الاسلام قبل الاستنجاء و بعده ' الا حال انکشاف وفی محل نجاسة فیسمی بقلبه۔

(الدر المختار ص۱۰۸ ج۱، کتاب الطہارۃ، سعید)

(۲)......مطلب سنن الغسل قوله سننه ... كسنن الوضوء أى من البداءة بالنية والتسمية والسواک والتخليل والدلک والولاء ... قال الشرنبلالی : و يستحب ان لا يتكلم بكلام مطلقا أما كلام الناس فلكراهته حال الكشف وأما الدعاء فلأنه فى مصب المستعمل و محل الاقذار والأوحال ' اقول : قد عد التسمية من سنن الغسل فيشكل على ما ذكره ' تامل....

اقول : أو المراد الكراهة حال الكشف فقط كما أفاده التعليل السابق والظاهر من حاله عليه الصلوة والسلام انه لا يغتسل بلا ساتر ، قوله مع كشف عورة ' فلو كان متزرا فلا بأس به كما فى شرح المنية والامداد ۔(فتاوی شامی ص۱۵۶ج۱،سعید)

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ ستر کھولنے سے پہلے تسمیہ پڑھنا چاہئے ستر کھولنے کے بعد مکروہ ہے، اسی طرح محل نجاست ظاہر ہو تو تسمیہ مکروہ ہے، لیکن نجاست اور گندگی چھپی ہوئی ہو تو کراہت نہیں ہے۔.....

(۳)......فقہاء نے لکھا ہے کہ: اگر کسی جگہ کے اوپر کا حصہ پاک ہو اور نیچے کا حصہ ناپاک ہو تو اس پر نماز پڑھنا یا دعا کرنا درست ہے۔

”قال فى البحر : ولو صلى على ماله بطانة متنجسة وهو قائم على ما يلى موضع النجاسة من الطهارة عن محمد يجوز و عن أبى يوسف لا يجوز وقيل : جواب محمد فى غير المضرب فيكون حكمه حكم ثوبين و جواب أبى يوسف فى المضرب فحكمه حكم ثوب واحد فلا خلاف بينهما ... لو بسط الثوب الطاهر على الارض النجسة و صلى عليه جاز“۔(البحر الرائق ص۱۹۲ج۲،ط:دار الفکر)

”کتاب المسائل“ میں ہے:

اگر ناپاک تر یا خشک زمین پر ایسا موٹا کپڑا یا چٹائی یا پلاسٹک بچھا کر نماز پڑھیں جس سے نجاست اوپر معلوم نہ ہو تو نماز درست ہو جائے گی، ولو کان رقیقا و بسطه علی موضع نجس ان صلح ساترا للعورة تجوز الصلوة۔ شامی۔

(کتاب المسائل ص ۲۶۷ ج ۱۔ مزید ملاحظہ ہو: (کتاب الفتاوی ص ۴۴ ج ۲) واللہ سبحانہ اعلم۔

(فتاوی دار العلوم زکریا ص ۸۲/۸۳/۸۴/۸۵ ج ۹)

مسجد کی صفائی

اس مختصر رسالہ میں: مسجد کی صفائی کے بارے میں قرآن کریم کی آیات، اور آپ ﷺ کی احادیث سے فضائل بیان کیئے گئے ہیں، اور مسجد کی گندگی پر وعیدوں کے ساتھ وہ احادیث بھی لکھی گئی ہیں جن میں بدبودار چیز کھانے کے بعد مسجد میں جانے کی اور حائضہ عورت کا مسجد میں جانے کی ممانعت آئی ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

عرض مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مساجد کو صاف رکھنے کا حکم ہے اور ان میں گندگی ڈالنے سے منع کیا گیا ہے۔آپ ﷺ نے بنفس نفیس مسجد کی صفائی فرمائی، اور اسلاف کا بھی یہی طریقہ رہا ہے۔آپ ﷺ نے مسجد میں گندگی دیکھی تو سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا، یہاں تک کہ چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔آپ ﷺ نے مسجد کی صفائی کے فضائل بیان فرمائے۔فقہاء نے اس سلسلہ میں مختلف جزئیات تحریر فرمائے ہیں۔''عمدۃ الفقہ'' کے چند مسائل لکھے جاتے ہیں:

مسئلہ:......مسجد میں کچا لہسن، پیاز، مولی وغیرہ کھانا یا کھا کر جانا جب تک بو باقی ہو مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ اس سے فرشتوں کو اور مسلمانوں کو تکلیف ہوتی ہے پس ایسے شخص کو مسجد میں آنے سے منع کیا جائے۔

مسئلہ:......یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جس سے نمازیوں اور فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے، مثلا: گندہ دہن (منہ)، بغل کے عارضہ والا، یا جس کے بدن یا کپڑوں میں بدبو ہو یا بدبودار زخم والا، یا جس نے کوئی بدبودار دوائی لگائی ہو، جب تک اس کی بدبو منقطع نہ ہو جائے اور قصاب و مچھلی فروش جبکہ ان کے کپڑوں یا بدن میں بدبو ہو (اور بکثرت حقہ سگرٹ پینے والے، مؤلف).....اور اگر عذر سے یا بھول کر نماز کے وقت بدبودار چیز کا استعمال ہوا تو ترک جماعت و ترک مسجد کے لئے وہ معذور ہوگا ورنہ نہیں۔اسی حکم میں ہے وہ شخص جو لوگوں کو زبان سے ایذا دیتا ہو یعنی غیبت و چغلی وغیرہ کرتا ہو کہ اس کو بھی مسجد میں آنے سے منع کیا جائے گا، اسی طرح مٹی کا تیل اور وہ دیا سلائی جس کے رگڑنے سے بدبو اڑتی ہو مسجد میں جلانا مکروہ ہے۔

مسئلہ:...... مسجد کو ہر گھناؤنی چیز سے بچانا چاہئے اور مسجد کے اندر نجاست کا لے جانا اگر چہ اس سے مسجد آلودہ نہ ہو مکروہ ہے۔

مسئلہ:......اسی طرح جس کے بدن پر نجاست لگی ہو اس کو مسجد میں داخل نہیں ہونا چاہئے۔

مسئلہ:...... مسجد کے اندر ناپاک تیل سے چراغ جلانا، اور مسجد کو استر (لپائی) ایسے گارے سے کرنا جس میں ناپاک پانی ڈالا گیا ہو یا مسجد میں پیشاب کرنا، فصد کھلوانا اگر چہ کسی برتن کے اندر پیشاب یا خون لیا جائے جائز نہیں ہے۔

مسئلہ:...... مسجد کے اندر ریح خارج کرنا بھی نہیں چاہئے۔

مسئلہ:...... مسجد کے اندر کلی وغیرہ کرنا اور وضو کرنا مکروہ ہے، کیونکہ اس سے پانی سے گھن آتی ہے کہ اکثر تھوک و رینٹھ سے خالی نہیں ہوتا۔

مسئلہ:...... چمگاڈر و کبوتر وغیرہ کے گھونسلے مسجد کی صفائی کے لئے نوچ کر پھینکنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

مسئلہ:......بچوں اور پاگلوں کو جن سے مسجد کے ناپاک ہونے کا گمان غالب ہو مسجد میں لے جانا مکروہ تحریمی ہے، اور اگر مسجد کے نجس ہونے کا گمان غالب نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔

مسئلہ:...... مسجد میں جوتیاں و موزے لے جانے والے کو چاہئے کہ اچھی طرح ان کی دیکھ بھال کریں اور نجاست لگی ہو تو صاف کر لے، اگر جوتے و موزے پاک ہوں تو ان کو پہن کر نماز پڑھنا افضل ہے، لیکن ہمارے زمانے کے عرف میں مسجد میں جوتے پہن کر جانا بے ادبی میں داخل ہے، اور اس سے مسجد کی آلودگی کا بھی خوف ہے، نبی کریم ﷺ کے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں مسجد نبوی میں اس وقت کنکریاں بچھی ہوئی تھیں،

اس لئے آپ ﷺ کے زمانے میں یہ خوف نہ تھا، اور اب لوگ ویسی احتیاط بھی نہیں کر سکتے، اس لئے مسجد میں جوتے اتار کر جانا چاہئے۔

(مستفاد: عمدۃ الفقہ ص۲۸۳/تا۲۸۷ ج۲، مسائل مسجد کا بیان)

(ا)......و أكل نحو ثوم و يمنع منه (تحته فى الشامية) و كذلك الحق بعضهم بذلك من بفيه بخر أو به جرح له رائحة و كذلك القصاب والسماك والمجذوم والأبرص أولى بالالحاق۔

''شامی'' میں ہے: '' أذى المسلمين وأذى الملائكة فبالنظر الى الاولى يعذر فى ترك الجماعة و حضور المسجد، و بالنظر الى الثانية فى ترك حضور المسجد ولو كان وحده ''۔ ''قلت : علة النهى أذى الملائكة وأذى المسلمين (الى قوله) وكذلك ألحق بعضهم بذلك من بفيه بخر أو به جرح له رائحة، وكذلك القصاب، والسماك، والمجذوم والأبرص أولى بالالحاق ، وقال سحنون : لا أرى الجمعة عليهما ، الخ''۔

(شامی ص۴۳۵ ج۲، باب ما يفسد الصلوة ، مطلب : فى الغرس فى المسجد ، كتاب الصلوة)

آداب مسجد کی بنیادیں

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے مسجد کے آداب کی تین بنیادیں بیان فرمائی ہیں، آپ فرماتے ہیں:

روایات میں مسجد کے جو آداب آئے ہیں ان کی تین بنیاد ہیں:

پہلی بنیاد:......مسجد کی تعظیم ضروری ہے۔...

دوسری بنیاد:......مسجد کو کوڑے کرکٹ، گرد و غبار، میل کچیل اور قابل نفرت چیزوں سے

صاف رکھنا چاہئے۔

تیسری بنیاد:......مسجد میں ایسا کوئی کام نہیں کرنا چاہئے جس سے عبادت میں مشغول لوگوں کے دل پراگندہ ہوں، اور مسجد میں بازاروں جیسا شور بھی نہیں کرنا چاہئے۔

(رحمۃ اللہ الواسعۃ ص ۳۴۶/۳۴۷ ج ۳، فصل: آداب مسجد کی بنیادیں، کتاب الصلوۃ)

اس مختصر رسالہ میں مسجد کی صفائی کے بارے میں چند مسائل، قرآن کریم کی آیات اور آپ ﷺ کی چند احادیث جمع کی گئی ہیں۔اللہ تعالی اس تحریر کو نافع ومفید بنائے، اور ہم سب مسلمانوں کو اپنی اپنی مساجد کو صاف ستھرا رکھنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

۱۰/صفر المظفر ۱۴۴۴ھ مطابق: ۷/ستمبر ۲۰۲۲ء

بروز بدھ

مسجد کی صفائی کا حکم قرآن کریم سے

قرآن کریم نے کس تاکید سے حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے عہد لیا کہ مسجد کو صاف رکھیں، ملاحظہ ہو: اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:

(۱)...... ﴿ وَعَهِدۡنَآ اِلٰٓى اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ اَنۡ طَهِّرَا بَيۡتِىَ لِلطَّآئِفِيۡنَ وَالۡعٰكِفِيۡنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوۡدِ ﴾۔ (پ:۱/سورۂ بقرہ، آیت نمبر:۱۲۵)

ترجمہ:......اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل (علیہما الصلوۃ والسلام) کو یہ تاکید کی کہ: تم دونوں میرے گھر کو ان لوگوں کے لئے پاک کرو جو (یہاں) طواف کریں اور اعتکاف میں بیٹھیں اور رکوع اور سجدہ بجالائیں۔

تفسیر:......اس آیت میں بیت اللہ کو پاک کرنے کا حکم ہے....اور اس حکم طہارت کے لئے لفظ ''بَيۡتِىَ''میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ حکم تمام مساجد کے لئے عام ہے، کیونکہ ساری مساجد بیوت اللہ ہیں۔ (مستفاد: معارف القرآن ص۳۲۳ ج۱)

''طَهِّرَا'' تثنیہ کا صیغہ ہے، حکم حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ حضرت اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کو بھی مل رہا ہے، اور اقامت توحید میں برابر شریک بنائے جارہے ہیں۔ فقہاء نے خطاب کے اس صیغہ سے مفہوم عموم کا لیا ہے، یعنی تطہیر کی ذمہ داری ہر فرد پر ہے، خواہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی طرح متبوع ومقتدا ہو یا حضرت اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام کی طرح تابع ومقتدی ہو۔

''طَهِّرَا'' بالتشدید مبالغہ کا صیغہ ہے، یعنی خوب اچھی طرح پاک وصاف رکھو۔ فقہاء نے یہیں سے نکالا ہے کہ مسجد کی صفائی فرض ہے۔

(تفسیر ماجدی، سورۂ بقرہ، حاشیہ:۴۵۳/آیت نمبر:۱۲۵)

پھر لفظ عہد سے تعبیر فرمائی، اس میں تاکید در تاکید کی طرف بھی اشارہ معلوم ہوتا ہے۔

(۲)......قال ابن عباس رضی اللہ عنھما : ﴿ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا ﴾ محررا للمسجد یخدمہ۔

(بخاری، باب الخدم للمسجد ، کتاب الصلوۃ ، قبل رقم الحدیث:۴۶۰)

ترجمہ:......حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: (آیت کریمہ) ’’میں نے نذر مانی ہے کہ میرے پیٹ میں جو بچہ ہے اسے ہر کام سے آزاد کر کے آپ کے لئے وقف کرتی ہوں‘‘ (آل عمران، آیت نمبر:۳۵) میں (محررا کے معنی ہیں) آزاد کیا ہوا، وہ مسجد کی خدمت کرے گا۔

تشریح:......امام بخاری رحمہ اللہ اس باب سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مسجد کے لئے خادم مقرر کرنا جائز ہے، اور یہ طریقہ امم سابقہ میں بھی رہا ہے، حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی والدہ حضرت حنہ رضی اللہ عنہا نے جب ان کا حمل ٹھہرا تو منت مانی تھی کہ میرے جو بچہ ہوگا اس کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کرتی ہوں کہ وہ اس کی خدمت کرے۔

اس آیت سے بھی مسجد کی صفائی کا حکم معلوم ہوتا ہے، اس لئے مسجد کا خادم اور کاموں کے ساتھ ساتھ صفائی بھی کرتا ہے۔

مسجد کی صفائی کا حکم اور اس کے فضائل

ہر محلّہ میں مسجد بنانے اور اس کو صاف رکھنے کا حکم

(۱)......عن عائشة رضی الله عنها قالت : أمر رسول الله صلی الله علیه وسلم ببناء المسجد فی الدُّور وأن تُنَظَّفَ وتُطَيَّبَ۔

(ابوداؤد، باب اتخاذ المساجد فی الدور ، کتاب الصلوة ، رقم الحدیث:۴۵۳۔ترمذی، باب ما ذکر فی تطییب المساجد ، ابواب السفر ، رقم الحدیث:۵۹۴۔ابن ماجہ، باب تطهیر المساجد و تطییبها ، کتاب المساجد والجماعات ، رقم الحدیث:۷۵۸)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے (ہر) محلوں میں مسجد بنانے اور ان کو صاف رکھنے اور معطر رکھنے کا حکم فرمایا۔

آپ ﷺ کا مسجد سے بلغم کو اپنے ہاتھ مبارک سے کھرچنا

(۲)......عن انس رضی الله عنه : انّ النبی صلی الله علیه وسلم رأی نُخامةً فی القبلة فشقّ ذلک علیه ' حتی رُئِیَ فی وجهه ' فقام فحکّه بیده ، الخ۔

(بخاری، باب حکّ البُزاق بالید من المسجد ، کتاب الصلوة ، رقم الحدیث:۴۰۵)

ترجمہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے (مسجد میں) قبلہ کی جانب بلغم دیکھا، آپ ﷺ کو یہ ناگوار گذرا یہاں تک کہ آپ ﷺ کے چہرہ انور پر اس کے اثرات ظاہر ہوئے، آپ ﷺ نے اس بلغم کو اپنے ہاتھ مبارک سے کھرچ دیا۔

آپ ﷺ کا بنفس نفیس مسجد کی صفائی فرمانا

(۳)......عن یعقوب بن زید : انّ النبی صلی الله علیه وسلم کان یَتبَع غُبار

المسجد بجَرِيدة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۳۸ ج ۳، فی کنس المساجد ، کتاب الصلوۃ ، رقم الحدیث:۴۰۴۱)

ترجمہ:......حضرت یعقوب بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ (بنفس نفیس) جھاڑو سے مسجد کا غبار صاف فرماتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مسجد کو جھاڑو دینا

(۴)......عن المطلب بن عبد الله بن حَنْطب : انّ عمر بن الخطاب رضى الله عنه أتى مسجدَ قُباءَ على فرس له فصلى فيه ' ثم قال : يا يرفأ ! ائتنى بجَريدة ، قال : فأتاه بجريدة ' فاحْتَجَز عمرُ بثوبه ' ثمّ كنسه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۳۷ ج ۳، فی کنس المساجد ، کتاب الصلوۃ ، رقم الحدیث:۴۰۳۸)

ترجمہ:......حضرت مطلب بن عبداللہ بن حنطب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر مسجد قباء آئے اور اس میں نماز پڑھی، پھر فرمایا: اے یرفأ! جھاڑو لاؤ، وہ جھاڑو لے آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے کپڑوں کو سمیٹ کر مسجد میں جھاڑو دی۔

حضرت شعبی رحمہ اللہ کا مسجد کی صفائی کرنا

(۵)......أبو عاصم الثقفى قال : كنتُ مع الشعبى فى المسجد ' فجعل يتطَأطَأُ ' فقلت : ما تصنع يا أبا عمرو! قال : اَلْتَقِطُ القصبة و الخشاشة و الشىء من المسجد ، قال : و كان أبو عاصم مكفوفا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۳۷ ج ۳، فی کنس المساجد ، کتاب الصلوۃ ، رقم الحدیث:۴۰۳۹)

ترجمہ:......حضرت ابو عاصم ثقفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں حضرت شعبی رحمہ اللہ کے

ساتھ مسجد میں تھا، وہ سر جھکا کر کچھ کرنے لگے، میں نے پوچھا: اے ابوعمرو! آپ کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں لکڑی کے ٹکڑے، حشرات اور دوسری چیزیں اٹھا رہا ہوں، اور ابو عاصم رحمہ اللہ نابینا تھے۔

حضرت سالم رحمہ اللہ کا مسجد میں جھاڑو دینا

(۶)......عن عكرمة بن عمّار قال : رأيت سالما كنس مكانا ، ثم صلّى فيه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۲۸ ج ۵، فی كنس المساجد ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث: ۴۰۴۰)

ترجمہ:......حضرت عکرمہ بن عمار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت سالم رحمہ اللہ کو دیکھا کہ انہوں نے ایک جگہ جھاڑو دی پھر نماز پڑھی۔

مسجد سے گندگی دور کرنے پر جنت میں گھر کا وعدہ

(۷)......عن ابی سعيد الخدری رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله عليه وسلم : من اخرج أذى من المسجد بنى الله له بيتا فی الجنة۔

(ابن ماجہ، باب تطهير المساجد و تطييبها ، كتاب المساجد والجماعات ، رقم الحديث: ۷۵۷)

ترجمہ:......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو مسجد سے ناپاک (اور گندی) چیز کو دور کرے گا، اللہ تعالی اس کے لئے جنت میں گھر بنائیں گے۔

آپ ﷺ کو مسجد کی صفائی کا اجر دکھلایا گیا

(۸)......عن انس بن مالک رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله عليه و سلم : عُرِضَتْ عَلَيَّ اُجور اُمّتی ، حتّى القَذاةُ يُخرِجُها الرجل من المسجد ، و

عُـرِضَتْ عَلَيَّ ذنوبُ اُمّتى ‘ فلم أر ذنبا أعظم من سورةٍ من القرآن أو آية اُوتِيَها رجل ثم نسيها۔

(ابوداؤد، باب فى كَنْس المسجد ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث:۴۵۹۔ترمذی، باب ، ابواب فضائل القرآن ، رقم الحديث:۲۹۱۶)

ترجمہ:......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے سامنے میری امت کے اجر وثواب پیش کئے گئے یہاں تک کہ کوڑا کرکٹ جو مسجد سے آدمی نکالتا ہے (وہ بھی پیش کیا گیا)، اور (اسی طرح) مجھ پر میری امت کے گناہ بھی پیش کئے گئے تو میں نے اس سے زیادہ بڑا گناہ کوئی نہیں دیکھا کہ کسی کو قرآن کریم کی کوئی سورت یا آیت عطا کی گئی ہو (یعنی یاد ہو) پھر اس کو بھلا دے۔

مسجد سے کوڑا کرکٹ نکالنا حورعین کا مہر ہے

(۹)......عن ابى قرصافة رضى الله عنه : انّه سمع النبى صلى الله عليه وسلم يقول : ابنوا المساجد وأخرجوا القُمامة منها ‘ فمن بنى لله مسجدا بنى الله له بيتا فى الجنة قال رجل : يا رسول الله ! وهذه المساجد التى تبنى فى الطريق ؟ قال : نعم ، واخراج القمامة منها مهور حور العين۔

(معجم طبرانی کبیر ص۴ ج۳، جندرة بن خيشنة أبو قرصافة الليثى ، رقم الحديث:۲۵۲۱)

ترجمہ:......حضرت ابوقرصافہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: مسجدیں بناؤ اور ان سے کوڑا کرکٹ نکالو، جو اللہ تعالی (کی رضا) کی خاطر مسجد بنائے گا اللہ تعالی اس کے لئے جنت میں گھر بنائیں گے، ایک صاحب نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ جو مساجد راستوں میں بنائی گئی ہیں؟ (وہ بھی اسی فضیلت میں آئیں

گی؟) آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں، اور مساجد سے کوڑا کرکٹ کا نکالنا حور عین کا مہر ہے۔

آپ ﷺ کا مسجد کی صفائی کرنے والے کی قبر پر نماز پڑھنا

(۱۰)......عن أبی هريرة رضی الله عنه : ان رجلا أسود –أو امرأة سوداء –كان يَقُمُّ المسجد فمات فسأل النبی صلی الله عليه وسلم عنه ؟ فقالوا : مات ، قال : أفلا كنتم آذنتمونی به ؟ دُلُّونی علی قبره أو قال : علی قبرها ، فأتی قبرَه فصلی عليها۔

(بخاری، باب كنس المسجد والتِقاط الخِرَق والقذی والعيدان ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث: ۴۵۸)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک سیاہ فام مرد یا ایک سیاہ فام عورت مسجد کی صفائی کرتے تھے، ان کا انتقال ہوا (اور وہ آپ کو نظر نہ آئے تو) نبی کریم ﷺ نے ان کے متعلق پوچھا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے بتلایا کہ ان کا انتقال ہوگیا، آپ ﷺ نے فرمایا: آپ لوگوں نے مجھے اس کی اطلاع کیوں نہیں دی؟ مجھے ان صحابی یا ان صحابیہ کی قبر کا پتہ بتاؤ، آپ ﷺ ان کی قبر پر تشریف لے گئے اور (ان کی قبر پر) نماز جنازہ پڑھی۔

تشریح:......بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورت تھی، اور اس کا نام ’’ام محجن‘‘ تھا۔ ’’ترغیب‘‘ کی ایک روایت میں ہے کہ: آپ ﷺ نے اس کی قبر پر نماز پڑھ کر اس سے پوچھا: کون سا عمل تو نے افضل پایا؟ آپ ﷺ کے اس سوال پر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! کیا یہ عورت سنتی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس سے زیادہ سننے والے نہیں (یعنی وہ عورت تم سے زیادہ بہتر سن رہی ہیں) پھر آپ ﷺ

نے اس کا جواب نقل فرمایا کہ: وہ کہہ رہی ہیں: مسجد سے کوڑا کرکٹ صاف کرنا (میں نے سب سے افضل عمل یہ پایا)۔

(۱۱)......فصف الناس فصلی علیها ' ثم قال : ایّ العمل وجدتِ افضل ؟ قالوا : یا رسول الله ! أتسمع ؟ قال : ما أنتم بأسمع منها ، فذكر انها اجابَته : قَمُّ المسجد۔

(الترغیب والترهیب ص۱۲۲ج۱، الترغیب فی تنظیف المساجد وتطهیرها وما جاء فی تجمیرها
کتاب الصلوة ، رقم الحدیث:۴)

ایک روایت میں ہے: آپ ﷺ نے اس عورت کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا: میں نے اسے جنت میں دیکھا، اس لئے کہ وہ مسجد سے کوڑا کرکٹ اٹھاتی تھیں۔

(۱۲)......وصلّی علیها ' و قال : انّی رأیتُها فی الجنّة [لما كانت] تَلقُطُ القَذٰی من المسجد۔

(مجمع الزوائد ص۸۶ ج۲، باب تنظیف المساجد ، کتاب الصلوة ، رقم الحدیث:۱۹۵۷)

مسجد میں گندگی پھیلانے پر وعید

مسجد میں تھوکنے پر سخت وعید

(۱)......زیاد بن ملقط قال : سمعت أبا هريرة رضی الله عنه يقول : ان المسجد لَيَنْزَوِی من النُّخامة كما تَنْزَوِی البُضْعة أو الجِلْدة فی النار۔

(مصنف عبدالرزاق ص۴۳۹ ج۱، باب النخامة فی المسجد ، کتاب الصلوة ، رقم الحديث: ۱۶۹۱)

ترجمہ:...... زیاد بن ملقط کہتے ہیں کہ: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: مسجد تھوک سے اس طرح جوش میں آتی ہے جس طرح آگ میں گوشت کے چمڑے کا ٹکرا اُبلتا ہے۔

آپ ﷺ کی مسجد میں گندگی دیکھ کر شدید ناراضگی

(۲)......انّ النبی صلی الله علیه وسلم رأی نُخامة فی القِبلة ... أو رُئِیَ كراهيته لذلک و شِدّته عليه ، الخ۔

(بخاری، باب اذا بدره البُزاق فليأخذ بطرف ثوبه ، کتاب الصلوة ، رقم الحديث: ۴۱۷)

ترجمہ:...... نبی کریم ﷺ نے قبلہ کی جانب بلغم دیکھا...اور آپ ﷺ پر کراہیت دیکھی گئی یا اس وجہ سے آپ ﷺ پر شدید کراہیت دیکھی گئی۔

آپ ﷺ کا مسجد میں گندگی دیکھ کر غصہ سے چہرہ سرخ ہو جانا

(۳)......عن انس بن مالک رضی الله عنه قال : رأی رسول الله صلی الله عليه وسلم نُخامةً فی قبلة المسجد ، فغضب حتّی احمرّ وجهُه ، فقامت اِمرأة من الانصار

فحكّتها وجعلَتْ مكانَها خَلُوقا ' قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ما أحسن هذا۔

(نسائی، تخليق المساجد ، كتاب المساجد ، رقم الحديث:۷۲۹۔ابن ماجہ، باب تطهير المساجد و تطييبها ، كتاب المساجد والجماعات ، رقم الحديث:۷۵۸)

ترجمہ:......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں قبلہ کی جانب بلغم دیکھا تو آپ ﷺ کو اتنا غصہ آیا کہ چہرہ انور سرخ ہوگیا، ایک انصاری عورت نے (یہ منظر دیکھا تو) آئیں اور اس کو کھرچ دیا اور اس کی جگہ خوشبو لگا دی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ کتنا اچھا ہے (یعنی بہت اچھا کیا)۔

مسجد میں تھوکنا گناہ ہے

(۴)......قال النبى صلى الله عليه وسلم : البُزاق فى المسجد خطيئةٌ ' وكفّارتُها دفنُها۔(بخاری، باب كفارة البُزاق فى المسجد ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث:۴۱۵)

ترجمہ:...... نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مسجد میں تھوکنا گناہ ہے، اور اس کا کفارہ اس کو دفن کرنا ہے۔

تشریح:......مسجد کو صاف نہ رکھنا گناہ فرمایا گیا۔

مسجد میں کھٹمل مارنے کی ممانعت

(۵)......ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : اذا وجد احدُكم القَمْلة فى ثوبه ' فَلْيَصُرَّها ولا يُلْقِها فى المسجد۔

(مسند احمد ص۴۷۰ ج۳۸، حديث رجل من الانصار ، رقم الحديث:۲۳۴۸۵)

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے کپڑے میں کھٹمل پائے تو

کپڑے میں لپیٹ لے اور مسجد میں نہ ڈالے۔

(۶)......عن شيخ من أهل مكة من قريش قال : وجد رجل فى ثوبه قملة ‘ فأخذها لِيَطْرَحَها فى المسجد ، فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم : لا تفعل ‘ اردُدُها فى ثوبک حتى تخرُجَ من المسجد۔

(مسند احمد ص ۵۳۸ ج ۳۸، حديث ابى ايوب الانصارى رضى الله عنه ، رقم الحديث: ۲۳۵۵۸)

ترجمہ:......اہل مکہ کے ایک قریشی شیخ فرماتے ہیں کہ: ایک آدمی نے اپنے کپڑے میں کھٹمل کو دیکھا تو اسے پکڑا تا کہ مسجد میں ڈالدے، تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ایسا نہ کرو، اسے اپنے کپڑے میں رکھ لو جب تک کہ مسجد سے باہر نکل نہ جاؤ (اور مسجد سے باہر نکل کر پھینکنا)۔

تشریح:......مقصد یہی تھا کہ مسجد میں کھٹمل کو مارا جائے گا تو مسجد میں گندگی ہوگی۔

مسجد میں مسواک کرنے اور ناخن تراشنے کی کراہت

(۷)......عن عمرو بن دينار قال : يكره ان يُتَسَوَّک فى المسجد ‘ وان يقلم فيه الاظفار۔

(مصنف عبدالرزاق ص ۴۳۹ ج ۱، باب هل يتخلل أو يقلّم الاظافر فى المسجد ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث: ۱۷۱۸)

ترجمہ:......حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: یہ بات مکروہ ہے کہ مسجد میں مسواک کی جائے، یا اس میں ناخن تراشے جائیں۔

تشریح:......مسجد میں مسواک کرنا مسجد کی نظافت کے خلاف ہے، اور گندگی کا باعث ہے، مسواک کرتے وقت منہ سے گندگی اور بدبو نکلتی ہے، اور مسجد کو ان امور سے پاک رکھنے کا

حکم ہے۔بعض لوگوں کو دیکھا گیا کہ مسواک کرتے رہتے ہیں اور ٹہلتے رہتے ہیں، اور مسواک کے ایک آدھ ریشے جو منہ میں ٹوٹ جاتے ہیں پھینکتے رہتے ہیں، یہ تو اور بری بات ہے۔اور جو حدیث میں نماز کے وقت مسواک کا حکم ہے اس کا مطلب نماز کے وضو کے وقت ہے۔(مستفاد: شمائل کبری ص ۶۵۷ ج ۶)

علامہ ملاعلی قاری رحمہ اللہ نے بھی اس کی صراحت فرمائی ہے کہ: مسجد میں مسواک کے وقت تھوک اور لعاب وغیرہ گرنے کا خوف ہو تو مسواک کرنے کو سنت نہیں کہا جائے گا۔

”(والسواک) قیل لا یسن فی المسجد اذا خشی تطایر شیء من الریق أو نحوہ الیه “۔

(مرقاۃ ص ۴ ج ۲، باب السواک ، الفصل الاول ، تحت حدیث : عائشة رضی الله عنها)

مساجد کی صفائی کے خاطر بچوں کو مسجد لانے کی ممانعت

مساجد کی صفائی کی وجہ سے آپ ﷺ نے بچوں سے مساجد کو بچانے کا حکم فرمایا:

(۸)......عن واثلة بن الاسقع رضی الله عنه : انّ النبی صلی الله علیه وسلم قال : جنّبوا مساجدَكم صبیانكم و مجانِینكم ، الخ۔

(ابن ماجہ، باب ما یکرہ فی المساجد ، ابواب المساجد والجماعات ، رقم الحدیث:۷۵۰)

ترجمہ:......حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم اپنی مساجد کو بچوں اور دیوانوں سے بچاؤ۔

مساجد کی صفائی کے خاطر دروازوں پر طہارت خانے بنوانے کا حکم

مساجد کی صفائی کی وجہ سے آپ ﷺ نے مساجد کے دروازوں پر طہارت خانے بنوانے کا حکم فرمایا، تا کہ مساجد نجاست سے آلودہ نہ ہوں۔

اسی طرح مساجد کو خوشبو دینے کا حکم فرمایا، خاص کر جمعہ کے دن مجمع کی کثرت کی وجہ سے بدبو پھیلنے کا موقع زیادہ ہوتا ہے:

(۹)......**عن واثلة بن الاسقع رضی الله عنه : انّ النبی صلی الله علیه وسلم قال :... واتّخذوا علی ابوابها المَطاهِر ' وجَمِّروها فی الجُمَع۔**

(ابن ماجہ، باب ما یکرہ فی المساجد ، ابواب المساجد والجماعات ، رقم الحدیث:۷۵۰)

ترجمہ:......حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اور مسجد کے دروازوں پر طہارت خانے بناؤ، اور جمعہ کے دن مسجد کو دھونی دو۔

بدبودار چیزیں کھا کر مسجد جانے کی ممانعت

مسجد کو گندگی سے بچانے کے خاطر شریعت مطہرہ نے بدبودار چیزیں کھا کر مسجد میں جانے کی ممانعت کی ہے:

(۱)......انّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال في غزوة خيبر : من أكل من هذه الشجرة يعني الثّوم ، فلا يأتينَّ المساجد۔

ترجمہ:...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اس درخت یعنی لہسن سے کھائے، وہ مسجدوں میں نہ آئے۔

(۲)......انّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : من أكل من هذه البقلة ، فلا يقربنَّ مسجِدنا ، حتى يذهب ريحها ، يعني الثوم۔

ترجمہ:...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اس ترکاری یعنی لہسن کو کھائے، وہ اس وقت تک ہماری مسجد کے قریب نہ آئے جب تک کہ اس کی بو ختم نہ ہو جائے۔

(۳)......قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من أكل من هذه الشجرة ، فلا يقربنّا ، ولا يصلي معنا۔

ترجمہ:...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اس درخت سے کھائے، وہ ہمارے قریب نہ آئے، اور نہ ہمارے ساتھ نماز پڑھے۔

(۴)......قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من أكل من هذه الشجرة ، فلا يقربنَّ مسجدنا ، ولا يُؤذِنا بريح الثوم۔

ترجمہ:...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اس درخت سے کھائے، وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے، نہ ہمیں لہسن کی بو سے تکلیف دے۔

(۵)......انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : من أکل من ھذہ البقلة ..... فلا یقربنَّ مسجدنا ، فانّ الملا ئکة تتأذّی مِمَّا یتأذّی منه بنو آدم۔

(مسلم، باب نھی من أکل ثوما أو بصلا أو کراثا أو نحوھا ' الخ ، کتاب المساجد ، رقم الحدیث: ۵۶۳/۵۶۲/۵۶۱)

ترجمہ:...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جوان درختوں سے کھائے ، وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے ، کیونکہ فرشتوں کو بھی ان چیزوں سے تکلیف ہوتی ہے جن سے انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

لہسن اور پیاز کھانے والوں کو آپ ﷺ مسجد سے باہر نکال دیتے

(۶)......عن معدان بن ابی طلحة الیعمری رحمه اللہ : انّ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه......قال : اِنَّکُمْ اَیُّھَا النَّاسُ ! تَأْکُلُوْنَ مِنْ شَجَرَتَیْنِ لَا اَرَاھُمَا اِلَّا خَبِیْثَتَیْنِ ھٰذَا الثُّوْمُ وَالْبَصَلُ ، وَاَیْمُ اللّٰہِ لَقَدْ کُنْتُ اَرٰی نَبِیَّ اللّٰہِ اِذَا وَجَدَ رِیْحَھُمَا مِنَ الرَّجُلِ یَأْمُرُ بِهٖ فَیُؤْخَذُ بِیَدِهٖ فَیُخْرَجُ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتّٰی یُؤْتٰی بِهِ الْبَقِیْعَ ، فَمَنْ اَکَلَھُمَا لَا بُدَّ فَلْیُمِتْھُمَا طَبْخًا۔(کنز العمال ، خلا فة امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنه ، رقم الحدیث:۱۴۲۳۹)

ترجمہ:......معدان بن ابی طلحہ یعمری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ.....نے فرمایا: اے لوگو! تم یہ چیزیں جو کھاتے ہو میں ان کو خبیث سمجھتا ہوں: لہسن اور پیاز۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ کسی آدمی سے ان کی بومحسوس فرماتے تو اس کے متعلق حکم دیتے' اور اس آدمی کو ہاتھ سے پکڑ کر مسجد سے باہر لایا جاتا حتی کہ بقیع تک اس کو مسجد سے دور کر دیا جاتا تھا، لہذا جو ان دو چیزوں کو کھائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ پکا کر ان کی بو مار دے۔

حائضہ کے لئے مسجد جانے کی ممانعت

حالت حیض میں چونکہ عورت کو خون آتا ہے، اور خون ناپاک ہے، اور اس میں بدبو بھی ہوتی ہے، اس لئے شریعت نے حائضہ کو حکم دیا کہ وہ مسجد میں نہ جائے، مسجد کی نظافت کا تقاضہ ہے کہ حائضہ کو مسجد کی حاضری سے منع کیا جائے۔

''ومنها : أن لا تدخل المسجد ' وفی التهذيب : لا تدخل مسجد الجماعة ، وفی الحجة : الا اذا كان فی المسجد ماء و لاتجد فی غيره ' وكذا الحكم اذا خاف الجنب أو الحائض سبعا أو لصا أو بردا فلا بأس بالمقام فيه ، والأولى ان يتيمم تعظيما للمسجد''۔

(فتاوی تاتارخانیہ ص۴۸۱ ج۱، لا يجوز للحائض دخول المسجد ، كتاب الطهارة ، رقم:۱۲۸۶)

(۱)......عائشة رضی الله عنها تقول : جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم ووجوه بيوت اصحابه شارعة فی المسجد ' فقال : وجِّهوا هذه البيوت عن المسجد ' ثم دخل النبی صلى الله عليه وسلم ولم يصنع القوم شيئا رجاء ان ينزل فيهم رخصة ' فخرج اليهم فقال : وجهوا هذه البيوت عن المسجد فانی لا احل المسجد لحائض ولا جنب۔ (ابوداؤد، باب فی الجنب يدخل المسجد ، كتاب الطهارة ، رقم الحديث:۲۳۲)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مکانات کے دروازے مسجد کی طرف ہیں (تاکہ ہر وقت مسجد جاسکیں) آپ ﷺ نے فرمایا: ان گھروں کا رخ مسجد کی جانب سے تبدیل کردو، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے اور اس سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کچھ بھی نہیں کیا اس امید پر کہ شاید اجازت نازل ہوجائے

(اور یہ حکم منسوخ ہوجائے گا) پھر جب آپ ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان گھروں کا رخ مسجد کی طرف سے پھیر دو، (یعنی دروازوں کو مسجد کی طرف سے بند کردو) اس لئے کہ میں حائضہ اور جنبی کے لئے مسجد میں داخل ہونے کو حلال نہیں کرتا۔

(۲)......ام سلمة رضی الله عنها قالت : دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم صرحة هذا المسجد ، فنادى بأعلى صوته : ان المسجد لا يحل لجنب و لا لحائض۔

(ابن ماجہ، باب ما جاء في اجتناب الحائض المسجدَ ، ابواب التيمم ، رقم الحديث:۶۴۵)

ترجمہ:......حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ اس مسجد کے صحن میں تشریف لائے اور بلند آواز سے فرمایا: مسجد کسی جنبی اور حائضہ کے لئے حلال نہیں۔

(۳)......عائشة رضی الله عنها تقول : خرجنا لا نرى الا الحجَّ ، فلمّا كنا بِسَرِف حِضْتُ ،فدخل علَيَّ رسول الله صلى الله عليه وسلم وانا أبْكى ، قال : ما لكِ ؟ أنُفِسْتِ ؟ قلت نعم ، قال : انّ هذا أمرٌ كتبه الله على بنات آدم ، فاقضى ما يقضى الحاج غير ان لا تطوفى بالبيت ، قالت : وضحّٰى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن نسائه بالبقر۔

(بخاری، باب الامر بالنّفساء اذا نَفِسْن ، كتاب الحيض ، رقم الحديث:۲۹۴)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ہم گھر سے نکلے اور ہم صرف حج کا ارادہ کررہے تھے، جب ہم مقام سرف پر پہنچے تو مجھے حیض آ گیا، رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اس وقت میں رو رہی تھی، آپ ﷺ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ کیا تمہیں حیض آ گیا؟ میں نے کہا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ چیز ہے جس کو اللہ

تعالی نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دیا ہے، پس تم وہ افعال کرو جو حج کرنے والے کرتے ہیں سوا اس کے کہ تم، بیت اللہ کا طواف نہ کرنا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج (مطہرات رضی اللہ عنہن) کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔

تشریح:...... چونکہ طواف مسجد میں ہوتا ہے، اور حائضہ کا مسجد میں جانا منع ہے، اس لئے آپ ﷺ نے طواف کے علاوہ سارے افعال حج کی اجازت مرحمت فرمائی۔

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ: حائضہ کا مسجد میں داخل ہونا حرام ہے۔

(شرح ابن بطال ص ۴۱۸ ج ۲۔ مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت)

(۴)......عن عائشة رضی الله عنها قالت : قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم: ناوِلِینِی الخُمْرَةَ من المسجد ، قالت : فقلتُ : انّی حائض ، فقال : انّ حَیْضَتَکِ لیسَتْ فی یدکِ۔

(مسلم، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها و ترجیله و طهارة سؤرها ' والاتکاء فی حجرها و قراء ة القرآن فیه ، کتاب الحیض ، رقم الحدیث:۲۹۸)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: مسجد سے نماز کے لئے چٹائی میرے لئے لے آؤ، میں نے عرض کیا: میں تو حائضہ ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: حیض تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔

تشریح:......مطلب یہ ہے کہ: مسجد میں داخل نہ ہو، مسجد میں صرف ہاتھ ڈال کر مصلی لے لو، اس لئے کہ مسجد میں حائضہ کا جانا منع ہے، صرف ہاتھ داخل کرنا منع نہیں۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ حائضہ مسجد میں نہیں جاسکتی۔

پاک جگہ پر جوتے اتارنے کا حکم

اللہ تعالی نے سیدنا حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کو حکم فرمایا: آپ مقدس وادی میں ہیں، اس لئے اپنے جوتے اتار دیجئے۔ یہ حکم بھی مسجد کی صفائی اور ستھرائی کا متقاضی ہے۔

(۱)......﴿اِنِّیۡۤ اَنَا رَبُّکَ فَاخۡلَعۡ نَعۡلَیۡکَ ج اِنَّکَ بِالۡوَادِ الۡمُقَدَّسِ طُوًی﴾۔

(پ:۱۶/سورۂ طٰہٰ، آیت نمبر:۱۲)

ترجمہ:......یقین سے جان لو کہ میں ہی تمہارا رب ہوں۔ اب تم اپنے جوتے اتار دو۔ تم اس وقت طوی کی مقدس وادی میں ہو۔

تفسیر:......حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کو اس وادی میں نعلین اتارنے کا حکم دیا، اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

(۱)......حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت مقاتل اور حضرت قتادہ وغیرہ رحمہم اللہ کا فرمان ہے کہ: وہ جوتیاں ایک مردار گدھے کی کھال کی بنی ہوئی تھیں، اور مردار نجس ہوتا ہے، اور وادی طوی مقدس سرزمین تھی جیسا کہ اس کے بعد والے جملہ میں تصریح ہے۔

(۲)......حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کو جوتیاں اتارنے کا حکم اس لئے دیا کہ آپ کے پیروں کو اس مقدس سرزمین کی مٹی لگے، اور اس کی برکت آپ تک پہنچے۔

(۳)......اس میں یہ تنبیہ ہے کہ مقدس جگہ پر جوتا اتار کر جاتے ہیں جیسے مسجد حرام، مسجد نبوی میں اور دیگر مساجد میں، اور یہ عمل مقدس اور مبارک سرزمین کی عزت اور کرامت کو اور اس کے ادب اور احترام کو ظاہر کرنے کے لئے کیا جاتا ہے، اور خصوصا اس لئے کہ حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام اپنے رب سے ہم کلام ہونے والے تھے تو یہاں پر زیادہ ادب اور احترام ملحوظ تھا۔

(۴)......جب لوگ بادشاہوں کے پاس جاتے ہیں تو ادب کے تقاضے سے جوتے اتار دیتے ہیں، تو اللہ تعالی کی بارگاہ میں حاضری کے وقت یہ زیادہ چاہئے تھا کہ جوتے اتار دیئے جاتے۔

(۵)......حضرت امام مالک رحمہ اللہ جب مدینہ منورہ میں چلتے تھے تو سواری پر سوار نہیں ہوتے تھے، اور یہ مدینہ منورہ کی سرزمین کی تعظیم اور تکریم کی وجہ سے تھا، اسی وجہ سے حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کو بھی اس مقدس سرزمین میں نعلین اتارنے کا حکم دیا۔

(٦)......نعلین سے بیوی اور بچوں کو بھی کنایہ کیا جاتا ہے، اگر کوئی شخص خواب میں نعلین کو دیکھ لے تو یہ اس سے کنایہ ہے کہ اس کی شادی ہوگی، اور یہاں نعلین اتارنے کے حکم میں یہ اشارہ ہے کہ آپ اب اپنے رب کے سامنے حاضر ہو رہے ہیں تو اپنے ذہن سے بیوی اور بچوں کا خیال نکال دیں۔

(۷)......اللہ تعالی نے اس راستہ میں حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے نور اور ہدایت کا فرش بچھا دیا تھا، اور اللہ تعالی کے بچھائے ہوئے فرش کو جوتیوں سے روندنا نہیں چاہئے۔

(۸)......حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کو اللہ تعالی کی طرف سے جو پہلا حکم دیا گیا تھا وہ یہی تھا کہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں نعلین اتاردو جیسا کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کو جو ابتدائی احکام دیئے گئے تھے: وہ یہ تھے:

(۱)......﴿ قُمْ فَاَنْذِرْ ، وَ رَبَّکَ فَکَبِّرْ ، وَ ثِیَابَکَ فَطَهِّرْ ، وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴾۔

(پ:۲۹/سورۂ مدثر، آیت نمبر:۲/۵)

ترجمہ:......اٹھو اور لوگوں کو خبردار کرو۔ اور اپنے پروردگار کی تکبیر کہو۔ اور اپنے کپڑوں کو

پاک رکھو۔اور گندگی سے کنارہ کرلو۔

(۹)......اب آپ وادی مقدس میں پہنچ گئے ہیں تو اپنے دل کو دنیا اور آخرت سے خالی کر کے صرف اللہ تعالی کی ذات کی معرفت میں مستغرق ہوجائیں۔

(۱۰)......انسان خالق پر اس دلیل سے استدلال کرتا ہے کہ یہ جہاں حادث اور ممکن ہے، اور ہر حادث اور ممکن کا کوئی پیدا کرنے والا ہوتا ہے، سو اس جہان کے بھی کوئی پیدا کرنے والے ہیں، اور جب آپ خالق تک پہنچ گئے تو اب اس دلیل کو بھی ذہن سے نکال دیں، اور صرف اور صرف اللہ تعالی کی ذات کی طرف متوجہ ہوں۔

(۱۱)......بعض حضرات نے فرمایا کہ: یہ حکم خشوع اور تواضع کی صورت بنانے کے لئے ہوا جیسا کہ سلف صالحین طواف بیت اللہ کے وقت ایسا ہی کرتے تھے۔

(مستفاد: تبیان القرآن ص ج ۳۴۸/۳۴۹ ج ۷۔معارف القرآن ص ۷۰ ج ٦)

حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کے نعلین مردہ گدھے کے اون کی تھے

(۱)......عن ابن مسعود رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال : كان علی موسی یومَ كلَّمه ربُّه كِسَاءُ صُوفٍ و جُبَّةُ صوف و كُمَّةُ صُوف و سراویلُ صوف و كانت نعلاه من جِلْدِ حِمار مَيِّت۔

(ترمذی، باب ما جاء فی لبس الصوف ، ابواب اللباس ، رقم الحدیث:۱۷۳۴)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس دن حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے رب سے کلام کیا اس دن انہوں نے اون کی چادر اور اون کا جبہ پہنا ہوا تھا، اور اس کی آستینیں بھی اون کی تھیں، اور شلوار بھی اون کی تھی، اور ان کے نعلین مردہ گدھے کے اون کی تھے۔

قبرستان میں جوتے اتارنے کا حکم

حدیث شریف میں قبر اور صاحب قبر کی تعظیم کی وجہ سے بھی جوتے اتارنے کا حکم ہے:

(۳)......عن عصمة رضی الله عنه قال : نظر رسول الله صلی الله علیه وسلم الی رجل یمشی فی نعلیه بین المقابر ، فقال : یا صاحب السبتیة ! اخلع نعلیک۔

(مجمع الزوائد ص۱۴۷ ج۳، باب المشی علی القبور فی النعال ، کتاب الجنائز ، رقم الحدیث: ۴۳۲۳۔ معجم طبرانی کبیر ص۱۸۵ ج۱۷، من اسمه عصمة ، عصمة بن مالک الخطمی ، رقم الحدیث:۴۵۹)

ترجمہ:......حضرت عصمہ بن مالک خطمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ قبروں کے درمیان اپنے جوتوں کے ساتھ چل رہا ہے، تو فرمایا: اے جوتوں والے! اپنے جوتے اتار لے۔

تشریح:...... جب قبرستان میں جوتے اتارنے کا حکم دیا گیا تو مساجد میں بطریق اولی یہ حکم ہونا چاہیئے کہ وہاں جوتے اتار دیئے جائیں۔

مسجد میں بچوں کو لانا

اس مختصر رسالہ میں: مساجد میں بچوں کو لانے کی ممانعت پر احادیث، مسجد میں شور کرنے کی ممانعت پر احادیث، مسجد کے پانی کا اسراف کرنے کی ممانعت پر احادیث، مسجد کی صفائی کا حکم اور اس کے فضائل، مسجد میں گندگی پھیلانے پر وعید، بدبودار چیزیں کھا کر مسجد جانے کی ممانعت، حائضہ کے لئے مسجد جانے کی ممانعت وغیرہ امور مدلل اور باحوالہ لکھے گئے ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

عرض مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نابالغ کی تین قسمیں ہیں اور ان کو مسجد میں لانے کے احکام

مسجد میں ہر بچے کا لانا ممنوع نہیں ہے، بعض کو لانا درست ہے اور بعض کو نہیں۔ مطلقا بچوں کو مسجد میں آنے سے روکنا اور نکالنا درست نہیں۔ اس میں کچھ تفصیل ہے، اور وہ یہ ہے کہ نابالغ بچوں کی تین قسمیں ہیں:

(۱)......وہ بچے جو اتنے ناسمجھ اور کم عمر ہوں کہ انہیں پاکی وناپاکی، مسجد وغیر مسجد کا بالکل شعور نہ ہو، اور ان سے مسجد کے ناپاک ہوجانے کا غالب گمان ہو۔ ان کا حکم یہ ہے کہ انہیں مسجد میں لانا بالکل جائز نہیں ہے، مقتدیوں کو انہیں لانے سے بالکل روک دینا واجب ہے۔

(۲)......وہ بچے جو کچھ تھوڑی بہت سمجھ رکھتے ہوں، اور ان سے مسجد کی بے حرمتی اور ناپاک ہونے کا قوی اندیشہ نہ ہو۔ ان کا حکم یہ ہے کہ انہیں مسجد میں لانا درست ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ نہ لایا جائے۔

(۳)......وہ نابالغ بچے جو قریب البلوغ ہوں اور پوری طرح باشعور ہوں، پاکی وناپاکی کو سمجھتے ہوں اور مسجد کا احترام ملحوظ رکھتے ہوں۔ ان کا حکم یہ ہے کہ انہیں مسجد میں لانا بلا کراہت جائز ہے، بلکہ نماز کی عادت ڈالنے کے لئے لانا ہی چاہئے۔ البتہ ہر سرپرست کو ان کی نگرانی بھی کرنی چاہئے تاکہ وہ مسجد میں کوئی شرارت یا آداب مسجد کے خلاف کوئی کام نہ کریں۔ (بڑوں کی صف میں بچوں کی شمولیت ''فقہی رسائل'' ص ۲۱۹ ج ۱)

مسئلہ:......بچوں اور پاگلوں کو جن سے مسجد کے ناپاک ہونے کا گمان غالب ہو مسجد میں لانا

مکروہ تحریمی ہے، اور اگر مسجد کے نجس ہونے کا گمان غالب نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔

(عمدۃ الفقہ ص ۲۸۴ ج ۲ / مسائل مسجد کا بیان)

اعلان ''چھوٹے بچوں کو مسجد میں نہ لایا جائے'' لگانا درست ہے

مسئلہ:...... مسجد میں اس طرح اعلان لکھ کر لگانا کہ: ''چھوٹے بچوں کو مسجد میں نہ لایا جائے'' جائز و درست ہے۔ (مستفاد: فتاوی دینیہ ۲۱۵ ص ج ۲، کتاب احکام المساجد)

(۱)......ویحرم ادخال صبیان و مجانین حیث غلب تنجیسهم ' والا فیکره ، وفی الشامی : قوله (و یحرم ، الخ) والمراد بالحرمة كراهة التحريم لظنية الدليل ..... (والا فيكره) أى تنزيها ، تأمل۔

(شامی ص ۴۲۹ ج ۲، مطلب : فی احکام المسجد ، باب ما یفسد الصلوة وما یکره ، کتاب الصلوة ، ط : مکتبة دار الباز ، مکة المکرمة)

چھوٹے بچوں کو مسجد میں لانے کے نقصانات

چھوٹے بچوں کو مسجد میں لانے کے کئی نقصانات ہیں، بچے شور کرتے ہیں، مسجد میں دوڑتے رہتے ہیں، اس سے سارے نمازیوں کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے، حالانکہ مسجد میں شور کرنے کی ممانعت آئی ہے۔

بچے بعض اوقات پیشاب وغیرہ کر دیتے ہیں، جس سے مسجد میں نجاست اور ناپاکی ہوتی ہے، بدبو آتی ہے، مسجد کی پاکی و طہارت میں نقص و کمی آتی ہے، اور مساجد کو پاک رکھنے کا حکم ہے۔

بعض بچے مسجد کے پانی کا اسراف کرتے ہیں، جبکہ مطلق وضو میں پانی کا اسراف برا ہے، اور مسجد کے وقف مال میں پانی کا اسراف اور بھی شدت اختیار کر جاتا ہے۔

آداب مسجد کی بنیادیں

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے مسجد کے آداب کی تین بنیادیں بیان فرمائی ہیں، آپ فرماتے ہیں:

روایات میں مسجد کے جو آداب آئے ہیں ان کی تین بنیادہیں:

پہلی بنیاد:...... مسجد کی تعظیم ضروری ہے۔...

دوسری بنیاد:...... مسجد کو کوڑے کرکٹ، گرد وغبار، میل کچیل اور قابل نفرت چیزوں سے صاف رکھنا چاہئے۔

تیسری بنیاد:...... مسجد میں ایسا کوئی کام نہیں کرنا چاہئے جس سے عبادت میں مشغول لوگوں کے دل پراگندہ ہوں، اور مسجد میں بازاروں جیسا شور بھی نہیں کرنا چاہئے۔

(رحمۃ اللہ الواسعۃ ص ۳۴۶/۳۴۷ ج ۳، فصل: آداب مسجد کی بنیادیں، کتاب الصلوۃ)

بہر حال مساجد میں ناسمجھ بچوں کو لانے سے احتراز کرنا چاہئے، اور والدین کو خود سمجھ کر احتیاط کرنی چاہئے۔ بچوں کو مسجد سے روکنے پر بعض والدین تو مسجد کی انتظامیہ سے لڑائی کرنے لگ جاتے ہیں، یہ کوئی مسجد کمیٹی کا فیصلہ نہیں، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے اور امر کے صیغہ کے ساتھ ''جنّبوا'' کے الفاظ سے وارد ہے۔

اللہ تعالیٰ اس تحریر کو نافع و مفید بنائے، اور ہمیں ہر کام میں دین اور دین کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

۱۳/صفر ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۰/ستمبر ۲۰۲۲ء

بروز سنیچر

مساجد میں بچوں کو لانے کی ممانعت

(۱)......عن واثلة بن الاسقع رضی الله عنه : انّ النبی صلی الله علیه وسلم قال : جنّبوا مساجدَكُم صبیانكم و مجانِینكم ، و شِراءَ كم وبیعَكم ، وخصوماتكم ، ورفعَ أصواتكم ، واقامة حدودكم ، و سلِّ سیوفكم ،واتّخذوا علی ابوابها المَطاهِر ، وجَمِّروها فی الجُمَع۔

ترجمہ:......حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم اپنی مساجد کو بچوں اور دیوانوں سے، اور خرید وفروخت سے، اور اپنے جھگڑوں سے، اور آوازیں بلند کرنے سے، اور اپنے حدود (اسلامی سزائیں) قائم کرنے سے، اور تلوار سونتنے سے بچاؤ، اور مسجد کے دروازوں پر طہارت خانے بناؤ، اور جمعہ کے دن مسجد کو دھونی دو۔(ابن ماجہ، باب ما یکرہ فی المساجد ، کتاب المساجد والجماعات ، رقم الحدیث:۷۵۰)

اسلاف بچوں کو صف سے نکال دیتے

(۱)......ان عمر بن الخطاب كان اذا رأی غلاما فی الصف أخرَجه۔

ترجمہ:......حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی بچے کو صف میں دیکھتے تو اسے باہر نکال دیتے تھے۔

(۲)......ان ابن صهیب قال : كان زِرٌّ و أبو وائل اذا رأونا فی الصفِّ –و نحن صبیان– أخرَجُونا۔

ترجمہ:......حضرت ابن صہیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: بچپن میں حضرت زر اور حضرت ابو وائل رحمہما اللہ ہمیں صف میں دیکھتے اور ہم بچے تھے تو ہمیں باہر نکال دیتے تھے۔

(۳)......عن عبد الله بن عكیم : انه اذا رأی صبیا فی الصف أخرَجه۔

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عکیم رحمہ اللہ کسی بچے کو صف میں دیکھتے تو اسے باہر نکال

دیتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۷۹/۳۸۰ ج ۳، اخراج الصبیان من الصف ، کتاب الصلوۃ ، رقم الحدیث: ۴۱۹۲/۴۱۹۰/۴۱۹۱)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بچوں کو متفرق کر دیتے

(۴)......ان حذیفة کان یفرق بین الصبیان فی الصف أو قال : فی الصلوة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۸۰ ج ۳، اخراج الصبیان من الصف ، کتاب الصلوۃ ، رقم الحدیث: ۴۱۹۳)

ترجمہ:......حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بچوں کو صف میں یا نماز (میں دیکھتے تو) متفرق کر دیتے۔

سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز کا حکم کرو

(۵)......قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : مُروا أولادکم بالصلوۃ و ھم أبناء سبع سنین ، واضربوھم علیھا وھم أبناء عشر سنین ، الخ۔

(ابوداؤد، باب متی یؤمر الغلام بالصلوۃ ، کتاب الصلوۃ ، رقم الحدیث:۴۹۴۔ ترمذی، باب ما جاء متی یؤمر الصبی بالصلوۃ ، کتاب الصلوۃ ، رقم الحدیث:۴۰۷)

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی اولاد کو نماز کا حکم کرو جبکہ وہ سات سال کے ہو جائیں، اور وہ دس سال کے ہو جائیں (اور نماز چھوڑیں) تو ان کو ماریں۔

(۶)......ھشام بن سعد حدثنی معاذ بن عبد اللہ بن خُبیب الجُھنی قال : دخلنا علیه فقال لامرأته : متی یصلّی الصبی ؟ فقالت : کان رجل منّا یذکُرُ عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم انه سُئل عن ذلک ، فقال : اذا عرف یمینَه من شماله ، فمُرُوه

بالصلوۃ۔(ابوداؤد، باب متی یؤمر الغلام بالصلوۃ ، کتاب الصلوۃ ، رقم الحدیث:۴۹۵)

ترجمہ:......حضرت ہشام بن سعد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: ہم لوگ حضرت معاذ بن عبد اللہ بن خبیب جہنی کے پاس گئے ،انہوں نے اپنی بیوی سے پوچھا: بچہ کب نماز پڑھے گا؟ ان کی اہلیہ نے کہا کہ: ہم میں سے ایک صاحب یہ فرماتے تھے کہ: رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب بچہ دائیں بائیں کی تمیز کرنے لگے تو اس کونماز کاحکم کرو۔

تشریح:......اس کا مطلب یہ ہرگزنہیں ہے کہ بچے کی عمر جب سات سال کی ہوجائے تو وہ مسجد کا ادب ملحوظ رکھ سکے گا،اگر مسجد کا ادب ملحوظ رکھ سکتا ہے تو ٹھیک ہے،ورنہ اس کو اپنی نماز کی تعلیم گھر میں دی جائے ،سات سال کی عمر ہوجائے اور مسجد کا ادب جانتا ہے،ناپاکی کو سمجھتا ہے،تو اس کو مسجد میں آنے کی اجازت دی جائے ،منع نہ کیا جائے۔

(احکام المساجد ص ۹۵)

بچہ کے اولیاء کو چاہئے کہ جب بچہ سات سال کا ہوجائے خواہ لڑکا ہو یا لڑکی' اس کونماز پڑھنے کا حکم کریں، نماز کے ارکان و واجبات وغیرہ اس کو سکھائیں۔فقہاء نے لکھا ہے کہ اس تعلیم میں اگر اجرت دینے کی نوبت آئے تو وہ مال صبی سے دی جائے ،اگر اس کے پاس مال ہو، ورنہ باپ کے مال سے،اور اگر اس کے پاس بھی مال نہ ہوتو ماں کے مال سے۔

سات سال سن تمیز ہے، عام طور سے سات سال کا بچہ ممیز ہوجاتا ہے، اس کو دائیں بائیں کی تمیز ہوجاتی ہے،اسی لئے سات سال کی قید لگائی ،اور اگر بالفرض سات سال میں بھی تمیز نہ ہوتو اس کے لئے یہ حکم نہیں،اس لئے کہ غیر ممیز بچے کی نماز صحیح نہیں۔

(مستفاد:الدر المنضود ص۸۳ ج ۲)

مسجد میں شور کرنے کی ممانعت

ناسمجھ بچے مسجد میں آکر اکثر شور شغب کرتے رہتے ہیں، بعض والد تو اس کا خیال رکھتے ہیں کہ اپنے بچوں کی دیکھ بھال کریں، مگر اکثر اپنی نماز میں مشغول رہتے ہیں اور ان کو کچھ خیال نہیں ہوتا کہ بچے کیا کررہے ہیں۔ بچے مسجد میں دوڑتے ہیں، شور کرتے ہیں، حالانکہ مساجد میں شور وشغب کرنے کی ممانعت آئی ہے۔

(۱)......عن معاذ بن جبل قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : جنّبوا مساجدكم.....رفعَ أصواتكم ، الخ۔

(مصنف عبدالرزاق ص۴۴۲ ج۱، فی باب البیع والقضاء فی المسجد ، وما یُجَنَّبُ المسجد ، کتاب الصلوة ، رقم الحدیث:۱۷۲۶)

ترجمہ:......حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی مسجدوں کو آوازیں بلند کرنے سے بچاؤ۔

(۲)......عن ابن عمر : ان عمر نهى عن اللَّغَط فى المسجد ، وقال : انّ مسجدنا هذا لا تُرفعُ فيه الاصوات۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۹۳ ج۵، فی رفع الصوت فی المساجد ، کتاب الصلوۃ ، رقم الحدیث: ۷۹۸۷)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں شور کرنے سے منع فرماتے تھے، اور فرماتے تھے کہ: ہماری اس مسجد میں آواز بلند نہیں کی جائے گی۔

تشریح:...... ہماری مساجد سے صرف مسجد نبوی ﷺ مراد نہیں ، بلکہ ساری مساجد مراد

ہیں۔ جہاں حدیث شریف میں بد بودار چیز کھا کر مسجد جانے کی ممانعت آئی ہے، اس سلسلہ میں حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے پوچھا کہ: یہ حکم صرف مسجد حرام کے لئے ہے یا ساری مساجد کے لئے؟ تو انہوں نے فرمایا: یہ حکم تمام مساجد کے لئے ہے۔

(۳)......عن ابن جريج قال : قلتُ لعطاء : ارأيتَ الذى ذكرتَ انه ينهى عنه فى المساجد ، أفِى المساجد كلِّها أم فى المسجد الحرام خاصة دونها ؟ قال : بل فى المساجد كلِّها۔

(مصنف عبدالرزاق ص۴۴۴ ج۱، باب اكل الثوم والبصل ، ثم يدخل المسجد ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث:۱۷۳۷)

(۴)......ان عمر كان اذا خرج الى الصلوة نادى فى المسجد : اياكم واللغط۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۹۴ ج۵، فى رفع الصوت فى المساجد ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث: ۷۹۹۲)

ترجمہ:...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب نماز کے لئے مسجد تشریف لے جاتے تو اعلان فرماتے کہ: مسجد میں شور کرنے سے بچو۔

تشریح:......ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ: آپ رضی اللہ عنہ مسجد میں شور کرنے والوں سے فرماتے: مسجد سے اٹھ جاؤ: ”وانه كان يقول : ارتفعوا فى المسجد“۔

(مصنف عبدالرزاق ص۴۳۸ ج۱، باب اللغط ورفع الصوت وانشاد الشعر فى المسجد ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث:۱۷۱۳)

(۱)......عن السائب بن يزيد قال : كنت قائما فى المسجد ، فحصبنى رجل ،

فنظرت فاذا عمر بن الخطاب ، فقال : اذهب فأتِنی بهذین ' فجئتُه بهما ' قال : مَنْ أنتما ؟ أو مِنْ أین انتما ؟ قالا : من أهل الطائف ، قال : لو کنتما من أهل البلد لَاَوْجَعْتُکما ، تَرفَعان اصواتکما فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم۔

(بخاری، باب رفع الصوت فی المساجد ، کتاب الصلوة ، رقم الحدیث:۴۷۰)

ترجمہ:......حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں مسجد میں کھڑا تھا' مجھے ایک صاحب نے کنکر مارا ، میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے فرمایا: جاؤ! ان دونوں کو بلا کر لاؤ ، میں ان دونوں کو لے آیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم کون ہو؟ یا تم کہاں سے آئے ہو؟ ان دونوں نے کہا: ہم طائف کے رہنے والے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں تم دونوں کو دردناک سزا دیتا، تم رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں آواز بلند کر رہے تھے۔

مسجد میں شور کرنے پر سرخ آندھی، مسخ اور خسف کی وعید

(۱)......عن علی بن أبی طالب قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : اذا فَعَلَتْ اُمّتی خمسَ عشرةَ خصلةً حلّ بها البلاء ، قیل : وما هی یا رسول الله ! قال : اذا کان المَغْنَمُ دُوَلا ' والأمانة مَغْنَما ' والزکوة مَغْرَما ' وأطاع الرّجلُ زوجتَه وعقَّ اُمّه ' وبَرَّ صَدِیْقَه وجفَا أباه ' وارتَفَعَتِ الاصواتُ فی المساجد ' وکان زَعِیم القوم أرذَلَهم ' وأُکرِمَ الرّجل مخافة شرِّه ' و شُرِبَت الخُمور ' ولُبِس الحریر ' واتُّخِذَت القِیَان والمَعازِف ' ولعَن آخِر هذه الامّة اوّلَها ' فلْیَرْتَقِبوا عند ذلک ریحًا حمراءَ ' أو خَسْفًا وَمَسْخًا۔

(ترمذی، باب ما جاء فی علامة حلول المسخ والخسف، ابواب الفتن ، رقم الحدیث:۲۲۱۰)

ترجمہ:......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میری امت میں پندرہ خصلتیں آجائیں تو ان پر مصیبت نازل ہوگی، پوچھا گیا: یارسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب مال غنیمت کو دولت سمجھا جائے، اور امانت کو غنیمت سمجھا جائے، زکوۃ (ادا کرنے کو) جرمانہ سمجھا جائے، شوہر بیوی کی اطاعت کرے اور ماں کی نافرمانی کرے، دوست کے ساتھ بھلائی کرے اور والد کے ساتھ ظلم و زیادتی کرے، مسجدوں میں آوازیں بلند کی جائیں، اور قوم کا ذلیل ان کا سردار بن جائے، اور آدمی کا اکرام اس کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے کیا جائے، شرابیں پی جائیں، ریشم پہنا جائے، گانے والیاں (باندی بنا کر) رکھی جائیں، اور باجے (اور آلات لہو) اختیار کئے جائیں، اور امت کے آخری لوگ پہلوں (یعنی حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم، اور حضرات سلف صالحین: محدثین ومجتہدین وغیرہ) پر لعنت بھیجیں، اس وقت لوگ سرخ آندھی' یا زمین میں دھنسنے اور چہروں کے مسخ ہونے کا انتظار کریں۔

نکاح میں شور کیا جائے تو مسجد میں نکاح کرنا مکروہ ہے

حدیث شریف میں مسجد میں نکاح کرنے کا حکم آیا ہے:

(۱)......قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : أعْلِنوا هذا النّكاح واجعلوه فى المساجد ، الخ۔

(ترمذی، باب ما جاء فی اعلان النکاح ، ابواب النکاح ، رقم الحدیث:۱۰۸۹)

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے نکاح کا اعلان کرو، اور نکاح کو مسجدوں میں کیا کرو۔

اس لئے جمہور فقہاء نے برکت اور نکاح کی شہرت کے لئے مسجد میں عقد نکاح کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔

(۱)......ويندب اعلانه و تقديم خطبة و كونه فى مسجد ، الخ ۔

(شامی ص ۶۷ ج ۴، مطلب : كثيرا ما يتساهل فى اطلاق المستحب على السنة ، كتاب النكاح ، مكتبه دار الباز ، مكة المكرمة)

(۲)......ويستحب عقد النكاح فى المسجد لانه عبادة ، الخ۔

(فتح الباری ص ۱۰۲ ج ۳)

(۳)......ويستحب مباشرة عقد النكاح فى المسجد يوم الجمعة۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۲۸۵ ج ۶ ، باب اعلان النکاح)

مگر حضرات مالکیہ نے صراحت فرمائی ہے کہ: محض ایجاب وقبول ہو، نہ شرائط کا ذکر ہو، نہ آواز بلند کی جائے ، نہ زیادہ کلام ہو، ورنہ مسجد میں نکاح کرنا مکروہ ہوگا۔

(موسوعہ فقہیہ اردو ص ۲۵۳ ج ۳۷، عنوان: مسجد)

مسجد کے پانی کا اسراف کرنا

اکثر بچے مسجد میں آکر وضو خانہ میں بیٹھے رہتے ہیں، اور شرارت کرتے رہتے ہیں، اور مسجد کے پانی کا جو کہ وقف ہے اس کا اسراف کرتے ہیں۔ شریعت نے وضو میں پانی کے اسراف کو پسند نہیں کیا، آپ ﷺ نے خود کم سے کم پانی میں وضو فرمایا، وضو میں اسراف کو ظلم اور تعدی فرمایا، اسلاف نے وضو میں پانی کے اسراف سے مکمل پرہیز کیا۔

(۱)......آپ ﷺ ایک صاع پانی سے غسل فرمایا کرتے تھے اور ایک مد پانی سے وضو کیا کرتے تھے۔ (ابوداؤد، رقم الحدیث:۹۲۔ نسائی، رقم الحدیث:۳۴۸)

تشریح:......ایک صاع کا وزن: ۱ر کلو ۲۸، ۱۴۹ر گرام ہے۔ اور مد کا وزن: ۸۷/۷ر گرام ۳۲۰ر ملی گرام ہے۔

(۲)......نبی کریم ﷺ نے وضو (کا ارادہ) فرمایا: تو ایک برتن لایا گیا جس میں دو تہائی مد پانی تھا۔ (ابوداؤد، رقم الحدیث:۹۴۔ نسائی، رقم الحدیث:۷۴)

(۳)......آپ ﷺ ایسے برتن سے وضو کرتے تھے کہ جس میں دو رطل پانی آتا تھا، اور آپ ﷺ ایک صاع پانی سے غسل فرمایا کرتے تھے۔ (ابوداؤد، رقم الحدیث:۹۵)

تشریح:......رطل کا وزن: ۳۹۳ر گرام، ۶۶۰ر ملی گرام ہے۔

(۴)......آپ ﷺ فرماتے تھے کہ: عنقریب اس امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے، جو پاکی حاصل کرنے میں اور دعا مانگنے میں حد سے تجاوز کریں گے۔

(ابوداؤد، رقم الحدیث:۹۶۔ ابن ماجہ، رقم الحدیث:۳۸۶۴)

(۵)......ایک دیہاتی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وضو کی کیفیت پوچھی، آپ ﷺ نے ان اعضاء وضو کو تین مرتبہ دھو کر دکھلایا اور فرمایا کہ: (کامل) وضو اس طرح

ہے، لہذا جس نے اس پر زیادتی کی اس نے برا کیا، تعدی کی اور ظلم کیا۔

(نسائی، رقم الحدیث:۱۴۲۔ ابن ماجہ، رقم الحدیث:۴۲۲)

(۶)......حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ: نبی کریم ﷺ کا گذر حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر ہوا جب کہ وہ وضو کر رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: اے سعد! یہ کیا اسراف ہے؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ: کیا وضو میں بھی اسراف ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، اگر چہ تم جاری نہر پر (وضو کر رہے) ہو۔

(۷)......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ایک صاحب کو وضو کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: (وضو میں پانی کا) اسراف نہ کیجئے۔

(ابن ماجہ، رقم الحدیث:۴۲۵)

وضو میں پانی کے اسراف سے بچنے کے لئے آپ ﷺ اور حضرات سلف لوٹے سے وضو کرتے تھے، ظاہر ہے کہ اس میں پانی بہت احتیاط سے استعمال ہوتا ہے۔

حضرت ابوامامہ، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما، حضرت حسن رحمہ اللہ نے وضو میں لوٹے کا استعمال فرمایا۔ اکابر نے اس معاملہ میں بہت احتیاط فرمائی، حضرت سالم رحمہ اللہ نے خفیف اور ہلکا وضو فرمایا۔ حضرت عمر بن مرہ رحمہ اللہ کے بارے میں ہے کہ: انہوں نے وضو میں اتنا کم پانی استعمال فرمایا کہ پانی بہا تک نہیں۔ حضرت اسود رحمہ اللہ وضو میں اتنا پانی استعمال فرماتے کہ جس سے ایک آدمی سیراب ہو سکے۔ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ آدھے لوٹے سے وضو کر لیتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۶۸/۴۶۹،۴۷۰/۴۷۱ ج۱، من کان یکرہ الاسراف فی الوضوء، کتاب الطہارۃ، رقم الحدیث :۷۲۴/۷۲۵/۷۲۶/۷۲۷/۷۲۸/۷۳۲/۷۳۸/۷۳۹)

مسجد کی صفائی کا حکم اوراس کے فضائل

اگر ناسمجھ اور چھوٹے بچے مساجد میں زیادہ آنے لگیں گے تو مساجد کی صفائی اور ستھرائی نہیں رہے گی ، اور ممکن ہے کہ وہ نجاست ڈالیں اور مسجد کو ناپاک کریں ''معارف القرآن'' میں ہے:

اور چھوٹے بچوں اور دیوانوں کو مسجد میں داخل ہونے سے منع فرمایا ہے کہ ان سے نجاست کا خطرہ رہتا ہے۔(معارف القرآن ص۳۲۳ ج۱)

اور مساجد کو صاف رکھنے کا حکم ہے اوران میں گندگی ڈالنے سے منع کیا گیا ہے۔آپ ﷺ نے بنفس نفیس مسجد کی صفائی فرمائی، اور اسلاف کا بھی یہی طریقہ رہا ہے۔آپ ﷺ نے مسجد میں گندگی دیکھی تو سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا، یہاں تک کہ چہرہ مبارک سرخ ہوگیا۔آپ ﷺ نے مسجد کی صفائی کے فضائل بیان فرمائے۔

قرآن کریم نے کس تاکید سے حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے عہد لیا کہ مسجد کو صاف رکھا جائے،﴿ اَنْ طَهِّـرَا بَيْتِـيَ ﴾۔(پ:۱ سورۂ بقرہ،آیت نمبر:۱۲۵)اوراس میں مبالغہ کا صیغہ استعمال کیا۔پھر لفظ عہد سے تعبیر فرمائی،اس میں زیادہ تاکید معلوم ہوتی ہے۔

(۱):......آپ ﷺ نے ہر محلّہ میں مسجد بنانے اوراس کو صاف رکھنے کا حکم فرمایا۔

(ابوداوٗد، رقم الحدیث:۴۵۳۔ترمذی، رقم الحدیث:۵۹۴۔ابن ماجہ، رقم الحدیث:۷۴۲)

(۲)......آپ ﷺ نے مسجد میں بلغم دیکھا تو ناگواری کا اظہار فرمایا اوراپنے ہاتھ مبارک سے کھرچ دیا۔(بخاری، رقم الحدیث:۴۰۵)

(۳)......آپ ﷺ (بنفس نفیس)ایک جھاڑو سے مسجد کا غبار صاف فرماتے تھے۔

(۴)......حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد قباء میں جھاڑو دی۔

(۵)......حضرت شعبی رحمہ اللہ مسجد سے لکڑی کے ٹکڑے‘ حشرات اور دوسری چیزیں اٹھاتے تھے۔

(۶)......حضرت سالم رحمہ اللہ نے ایک جگہ جھاڑو دی پھر نماز پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۳۷/۳۳۸ ج ۵، رقم الحدیث:۴۰۴۱/۴۰۴۰/۴۰۳۸/۴۰۳۹)

(۷)......نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو مسجد سے ناپاک (اور گندی) چیز کو دور کرے، اللہ تعالی اس کے لئے جنت میں گھر بنائیں گے۔(ابن ماجہ، رقم الحدیث:۷۵۷)

(۸)......آپ ﷺ نے فرمایا: میرے سامنے میری امت کے اجر وثواب پیش کئے گئے یہاں تک کہ کوڑا کرکٹ جو مسجد سے آدمی نکالتا ہے (وہ بھی پیش کیا گیا)۔

(ابوداؤد، رقم الحدیث:۴۵۹۔ترمذی، رقم الحدیث:۲۹۱۶)

(۹)......آپ ﷺ نے فرمایا: مساجد سے کوڑا کرکٹ کا نکالنا حورعین کا مہر ہے۔

(معجم طبرانی کبیر ص ۳ ج ۲، رقم الحدیث:۲۵۲۱)

(۱۰)......آپ ﷺ نے ایک سیاہ فام عورت جو مسجد کی صفائی کرتی تھیں کی وفات کے بعد ان کی قبر پر نماز پڑھی۔(بخاری، رقم الحدیث:۴۵۸)

مسجد میں گندگی پھیلانے پر وعید

(۱)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: مسجد تھوک سے اس طرح جوش میں آتی ہے جس طرح آگ میں گوشت کے چمڑے کا ٹکرا اُبلتا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق ص ۴۳۹ ج ۱، رقم الحدیث:۱۶۹۱)

(۲)...... نبی کریم ﷺ نے قبلہ کی جانب بلغم دیکھا...اور آپ ﷺ پر کراہیت دیکھی گئی یا اس وجہ سے آپ ﷺ پر شدید کراہیت دیکھی گئی۔(بخاری، رقم الحدیث:۴۱۷)

(۳)......آپ ﷺ نے مسجد میں قبلہ کی جانب بلغم دیکھا تو آپ ﷺ کو اتنا غصہ آیا کہ چہرہ انور سرخ ہوگیا۔(نسائی، رقم الحدیث:۷۲۹۔ابن ماجہ، رقم الحدیث:۷۵۸)

(۴)......آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد میں تھوکنا گناہ ہے، اوراس کا کفارہ اس کو دفن کرنا ہے۔(بخاری، رقم الحدیث:۴۱۵)

(۵)......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے کپڑے میں کھٹمل پائے تو اسے مسجد میں نہ ڈالے۔(مسند احمد ص ۴۷۰ ج ۳۸، رقم الحدیث:۲۳۴۸۵)

(۶)......ایک آدمی نے اپنے کپڑے میں کھٹمل کو دیکھا تو اسے پکڑا تاکہ مسجد میں ڈالدے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کرو، اسے کپڑے میں رکھ لو جب تک مسجد سے نکل نہ جاؤ، (اور مسجد سے باہر نکل کر پھینکنا)۔(مسند احمد ص ۵۳۸ ج ۳۸، رقم الحدیث:۲۳۵۵۸)

تشریح:......مقصد یہی تھا کہ مسجد میں کھٹمل کو مارا جائے گا تو مسجد میں گندگی ہوگی۔

(۷)......حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: مسجد میں مسواک کرنا یا ناخن تراشنا مکروہ ہے۔(مصنف عبدالرزاق ص ۴۳۹ ج ۱، رقم الحدیث:۱۷۱۸)

بدبودار چیزیں کھا کر مسجد جانے کی ممانعت

مسجد کو گندگی سے بچانے کے خاطر شریعت مطہرہ نے بدبودار چیزیں کھا کر مسجد میں جانے کی ممانعت کی ہے:

(۸)......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اس درخت یعنی لہسن سے کھائے، وہ مسجدوں میں نہ آئے (ہماری مسجد کے قریب نہ آئے) جب تک اس کی بو ختم نہ ہوجائے۔اور نہ ہمارے ساتھ نماز پڑھے۔نہ ہمیں لہسن کی بو سے تکلیف دے۔

(مسلم، باب نھی من أکل ثوما ' الخ ، رقم الحدیث:۵۶۱/۵۶۲/۵۶۳)

لہسن اور پیاز کھانے والوں کو آپ ﷺ مسجد سے باہر نکال دیتے

(۹)......حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے.....فرمایا: اے لوگو! تم یہ چیزیں جو کھاتے ہو میں ان کو خبیث سمجھتا ہوں: لہسن اور پیاز۔ اللہ تعالی کی قسم! میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ کسی آدمی سے ان کی بو محسوس فرماتے تو اس کے متعلق حکم دیتے' اور اس آدمی کو ہاتھ سے پکڑ کر مسجد سے باہر لایا جاتا حتی کہ بقیع تک اس کو مسجد سے دور کر دیا جاتا تھا۔(کنز العمال ، رقم الحدیث:۱۴۲۳۹)

حائضہ کے لئے مسجد جانے کی ممانعت

حالت حیض میں چونکہ عورت کو خون آتا ہے، اور خون ناپاک ہے، اور اس میں بدبو بھی ہوتی ہے، اس لئے شریعت نے حائضہ کو حکم دیا کہ وہ مسجد میں نہ جائے، مسجد کی نظافت کا تقاضہ ہے کہ حائضہ کو مسجد کی حاضری سے منع کیا جائے۔

(۱)......آپ ﷺ نے فرمایا: میں حائضہ اور جنبی کے لئے مسجد میں داخل ہونے کو حلال نہیں کرتا۔(ابوداؤد، رقم الحدیث:۲۳۲۔ابن ماجہ، رقم الحدیث:۶۴۵)

شفق غائب نہ ہوتو عشاء کو

مغرب کے ساتھ پڑھنا

اس مختصر رسالہ میں: اسلاف کا شفق سے قبل نماز عشاء پڑھنا، شفق سے مراد شفق احمر ہے، بوقت ضرورت جمع بین الصلوتین اور اکابر حنفیہ کی آراء، ضرورت کی بناء پر عدول، تلفیق کی تعریف اور اس کا حکم، جمع بین الصلوتین کی روایتیں، جمع بین الصلوتین کے بارے میں ائمہ کے مسالک اور ان کی شرطیں، دین میں آسانی ہے تنگی نہیں وغیرہ باتیں جمع کی گئی ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برطانیہ (کے بعض علاقوں) میں: ۱۳۰ر مئی سے جولائی کی آخری تاریخ تک تقریبا دو مہینہ سترہ راتوں میں شفق غائب نہیں ہوتی، اور عشا کا وقت نہیں ہوتا، اس لئے فقہاء ایسے ایام میں تقدیر کا اعتبار فرماتے ہیں، پھر تقدیر کے کئی طریقے فقہاء نے بیان کئے ہیں۔

اہل برطانیہ کے لئے یہ ایام بڑے مشکل اس اعتبار سے ہیں کہ: عشاء کی نماز تقریبا گیارہ بجے ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ آدمی کو سوتے سوتے بارہ بج جاتے ہیں، کوئی بہت ہی جلدی سونے کا اہتمام کرے تو بھی ساڑھے گیارہ تو ہو ہی جاتے ہیں، پھر فجر چار سوا چار بجے ہے، اس لئے رات کو آرام بہت مشکل سے ملتا ہے، جن حضرات کو صبح جلدی کام پر جانا ہوتا ہے، ان کو اور یہاں کے دینی و دنیوی تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ وطالبات کے لئے ایک بڑی آزمائش ہے۔

ان حضرات کی سہولت کے لئے اگر یہ راستہ اختیار کیا جائے کہ ان ایام میں مغرب کے ساتھ ہی عشاء کی نماز پڑھ لی جائے تو بڑی سہولت ہو جائے گی، ایک تو تقریبا ایک گھنٹہ پہلے آدمی فارغ ہو جاتا ہے، اور دوسرا مسجد سے گھر جانے اور پھر تھوڑی ہی دیر کے بعد واپس آنے کی مشقت کم ہو جاتی ہے، اور نمازیوں کے لئے آسانی ہو جاتی ہے، چونکہ ویسے بھی وقت عشاء تو ہوتا ہی نہیں تو تقدیر پر عمل کر کے ایک گھنٹہ بعد یا اور کوئی وقت طے کر کے نماز عشاء پڑھی جاتی ہے، اب بجائے گھنٹہ کے دس منٹ کا وقفہ کر دیا جائے کہ اس میں لوگ سنت ونوافل سے فارغ ہو جائیں اور فوراً عشاء کی نماز پڑھ لی جائے، یہ صورت من وجہٍ سہولت اور آسانی کی ہے۔ اور شریعت مطہرہ نے آسانی کا حکم دیا ہے، اور آپ ﷺ نے آسان صورت کو اختیار فرمایا ہے۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اوراسلاف رحمہم اللہ میں سے بعض حضرات کے بارے میں ایسے آثار مروی ہیں کہ ان حضرات نے شفق کے غائب ہونے سے پہلے یعنی وقت عشاء سے پہلے ہی نماز عشاء پڑھی ہے، ان آثار سے بھی زیر نظر مسئلہ میں مدد لی جائے تو بظاہر کوئی حرج نہیں۔

پھر بارانی رات میں بھی حضرات سلف سے مغرب وعشاء کا جمع کرنا ثابت ہے، ان آثار کو بھی مدنظر رکھا جائے اور امت کی مشکلی میں آسان صورت اختیار کی جائے تو کوئی حرج نہیں ہونا چاہئے۔

بیشک ہم مقلد ہیں اور ہمیں احادیث سے استنباط کا حق نہیں، مگر علماء احناف کے بعض اکابر نے بھی مجبوری میں جمع بین الصلوتین کی اجازت دی ہے۔

اگر اہل علم اس صورت کے جواز کا فتوی دیں تو رمضان المبارک میں بھی آسانی ہوجاتی ہے، اس طور پر کہ غروب کے بعد کچھ وقت دے دیا جائے تا کہ لوگ افطار اور کھانے سے فارغ ہوجائیں، پھر مغرب اور عشاء دونوں نمازیں ساتھ ہی پڑھ لی جائیں تو تراویح کے بعد سحری کے لئے بھی کچھ معتد بہ وقت مل سکتا ہے، ورنہ یہاں تراویح کے بعد کس قدر عجلت سے کام لینا پڑتا ہے وہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔

بعض لوگوں کے مکانات مسجد سے دور ہوتے ہیں، انہیں مغرب کے بعد گھر جانے پھر آنے وغیرہ کی مشقت سے بھی نجات مل سکتی ہے۔ بعض اور مجبوریاں بھی ہیں۔

اس مختصر رسالہ میں اسی کے متعلق چند باتیں ذکر کی گئی ہیں، امید کہ اہل علم اسے بغور ملاحظہ فرما کر اپنی آراء سے مستفیض فرمائیں گے۔ مرغوب احمد لاجپوری

۲ / ربیع الآخر ۱۴۴۴ھ مطابق: ۲۸ / اکتوبر ۲۰۲۲ء، جمعہ

نیند آجانے کا خوف ہوتو شفق غائب ہونے سے پہلے عشاء پڑھ لے

(۱)......عن الزهری قال : بلغنی ان ابا هريرة رضى الله عنه قال : من خشى أن ينام قبل صلوة العشاء فلا بأس ان يصلّى قبل أن يغيب الشفق۔

(مصنف عبدالرزاق ص۵۶۶ ج۱، باب النوم قبلها والسهر بعدها ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث: ۲۱۵۰)

ترجمہ:......حضرت زہری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو آدمی اس بات کا خوف کرے کہ نماز عشاء سے پہلے سو جائے گا (یعنی نیند آجائے گی) تو کچھ حرج نہیں کہ وہ شفق سے پہلے عشاء کی نماز پڑھ لے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت قاسم اور حضرت سالم رحمہما اللہ کا شفق غائب ہونے سے قبل نماز عشاء پڑھنا

(۲)......عن نافع قال : كان أمراؤنا اذا كانت ليلةٌ مطيرة اَبطَؤوا بالمغرب ، وعجَّلوا العشاء قبل ان يغيبَ الشفق ، فكان ابن عمر يصلّى معهم لا يرى بذلك بأسا ،

قال عبيد الله : ورأيت القاسم و سالما يصلّيان معهم فى مثل تلك الليلة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۵۱ ج۴، فى الجمع بين الصلوتين فى الليلة المطيرة ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث: ۶۳۲۴)

ترجمہ:......حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: بارانی راتوں میں ہمارے امراء مغرب کو تاخیر سے اور عشاء کو جلدی شفق غائب ہونے سے پہلے پڑھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ان کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

حضرت عبید اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت قاسم اور حضرت سالم رحمہما اللہ کو بھی ان کے ساتھ اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا نیند کے غلبہ پر وقت سے پہلے عشاء پڑھنا

(۳)......عن ابن جريج قال : أخبرني نافع انّ ابن عمر رضي الله عنهما : كان لا يبالي أقدّمها أم أخّرها ، اذا كان لا يغلبه النوم عن وقتها۔

(مصنف عبدالرزاق ص۵۵۸ ج۱، باب وقت العشاء الآخرة ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث:۲۱۱۸)

ترجمہ:......حضرت بن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: مجھے حضرت نافع رحمہ اللہ نے بتلایا کہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس بات کی پرواہ نہیں کرتے تھے وہ کہ عشاء کی نماز کو جلدی سے پڑھ لیتے ہیں یا تاخیر سے، جبکہ نیند کے غلبہ کی وجہ سے وہ اس کے وقت میں سوئے نہ رہ جائیں۔

معاویہ رضی اللہ عنہ، عطاء رحمہ اللہ کا شفق غائب ہونے سے قبل عشاء پڑھنا

(۴)......عن عطاء قال : لقد رأيت معاوية رضي الله عنه : يصلّي المغرب ، ثم ما اطوف الا سبعا أو سبعين حتى يخرج فيصلّي العشاءَ ، ولم يغب الشفق ، قال : فكان عطاء يقول : صلّ العشاء قبل ان يغيب الشفق ، قال عطاءٌ : واني لأطوف أحيانا سبعا بعد المغرب ثم أصلّي العشاء۔

(مصنف عبدالرزاق ص۵۶۰ ج۱، باب وقت العشاء الآخرة ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث:۲۱۲۶)

ترجمہ:......حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے مغرب کی نماز پڑھی، ابھی میں نے سات چکر طواف کے کئے تھے (راوی کا سبعین کا شک والا جملہ ممکن نہیں) وہ تشریف لائے اور عشاء کی نماز پڑھی، حالانکہ ابھی

تک شفق غائب نہیں ہوئی تھی۔ حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: شفق کے غائب ہونے سے پہلے عشاء ادا کر سکتے ہو۔ حضرت عطاء رحمہ اللہ (یہ بھی) فرماتے ہیں کہ: میں کبھی مغرب کے بعد طواف کے سات چکر پورا کرتا ہوں اور عشاء کی نماز پڑھ لیتا ہوں۔

حضرت طاؤس رحمہ اللہ کا شفق غائب ہونے سے قبل عشاء پڑھنا

(۵)......ابراهيم بن ميسرة قال : رأيت طاؤوسا يصلّى المغرب ، ويطوف سبعا ، ثم يركع ركعتين ، ثم يصلّى العشاء الآخرة ثم ينقلب ، قال : وكان بمنى اذا صلى المغرب ركع ركعتين ثم صلّى العشاء الآخرة ثم انقلب ، قال ولا أعلم ذلك الا قبل غروب الشفق۔

(مصنف عبدالرزاق ص۵۵۹ ج۱، باب وقت العشاء الآخرة ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث:۲۱۲۳)

ترجمہ:......حضرت ابراہیم بن میسرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت طاووس رحمہ اللہ کو دیکھا کہ: انہوں نے مغرب کی نماز پڑھی، پھر سات چکر کا طواف کیا، پھر دو رکعتیں پڑھیں، پھر عشاء کی نماز پڑھی اور لوٹ گئے۔ اور حضرت طاووس رحمہ اللہ منی میں تھے تو آپ نے مغرب پڑھ کر دو رکعتیں پڑھیں، پھر عشاء پڑھ کر لوٹ گئے، (حضرت ابراہیم بن میسرہ رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ: آپ نے شفق غائب ہونے سے پہلے نماز عشاء پڑھی۔

(۶)......عن ابراهيم قال : رأيت طاؤوسا يصلّى المغرب ثم يطوف سبعا واحدا ثم يصلّى العشاء ثم ينقلب۔

(مصنف عبدالرزاق ص۵۶۰ ج۱، باب وقت العشاء الآخرة ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث:۲۱۲۷)

ترجمہ:......حضرت ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت طاووس رحمہ اللہ کو دیکھا

کہ: انہوں نے مغرب کی نماز پڑھی، پھر سات چکر کا ایک طواف کیا پھر عشاء کی نماز پڑھی پھر لوٹ گئے۔

نوٹ:......ان آثار سے کوئی شفق ابیض مراد لے کر یہ اشکال کرسکتا ہے کہ: یہاں شفق ابیض سے پہلے عشاء پڑھی ہوگی، نہ کہ شفق احمر سے پہلے، اس لئے چند آثار وہ بھی نقل کئے جاتے ہیں جن میں شفق احمر کی صراحت ہے۔

شفق سے مراد شفق احمر ہے

(۱)......ان ابن عمر رضی الله عنهما كان يقول: الشفق الحمرة۔

(مصنف عبدالرزاق ص۵۵۹ ج۱، باب وقت العشاء الآخرة، كتاب الصلوة، رقم الحديث:۲۱۲۲۔

مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۶۴ ج۳، الشفق ما هو ؟ كتاب الصلوة، رقم الحديث:۳۳۸۱)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: شفق سے مراد شفق احمر ہی ہے۔

(۲)......كان عبادة بن الصامت رضی الله عنه و شداد بن اوس رضی الله عنه : يصلّيان [العشاء] الآخرة اذا ذهبت الحُمرة ، قال مكحول : وهو الشفق۔

(مصنف عبدالرزاق ص۵۵۶ ج۱، باب وقت العشاء الآخرة، كتاب الصلوة، رقم الحديث:۲۱۱۱۔

مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۶۴ ج۳، الشفق ما هو ؟ كتاب الصلوة، رقم الحديث:۳۳۸۲)

ترجمہ:......حضرت عبادہ بن الصامت اور حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہما عشاء کی نماز سرخی کے بعد پڑھ لیتے تھے۔ حضرت مکحول رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: شفق سے مراد شفق احمر ہی ہے۔

(۳)......عن محمد بن راشد قال : خرجنا مع مكحول الى مكة ، قال : فكان ثور

بن يزيد يؤذن له ، فكان يأمره ان لا ينادى بالعشاء حتى يذهب الحُمرة ، ويقول : هو الشفق۔

(مصنف عبدالرزاق ص۵۵۹ ج۱، باب وقت العشاء الآخرة ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث:۲۱۲۱)

ترجمہ:......حضرت محمد بن راشد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ہم نے حضرت مکحول رحمہ اللہ کے ساتھ مکہ مکرمہ کا سفر کیا- حضرت ثور بن یزید رحمہ اللہ آپ کے مؤذن تھے- حضرت مکحول رحمہ اللہ ان سے فرماتے کہ: عشاء کی اذان شفق احمر سے پہلے نہ دینا، اور فرماتے: شفق سے مراد شفق احمر ہی ہے۔

''طحاوی شریف'' کی ایک روایت سے آپ ﷺ کا بھی شفق کے غائب ہونے سے پہلے نماز عشاء پڑھنا معلوم ہوتا ہے، گر چہ علماء نے اس روایت کی تاویل کی ہے، مگر ایک روایت سے ثبوت تو ہے۔

آپ ﷺ کا شفق غائب ہونے سے پہلے نماز عشاء پڑھنا

(۱)......عن جابر بن عبد الله قال : سأل رجل نبیَّ الله صلى الله عليه وسلم عن وقت الصلوة ، فقال : " صلّى معى " فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم الصبح حين تطلُع الفجر ، ثم صلى الظهر حين زاغت الشمس ، ثم صلى العصر حين كان فىء الانسان مثله ، ثم صلى المغرب حين وجبت الشمس ، ثم صلى العشاء قبل غيبوبة الشفق ، ثم صلى الصبح فأسفر ، ثم صلى الظهر حين كان فىء الانسان مثله ، ثم صلى العصر حين كان فى ء الانسان مثله ، ثم صلى المغرب قبل غيبوبة الشفق ، ثم صلى العشاء ، فقال بعضهم : ثلث الليل ، وقال بعضهم : شطر الليل۔

ترجمہ:......حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک صاحب نے نبی کریم

ﷺ سے نماز کے وقت کے بارے میں سوال کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے ساتھ نماز پڑھ لو، پھر رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی جبکہ فجر طلوع ہوئی، پھر ظہر کی نماز پڑھائی جب سورج ڈھل گیا، پھر عصر کی نماز پڑھائی جب انسان کا سایہ اس کے مثل ہوگیا، پھر مغرب کی نماز پڑھائی جب سورج غروب ہوگیا، پھر عشاء کی نماز شفق کے غائب ہونے سے پہلے پڑھائی، (پھر دوسرے دن) فجر کی نماز اسفار میں پڑھائی، پھر ظہر کی نماز پڑھائی جب انسان کا سایہ اس کے ایک مثل ہوگیا (یعنی ایک مثل کے قریب ہونے سے پہلے پہلے)، پھر عصر کی نماز پڑھائی جب انسان کا سایہ ایک مثل ہوگیا، پھر مغرب کی نماز پڑھائی شفق کے غائب ہونے سے پہلے، پھر عشاء کی نماز پڑھائی، بعض فرماتے ہیں کہ: ثلث لیل پر اور بعض فرماتے ہیں آدھی رات پر۔

(طحاوی ص۱۹۰ ج۱، باب مواقیت الصلوۃ، کتاب الصلوۃ، رقم الحدیث: ۸۷۱۔ مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ، بیروت)

بارانی رات میں اسلاف کا شفق غائب ہونے سے پہلے عشاء پڑھنا

ابن عمر، قاسم اور سالم رضی اللہ عنہم کا شفق غائب ہونے سے قبل عشاء پڑھنا

(۱)......عن نافع قال : كان أمراؤنا اذا كانت ليلةٌ مطيرة اَبطَؤوا بالمغرب ' وعَجَّلوا العشاء قبل ان يغيبَ الشفق ' فكان ابن عمر يصلّى معهم لا يرى بذلك بأسا ،

قال عبيد الله : ورأيت القاسم و سالما يصلّيان معهم فى مثل تلك الليلة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۵۱ ج ۴، فى الجمع بين الصلوتين فى الليلة المطيرة ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث: ۶۳۲۴)

ترجمہ:......حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: بارانی راتوں میں ہمارے امراء مغرب کو تاخیر سے اور عشاء کو جلدی شفق غائب ہونے سے پہلے پڑھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ان کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

حضرت عبید اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت قاسم اور حضرت سالم رحمہما اللہ کو بھی ان کے ساتھ اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

(۲)......عن نافع قال : كان ابن عمر رضى الله عنهما يصلى مع مروان ' وكان مروان اذا كانت ليلةٌ مَطِيرةٌ جمع بين المغرب والعشاء ' وكان ابن عمر رضى الله عنهما يُصلِّيهما معه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۵۱ ج ۴، فى الجمع بين الصلوتين فى الليلة المطيرة ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث: ۶۳۲۸)

ترجمہ:......حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مروان کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے، مروان بارانی رات میں مغرب اور عشاء کو جمع کرتا تھا، تو

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اس کے ساتھ نماز پڑھ لیتے تھے۔

حضرات: ابان، عروہ بن زبیر، سعید بن مسیّب، ابوبکر، اور ابوسلمہ رحمہم اللہ بارانی رات میں مغرب اور عشاء کو جمع کرتے

(۳)......عن هشام بن عروة قال : رأيت أبان بن عثمان يجمع بين الصلوتين فى اللَّيلة المَطيرة : المغرب والعشاء ، فيصليهما معه عروة بن الزبير و سعيد بن المسيب وأبوبكر بن عبد الرحمن ، وأبو سلمة بن عبد الرحمن ، لاينكرونه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۵۱ ج۴، فى الجمع بين الصلوتين فى الليلة المطيرة ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث:۶۳۲۶)

ترجمہ:......حضرت ہشام بن عروہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت ابان بن عثمان رحمہ اللہ کو بارانی رات میں مغرب اور عشاء کو جمع کرتے ہوئے دیکھا، اور ان کے ساتھ حضرت عروہ بن زبیر، حضرت سعید بن مسیّب، حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن، اور حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن رحمہم اللہ نماز پڑھتے تھے، اور یہ سب حضرات اس پر نکیر نہیں فرماتے تھے۔

سعید بن مسیّب رحمہ اللہ بارانی رات میں مغرب اور عشاء کو جمع کرتے

(۴)......عن عبد الرحمن بن حرملة قال : رأيت سعيد بن المسيب يصلى مع الائمة حين يجمعون بين المغرب والعشاء فى اللَّيلة المَطيرة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۵۱ ج۴، فى الجمع بين الصلوتين فى الليلة المطيرة ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث: ۶۳۲۵)

ترجمہ:......حضرت عبدالرحمٰن بن حرملہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت سعید بن

مسیّب رحمہ اللہ کو دیکھا کہ وہ ائمہ کے ساتھ اس وقت نماز پڑھ لیتے تھے جب وہ بارانی رات میں مغرب اور عشاء کو جمع کرتے تھے۔

ابوبکر بن محمد رحمہ اللہ بارانی رات میں مغرب اور عشاء کو جمع کرنا

(۵)......عن أبی مودود عبد العزیز بن أبی سلیمان قال : صلیت مع ابی بکر بن محمد المغرب و العشاء ' فجمع بینهما فی لیلة مَطیرة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۵۱ ج۴، فی الجمع بین الصلوتین فی اللیلة المطیرة ، کتاب الصلوة ، رقم الحدیث:۶۳۲۷)

ترجمہ:......حضرت ابومودود عبدالعزیز بن ابی سلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت ابوبکر بن محمد رحمہ اللہ کے ساتھ مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی، انہوں نے بارانی رات میں دونوں نمازوں کو جمع فرمایا۔

بوقت ضرورت جمع بین الصلوتین اور اکابر حنفیہ کی آراء

بوقت ضرورت جمع بین الصلوتین کی ہمارے اسلاف حنفیہ نے بھی اجازت دی ہے، چند حوالجات ملاحظہ فرمائیں:

صاحب بحر الرائق کا رجحان جمع بین الصلوتین کے جواز کا معلوم ہوتا ہے،

(۱)......وذهب الشافعي و غيره من الائمة الى جواز الجمع للمسافر بين الظهر والعصر و بين المغرب والعشاء ' وقد شاهدت كثيرا من الناس في الاسفار خصوصا في سفر الحج ماشين على هذا تقليدا للامام الشافعي في ذلك الا أنهم يخلون بما ذكرت الشافعية في كتبهم من الشروط له ' فأحببت ايرادها ابانة لفعله على وجهه لمريده ، اعلم أنهم بعد أن اتفقوا على أن فعل كل صلوة في وقتها أفضل الا للحاج في الظهر والعصر في عرفة ' وفي حق المغرب والعشاء بمزدلفة ـ

(البحر الرائق ص۴۴۱ ج۱، قبيل باب الاذان ، كتاب الصلوة ،مطبوعہ: زکریا بک ڈپو، دیوبند)

عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ: امام شافعی رحمہ اللہ اور دوسرے ائمہ مسافر کے لئے ظہر وعصر اور مغرب وعشاء میں جمع بین الصلوتین کے جواز کے قائل ہیں، میں نے سفر میں اور خاص کر سفر حج میں بہت سے لوگوں کو امام شافعی رحمہ اللہ کی تقلید کرتے ہوئے دیکھا، گرچہ وہ شوافعیہ کے شروط کا لحاظ بھی نہیں کرتے، میں نے ان کے اس فعل پر نکیر نہیں کی۔ یہ بات جان لینی چاہئے کہ اس پر اہل علم کا اتفاق ہے کہ: ہر نماز کو اپنے اوقات پر پڑھنا ہی افضل ہے، سوائے عرفات میں ظہر اور عصر اور مزدلفہ میں مغرب وعشاء کو جمع جائز ہے۔

علامہ طحطاوی رحمہ اللہ بھی بوقت ضرورت جمع کے قائل ہیں:

(۲)......وجوزه الامام الشافعي رضى الله عنه تقديما و تاخيرا .... و كثيرا ما

يبتلى المسافر بمثله لا سيما الحاج ، ولا بأس بالتقليد كما فى البحر والنهر ، الخ۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص۱۷۹، کتاب الصلوۃ ،مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ ،بیروت)

اور امام شافعی رحمہ اللہ نے جمع تاخیر اور جمع تقدیم کو جائز فرمایا ہے،اور سفر حج میں مسافر کو اس کی ضرورت پیش آتی ہے،اور دوسرے ائمہ کی تقلید میں کوئی حرج نہیں،جیسا کہ ’’بحر‘‘ اور ’’نہر‘‘ میں ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ بھی بوقت ضرورت جمع بین الصلوتین کے جواز کے قائل ہیں:

(۳)......مختار فقیر جواز است وقت عذر وعدم جواز بغیر عذر۔

(مصفی شرح مؤطا۔بحوالہ تالیفات رشیدیہ مع فتاوی رشیدیہ مکمل مبوب ص۲۵۷)

ترجمہ:......فقیر کے نزدیک مختار یہ ہے کہ عذر کے وقت جائز ہے اور بلا عذر جائز نہیں۔

(۴)......شریعت مطہرہ نے مسافر کو جو سہولتیں دی ہیں ان کا ذکر کرتے ہوئے (حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ:

دوسری سہولت ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو جمع کرنے کی ہے،اور جمع تقدیم بھی جائز ہے اور جمع تاخیر بھی،یعنی ظہر کے وقت میں ظہر اور عصر کو جمع کر کے جمع تقدیم کرنا یا عصر کے وقت میں ظہر اور عصر جمع کر کے جمع تاخیر کرنا،اسی طرح مغرب کے وقت میں مغرب اور عشاء کو جمع کر کے جمع تقدیم کرنا یا عشاء کے وقت میں مغرب اور عشاء کو جمع کر کے جمع تاخیر کرنا۔

اور اس کی حکمت یہ ہے کہ اوقات صلوۃ میں یہ بات بیان کی جاچکی ہے کہ نمازوں کے اصل اوقات تین ہیں: فجر‘ظہر اور مغرب۔اور عصر: ظہر میں سے اور عشاء: مغرب میں سے

مشتق کی گئی ہے تاکہ ظہر اور مغرب اور مغرب اور فجر میں لمبا فاصلہ نہ ہوجائے، اور تاکہ کاروباری مشغولیت میں اللہ تعالی کی یاد دل سے نکل نہ جائے، اور غفلت کی حالت میں سونا نہ ہو۔ پس ظہر وعصر اور مغرب وعشاء درحقیقت ایک ہی چیز کے دو حصے ہیں، اس لئے بوقت ضرورت ان کو ایک ساتھ پڑھنے کی اجازت دی گئی، مگر آپ ﷺ نے اس پر مواظبت کے ساتھ عمل نہیں فرمایا جیسا کہ قصر مواظبت کے ساتھ کیا ہے۔ پس بلاضرورت جمع کرنا جائز نہیں۔

(۴)......ومنها : الجمع بين الظهر والعصر والمغرب والعشاء ، والاصل فيه : ما أشرنا أن الاوقات الاصلية ثلا ثة : الفجر والظهر والمغرب ، وانما اشتُقّ العصر من الظهر ' والعشاء من المغرب ، لئلا تكون المدّة الطويلة فاصلةً بين الذكرين ، ولئلا يكون النوم على صفة الغفلة ' فشرع لهم جمع التقديم والتأخير ، لكنه لم يُواظب عليه ' ولم يَعْزِمْ عليه مثلَ ما فعل فى القصر۔

(رحمۃ اللہ الواسعہ شرح حجۃ اللہ البالغہ ص۵۶۲ ج ۳، باب:۱۴/معذوروں کی نماز کا بیان)

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کا کلام

(۵)......قال الراقم : وأذكر أثرين لابن عمر فى الجمع فى هذا الصدد ' فربما يضطر الانسان الى الجمع مخافة فوت احدى الصلوتين فى بعض الأسفار لاسباب كثيرة۔

(معارف السنن ص۴۹۰ ج۴، باب ما جاء فى الجمع بين الصلوتين ، ابواب السفر ، تحت رقم الحديث:۵۵۵)

علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(۶)......ولا بأس بالتقليد عند الضرورة ، وفى الشامية : ظاهره انه عند عدمها لا يجوز ' وهو أحد قولين ' والمختار جوازه مطلقا ولو بعد الوقوع كما قدمناه فى الخطبة۔

(شامی ص۴۶ ج۲، قبيل باب الاذان ، كتاب الصلوة ، ط : مكتبة دار الباز ، مكة المكرمة)

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

(۷)......شامی،طحطاوی وغیرہ نے جمع بین الصلوتین کو ضرورت کے وقت مذہب شافعی پر جائز فرمایا ہے۔(جدید فقہی مباحث ص۸۱ ج۱۵)

(۸)......حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کا فتوی:

سوال:......اگر حالت مرض وسفر وغیرہ میں جمع بین الصلوتین کر لیوے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:......یہ مسئلہ مقلد کے دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنے کا ہے، تو وقت ضرورت کے جائز ہے عامی کو کہ اس کو سب کو حق جاننا چاہئے ،اگر اپنے امام کے مذہب پر عمل کرنے میں دشواری تو دوسرے امام کے قول پر عمل کر لیوے،اس قدر تنگی نہ اٹھاوے کہ یہ موجب ضرر اور حرج دین کا ہوتا ہے فقط ،یہی مذہب اپنے اساتذہ کا ہے جیسے استاذ اساتذتنا شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔

(تالیفات رشیدیہ مع فتاوی رشیدیہ مکمل مبوب ص۲۵۷،کتاب نماز کے مسائل)

(۹)......حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کا فتوی:

البتہ ضرورت شدیدہ میں تقلیداً للشافعی جمع کر لینا معہ شرائط مقررہ شافعی جائز ہے۔

(امداد الفتاوی جدید مطول حاشیہ ص۹۹ ج۱۱۔جمع بین الصلوتین کی تحقیق،سوال نمبر:۲۰۶۰)

(۱۰)......حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کا فتوی:

حنفی کو جمع بین الصلوتین حقیقۃً کرنی جائز نہیں، الا یہ کہ کسی شدید ضرورت کے موقع پر امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک پر عمل کرے تو معذور ہوگا۔

(کفایت المفتی جدید ص۴۸۱ ج۳۔ دونمازوں کو اکٹھا ایک وقت میں پڑھنا، سوال نمبر:۱۱۴۸)

ضرورت کی بناء پر عدول

ضرورت کی بناء پر عدول کے جائز ہونے پر اکثر لوگوں کا اتفاق ہے، چنانچہ فقہاء شوافع میں سے زرکشی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے:

(۱)......الثالثة : ان يقصد بتقليده الرخصة فى ما هو محتاج اليه لحاجة لحقته أو ضرورة ، الخ۔ (البحر المحیط ص۳۲۳ ج۶)

ترجمہ:......تیسری شرط یہ ہے کہ: وہ رخصت کی پیروی ایسی صورت میں کررہا ہو جس میں وہ کسی پیش آمدہ حاجت یا ضرورت کی وجہ سے اس کا محتاج ہو تو یہ صورت بھی جائز ہے۔

علامہ زرکشی رحمہ اللہ ہی نے امام نووی رحمہ اللہ کے فتاوی سے نقل کیا ہے کہ: ان سے کسی مقلدِ مذہب کے بارے میں دریافت ہوا:

(۲)......هل يجوز له ان يقلد غير مذهبه فى رخصة لضرورة ونحوها۔

ترجمہ:...... کیا اس کے لئے ضرورت وغیرہ کی بناء پر دوسرے مذہب کی رخصت کی تقلید جائز ہوگی؟

امام نووی رحمہ اللہ نے اس کا جواب مثبت دیا۔ (البحر المحیط ص۳۲۳ ج۶)

فقہاء حنفیہ کے یہاں ایسے اقوال بھی صریحاً منقول ہیں جو از راہ ضرورت دوسرے مذہب پر فتوی کو درست قرار دیتے ہیں، اور عملاً ایسے جزئیات بھی موجود ہیں جن سے اس نقطہ کی تائید ہوتی ہے، خاتم الفقہاء علامہ شامی رحمہ اللہ کا بیان ہے:

(۳)......والحاصل انه اذا اتفق أبو حنيفة وصاحباه على جواب لم يجز العدول عنه الا للضرورة۔

ترجمہ:......خلاصہ یہ ہے کہ امام صاحب اور صاحبین رحمہم اللہ جس جواب پر متفق ہوں اس سے عدول جائز نہیں، البتہ ضرورت کی بناء پر جائز ہے۔

ایک مسئلہ میں علامہ شامی رحمہ اللہ نے علامہ قہستانی رحمہ اللہ سے یہ توجیہ نقل کی ہے:

(۴)......وان لم يكن مذهبنا فان الانسان يعذر فى العمل به عند الضرورة۔

ترجمہ:......گویہ ہمارا مذہب نہیں، مگر آدمی ضرورت کے مواقع پر اس پر عمل کرنے میں معذور ہے۔(شامی ص۲۲۰ج۳)

تلفیق کی تعریف اور اس کا حکم

ضرورۃً دوسرے مسلک پر عمل کرنا جائز ہے، اس کو تلفیق نہیں کہا جائے گا۔ تلفیق اور ہے اور بوقت ضرورت دوسرے مسلک پر عمل کرنا جائز ہے، جیسا کہ گذر چکا، اور اکابر کی آراء بھی نقل کی گئیں۔ یہاں مختصر طور پر تلفیق کے بارے میں چند باتیں لکھی جاتی ہیں:

تلفیق کی تعریف ہے:...... تلفیق کسی عمل کو چند مذاہب کے مابین جمع کر کے اس طرح کرنا کہ ان مذاہب میں سے کسی بھی مذہب کے مطابق اس عمل کی صحت ممکن نہ ہو۔

(۱)...... التلفيق : هو القيام بعمل يجمع فيه بين عدة مذاهب حتى لا يمكن اعتبار هذا العمل صحيحا فى أى مذهب من المذاهب۔(لغۃ الفقہاء ص۱۴۴)

یہ بھی تعریف کی گئی ہے: خواہشات نفسانی کی اتباع میں رخصتوں کو تلاش کرنا۔

(۲)...... التلفيق : هو تتبع الرخص عن هوى۔(لغۃ الفقہاء ص۲۳۶)

تلفیق بالاجماع باطل ہے، اور عمل کرنے کے بعد تقلید سے رجوع کر لینا بالاتفاق باطل ہے۔

(۱)...... ان حكم الملفق باطل بالاجماع ' وأن الرجوع عن التقليد بعد العمل باطل اتفاقا۔(شامی ص۷۷ ج۱، المقدمة ، قبل كتاب الطهارة ، ط : مكتبة دارالباز ، مكة المكرمة)

نوٹ:...... تلفیق کی تفصیل کے لئے دیکھئے! مقدمہ فتاوی قاسمیہ ص۲۰۱ ج۱، الفصل السابع' مسئلہ تلفیق پر مدلل بحث۔

خاتمہ: جمع تقدیم وجمع تاخیر اور مطلق جمع کی روایتیں

خاتمہ میں جمع تقدیم وجمع تاخیر اور مطلق جمع کی روایتیں بھی نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں:

جمع تقدیم کی روایتیں

(۱)......عن معاذ بن جبل : انّ رسول الله صلی الله علیه وسلم کان فی غزوة تبوک اذا زاغتِ الشمسُ قبل ان یرتحِلَ جمع بین الظهرو العصر' وان یرتَحِل قبل ان تزیغ الشمسُ اخّر الظهرَ حتی ینزلَ للعصر ' وفی المغرب مثلَ ذلک : اِن غابتِ الشمسُ قبل ان یرتحِل جمع بین المغرب و العشاء ' واِن یرتحِل قبل ان تغیب الشمس اخّر المغربَ حتی ینزل للعشاء ' ثم جمع بینهما۔

(ابوداؤد، باب الجمع بین الصلوتین ، رقم الحدیث :۱۲۰۸)

ترجمہ:......حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک میں تشریف فرما تھے، جب سفر سے پہلے سورج ڈھل جاتا تو آپ ﷺ ظہر اور عصر کو جمع فرما لیتے، (اور جمع تقدیم فرماتے) اور اگر سورج ڈھلنے سے پہلے سفر شروع فرما دیتے تو ظہر کو مؤخر فرما دیتے یہاں تک کہ عصر کے لئے (سواری سے) اترتے (اور ظہر اور عصر اکٹھا ادا فرماتے) اور مغرب میں اسی طرح کرتے کہ اگر سفر سے پہلے سورج غروب ہو جاتا تو مغرب اور عشاء کو جمع فرماتے، (اور جمع تقدیم فرماتے) اور سورج غروب ہونے سے پہلے سفر شروع فرماتے تو مغرب کو مؤخر کرتے یہاں تک کہ (سواری سے) عشاء کے لئے اترتے پھر دونوں کو جمع فرماتے۔

(۲)......عن عکرمة وعن کریب ان ابن عباس رضی الله عنهما قال : ألا أحدِّثُکم عن صلاة رسول الله صلی الله علیه وسلم فی السفر ؟ قال : قلنا : بلی ، قال : کان

اذا زاغت الشمسُ فی منزله جمع بين الظهر والعصر قبل أن يَرُكَبَ ' واذا لم تَزِغُ له فی منزله سار حتی اذا حانت العصر نزل ، فجمع بين الظهر والعصر' واذا حانت المغرب فی منزله جمع بينها وبين العشاء ' واذا لم تحن فی منزله ركب حتى اذا حانت العشاء نزل فجمع بينهما۔(مسند احمد ص۴۳۴ ج۵، رقم الحدیث :۳۴۸۰)

ترجمہ:......حضرت عکرمہ اور حضرت کریب رحمہما اللہ سے مروی ہے کہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا کہ: کیا میں تمہیں آپ ﷺ کی سفر کی نماز کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ ہم نے عرض کیا ضرور بتلایئے! تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: نبی کریم ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اگر اپنی منزل ہی پر سورج ڈھل جاتا تو سفر سے پہلے ظہر اور عصر کو جمع فرما لیتے، (یعنی جمع تقدیم فرما لیتے) اور اگر سفر سے پہلے سورج ڈھل نہ جاتا تو آپ سفر شروع فرما دیتے، یہاں تک کہ عصر کا وقت قریب ہوتا تو (سواری سے) اتر کر ظہر اور عصر کو جمع فرماتے، اور مغرب کے وقت میں سفر سے پہلے سورج غروب ہو جاتا تو مغرب اور عشاء دونوں کو جمع فرماتے، (یعنی جمع تقدیم فرماتے) اور اگر سفر سے پہلے سورج غروب نہ ہوتا تو سفر شروع فرما دیتے اور عشاء کے قریب (سواری سے) اتر کر مغرب اور عشاء کو جمع فرماتے۔

(۳)......عن انس رضی الله عنه : كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كان فی سفر فزالت الشمس صلى الظهر والعصر جميعا ثم ارتحل۔

(توضیح السنن شرح آثار السنن ص۵۱۰ ج۲، باب جمع التقديم فی السفر ، رقم الحديث :۸۵۲)

ترجمہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ جب سفر میں ہوتے اور سورج ڈھل جاتا تو ظہر اور عصر کو جمع فرماتے پھر سفر (شروع) فرماتے۔

جمع تاخیر کی روایتیں

(۱)......انّ ابن عمر رضی الله عنهما : کان اذا جدّ به السَّیر ، جمع بین المغرب والعشاء ، بعد ان یغیب الشفق ، و یقول : اِنّ رسول الله صلی الله علیه وسلم کان اذا جدّ به السیر ، جمع بین المغرب والعشاء۔

(مسلم ص۲۴۵، باب جواز الجمع بین الصلوتین فی السفر ، رقم الحدیث :۷۰۳)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں مروی ہے کہ: جب انہیں سفر میں جلدی ہوتی تو مغرب اور عشاء کو شفق کے غائب ہونے کے بعد جمع کر کے پڑھتے ، اور فرماتے کہ: رسول اللہ ﷺ کو بھی جب سفر میں جلدی ہوتی تو آپ مغرب اور عشاء کو جمع فرماتے۔

(۲)......عن انس رضی الله عنه قال : کان النبی صلی الله علیه وسلم أذا اراد ان یجمع بین الصلوتین فی السفر ، اخّر الظهر حتی یدخل اوّل وقت العصر ، ثم یجمع بینهما۔(مسلم ص۲۴۵، باب جواز الجمع بین الصلوتین فی السفر ، رقم الحدیث :۷۰۴)

ترجمہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ جب سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا ارادہ فرماتے تو ظہر کو مؤخر فرماتے یہاں تک کہ عصر کا شروع وقت داخل ہوجاتا ، پھر دونوں (ظہر اور عصر کی نمازوں) کو جمع فرماتے۔

(۳)......عن انس رضی الله عنه : عن النبی صلی الله علیه وسلم اذا عَجّل علیه السفر ، یؤخّر الظهر الی اوّل وقت العصر ، فیجمع بینهما ، ویؤخِّر المغرب حتی یجمع بینها وبین العشاء ، حین یغیب الشّفق۔

(مسلم ص۲۴۵، باب جواز الجمع بین الصلوتین فی السّفر ، رقم الحدیث :۷۰۴)

ترجمہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ کو جب سفر میں جلدی ہوتی تو ظہر کو عصر کے شروع وقت تک مؤخر فرماتے، پھر دونوں (ظہر اور عصر کی نمازوں) کو جمع فرماتے، اور مغرب کو مؤخر فرماتے یہاں تک کہ اس کو اور عشاء کو شفق کے غائب ہونے کے بعد جمع فرماتے۔

(۴)......عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما قال : رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اعجله السير فى السّفر يؤخّر المغرب حتى يجمع بينها وبين العشاء قال سالم : وكان عبد الله يفعله اذا أعجله السير۔

(بخاری، باب يصلّى المغرب ثلا ثا فى السّفر ، رقم الحديث :۱۰۹۱)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ کو سفر میں جلدی روانہ ہونا ہوتا تو مغرب کو مؤخر فرما دیتے یہاں تک کہ اس کو عشاء کے ساتھ جمع فرماتے۔

حضرت سالم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جب سفر میں جلدی روانہ ہونا ہوتا تو وہ بھی ایسا ہی کرتے۔

(۵)......عن جابر : انّ رسول الله صلى الله عليه وسلم غابت له الشمس بمكة فجمع بينهما بسرف۔(ابوداؤد، باب الجمع بين الصلوتين ، رقم الحديث :۱۲۱۵)

ترجمہ:......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ مکہ میں تشریف فرما تھے اور سورج غروب ہو گیا، (مگر آپ ﷺ نے مغرب کی نماز نہیں پڑھی، اور مقام) سرف میں جا کر (عشاء کے ساتھ) جمع فرمائی۔

(٦)......عبد الله بن دينار قال : غابت الشمس وانا عند عبد الله بن عمر ' فسِرنا

فلمّا رأيناه قد أمسى ، قلنا : الصلاة ، فسار حتى غاب الشفق وتَصَوَّبَتِ النُّجومُ ، ثم انه نزل فصلى الصلاتين جميعا ، ثم قال : رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا جدّ به السَّيْر صلّى صلاتى هذه ، يقول : يجمع بينهما بعد ليل ،

قال ابوداؤد : رواه عاصم بن محمد عن أخيه عن سالم ، و رواه ابن ابى نجيح عن اسماعيل بن عبد الرحمن بن ذُؤيب : ان الجمع بينهما من ابن عمر كان بعد غيوب الشفق۔(ابوداؤد، باب الجمع بين الصلوتين ، رقم الحديث :۱۲۱۷)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: سورج غروب ہوگیا اور میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس تھا، پس ہم روانہ ہوئے اور جب ہم نے دیکھا کہ رات ہوگئی تو ہم نے ان سے نماز کے لئے کہا، وہ چلتے رہے یہاں تک کہ شفق غائب ہو گئی اور ستارے چمکنے لگے، تب آپ اترے اور دونوں نمازوں کو جمع کیا، پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ: جب آپ ﷺ کو جلدی ہوتی تو اسی طرح نماز پڑھتے جس طرح میں نے پڑھی۔ راوی فرماتے ہیں کہ: دونوں نمازوں کو رات شروع ہونے کے بعد جمع کرتے۔

(۷)......عن عطاء قال : أقبل ابن عباس من الطائف فأخّر صلاة المغرب ، ثم نزل فجمع بين العشاء والمغرب۔

ترجمہ:......حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما طائف کے سفر سے واپس تشریف لائے تو آپ نے مغرب کو مؤخر کیا، پھر (سواری سے) اترے اور عشاء ومغرب کو جمع فرمایا۔

(۸)......مالک بن مِغْوَل قال : سألت عطاء عن تأخير الظهر والمغرب فى السفر؟

فلم یر به بأسا۔

ترجمہ:……حضرت مالک بن مغول رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے سفر میں ظہر اور مغرب کی تاخیر کے بارے میں سوال کیا' تو وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(۹)……عن زید ابی اسامة قال : سألت مجاهدا عن تأخیر المغرب و تعجیل العشاء فی السفر؟ فلم یر به بأسا۔

ترجمہ:……حضرت زید ابواسامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے سفر میں مغرب کی تاخیر اور عشاء کو جلدی پڑھنے کے بارے میں سوال کیا' تو وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۵ ج ۵، من قال: یجمع المسافر بین الصلوتین ، رقم الحدیث : ۸۳۱۸/۸۳۲۷/۸۳۲۸)

مطلق جمع کرنے کی روایتیں

(۱)……عن ابن عباس رضی الله عنهما قال : کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یجمع بین صلوة الظّهر والعصر اذا کان علی ظهر سیرٍ ، ویجمع بین المغرب و العشاء۔(بخاری، باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء ، رقم الحدیث :۱۱۰۷)

ترجمہ:……حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کو جمع فرماتے جب سواری پر سفر فرماتے، اور مغرب وعشاء کو جمع فرماتے۔

(۲)……عن انس بن مالک رضی الله عنه قال : کان النبی صلی الله علیه وسلم یجمع بین صلاة المغرب والعشاء فی السّفر۔

ترجمہ:......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ سفر میں مغرب اور عشاء کو جمع فرماتے۔

(بخاری، باب الجمع فی السّفر بین المغرب والعشاء، رقم الحدیث :۱۱۰۸)

(۳)......عن معاذ قال : خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى غزوة تبوک ، فکان یصلّی الظّهرَ والعصر جمیعا ، والمغرب والعشاء جمیعا۔

(مسلم ص۲۴۶، باب الجمع بین الصلوتین فی الحضر ، رقم الحدیث :۷۰۶)

ترجمہ:......حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک کے لئے نکلے، آپ ﷺ ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو جمع فرماتے۔

(۴)......ابن عباس : ان رسول الله صلى الله عليه وسلم جمع بين الصلاة فى سفرة سافرها فى غزوة تبوک ، فجمع بين الظهر والعصر ، والمغرب والعشاء۔

(مسلم، باب الجمع بین الصلوتین فی الحضر ، رقم الحدیث :۷۰۵)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ تبوک کے سفر میں (دو) نمازوں کو جمع کر کے پڑھا، آپ ﷺ نے ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو جمع فرمایا۔

(۵)......عن عبد الله بن شقيق ، قال : خطبنا ابن عباس يوما بعد العصر حتى غربت الشمس وبدتِ النُّجوم ، وجعل النّاس يقولون : الصلاة الصلاة قال : فجاءه رجل من بنى تميم ، لا يفتُرُ ولا يَنْثَنِى : الصلاة ، الصلاة ، فقال ابن عباس : اَتُعلِّمُنِى بالسنة ؟ لا اُمَّ لک ، ثم قال : رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم جمع بين الظهر والعصر ، والمغرب والعشاء ، قال عبد الله بن شقيق : فحاک فى صدرى من ذلک

شیء ، فأتیت أبا هریرة ‘ فسألته ‘ فصدّق مقالتَه۔

(مسلم ص۲۴۶، باب الجمع بين الصلوتين فى الحضر ، رقم الحديث :۷۰۵)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک دن عصر کے بعد ہمیں وعظ فرمایا یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا' اور ستارے روشن ہوگئے، لوگ نماز نماز پکارنے لگے، (راوی) فرماتے ہیں کہ: بنوتمیم کا ایک آدمی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور بغیر دم لئے اور بغیر رکے مسلسل نماز نماز کی رٹ لگا تا رہا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تیری ماں مرجائے کیا تو مجھے سنت سکھاتا ہے، پھر فرمایا کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ نے ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو جمع فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میرے دل میں یہ بات کھٹکی تو میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا' اوران سے پوچھا تو انہوں نے (حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی) بات کی تصدیق فرمائی۔

(۶)......عن ابن عمر قال : ما جمع رسول الله صلى الله عليه وسلم بين المغرب والعشاء قطُّ فى السفر الا مرّةً۔(ابوداؤد، باب الجمع بين الصلوتين ، رقم الحديث :۱۲۰۹)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ سفر میں کبھی بھی مغرب اور عشاء کو جمع نہیں فرماتے تھے، سوائے ایک مرتبہ کے۔

(۷)......عن مجاهد وسعيد ابن جبير وعطاء بن ابى رباح وطاؤس : اخبروه عن ابن عباس انه اخبرهم انّ رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يجمع بين المغرب والعشاء فى السفر ' من غير ان يُعجِلَهُ شىء ' ولا يطلُبه عدوٌّ ' ولا يخاف شيئا۔

ترجمہ:......حضرت مجاہدؒ حضرت سعید بن جبیرؒ حضرت عطاء بن ابی رباح اور حضرت طاؤس رحمہم اللہ سے مروی ہے کہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں بتلایا کہ: رسول اللہ ﷺ سفر میں مغرب وعشاء کو جمع فرماتے تھے بغیر کسی عجلت اور بغیر کسی دشمن کے خطرہ اور بغیر کسی خوف کے۔ (ابن ماجہ، باب الجمع بين الصلوتين فى السفر ، رقم الحديث :١٠٦٩)

(٨)......عن عبد الله بن مسعود : ان النبی صلى الله عليه وسلم كان يجمع بين الصلوتين فى السفر۔

(طحاوی ص۲۰۶ ج۱، باب الجمع بين الصلوتين كيف هو ؟ رقم الحديث :٩٣١)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ سفر میں دو نمازوں کو جمع فرماتے تھے۔

(٩)......عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده قال : جمع رسول الله صلى الله عليه وسلم بين الصلوتين فى غزوة بنى المصطلق۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۹۵ ج۵، من قال: يجمع المسافر بين الصلوتين، رقم الحديث :٨٣٢٩)

ترجمہ:......حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بنوالمصطلق میں دو نمازوں کو جمع فرمایا۔

(١٠)......عن حبيب بن شهاب ، عن ابيه ، عن ابى موسى قال : صحبتُه فى السفر ، فكان يجمع بين الظهر والعصر ، وبين المغرب و العشاء۔

ترجمہ:......حضرت حبیب بن شہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: مجھے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر میں صحبت کا شرف ملا ہے، آپ ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو جمع کرتے تھے۔

(۱۱)......عن ابی عثمان قال : سافرت مع اسامة بن زید و سعید بن زید ' فکانا یجمعان بین الظهر والعصر ' و المغرب والعشاء۔

ترجمہ:......حضرت ابوعثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت اسامہ بن زید اور حضرت سعید بن زید رحمہما اللہ کے ساتھ سفر کیا (تو میں نے دیکھا کہ) وہ دونوں حضرات ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو جمع کرتے تھے۔

(۱۲)......عن عبد الجلیل بن عطیة قال : سافرت مع جابر بن زید ' فکان یجمع بین الصلا تین۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۹۳ ج۵، من قال: یجمع المسافر بین الصلوتین، رقم الحدیث : ۸۳۲۰/۸۳۲۱/۸۳۲۲)

ترجمہ:......حضرت عبدالجلیل بن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت جابر بن زید رحمہ اللہ کے ساتھ سفر کیا، (تو میں نے دیکھا کہ) آپ دونمازوں کو جمع کرتے تھے۔

جمع بین الصلوتین کے بارے میں ائمہ کے مسالک اوران کی شرطیں

اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ بغیر کسی عذر کے جمع بین الصلوتین جائز نہیں، البتہ ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک عذر کی صورت میں جمع بین الصلوتین جائز ہے۔ پھر عذر کی تفصیل میں یہ اختلاف ہے کہ شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک سفر اور مطر (یعنی بارش) عذر ہے، اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک مرض (بیماری) بھی عذر ہے۔ پھر سفر میں امام شافعی رحمہ اللہ پوری مقدار سفر کو عذر قرار دیتے ہیں، جبکہ امام مالک رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ: جمع بین الصلوتین صرف اس وقت جائز ہے جب مسافر حالت سیر میں ہو، اور اگر کہیں ٹھہر گیا' خواہ ایک ہی دن کے لئے ہوتو وہاں جمع جائز نہیں، بلکہ امام مالک رحمہ اللہ کی ایک روایت یہ ہے کہ

مطلق حالت سیر بھی کافی نہیں، بلکہ جب کسی وجہ سے تیز رفتاری ضروری ہو تب جمع جائز ہوگی ورنہ نہیں۔

پھر ان سب حضرات کے نزدیک جمع تقدیم بھی جائز ہے اور جمع تاخیر بھی۔ جمع تاخیر کے لئے ان کے نزدیک شرط یہ ہے کہ پہلی نماز کا وقت گذرنے سے پہلے پہلے جمع کی نیت کرلی ہو، اور جمع تقدیم کے لئے شرط یہ ہے کہ پہلی نماز ختم کرنے سے پہلے پہلے جمع کی نیت کرلی ہو، اس کے بغیر جمع جائز نہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جمع بین الصلوتین حقیقی صرف عرفات اور مزدلفہ میں مشروع ہے، اس کے علاوہ کہیں بھی جائز نہیں، اور اس میں عذر کے پائے جانے کا بھی کوئی اعتبار نہیں، البتہ جمع صوری جائز ہے، جسے ''جمع فعلی'' بھی کہتے ہیں۔

ضروری نوٹ...... یہ جمع بین الصلوتین نہیں

نوٹ:...... یہ روایتیں اس لئے لکھی گئی ہیں کہ بعض حضرات یہاں برطانیہ میں مغرب اور عشاء ایک ساتھ پڑھنے کو جمع کہتے ہیں، حالانکہ یہ جمع نہیں، اس لئے جمع بین الصلوتین تو اس وقت ہے جب کہ نماز کا حقیقی وقت ہوتا ہو پھر کسی عذر سے دو نمازوں کو جمع کیا جائے، یہاں تو عشاء کا وقت ہوتا ہی نہیں، اس لئے اسے جمع کہنا بھی مشکل ہے، یہ تو اپنے وقت پر ہی ہے، ہاں اتنا ہے کہ عامۃً لوگ گھنٹہ کا وقفہ کرتے ہیں اور یہاں مغرب اور عشاء ساتھ پڑھنے والے کم وقفہ کرتے ہیں، ہیں دونوں ہی تقدیری صورت پر عمل کرنے والے۔

عشاء وقت سے پہلے پڑھی جارہی ہے، یہ مسئلہ قابل غور ہے

دوسری بات بہت قابل غور ہے کہ: ان ایام میں تو شفق غائب نہیں ہوتی، اور بعض لوگ مغرب وعشاء کو ساتھ پڑھتے ہیں، مگر ان ایام سے پہلے اور بعد میں تقریبا چار پانچ ہفتے

ایسے ہیں کہ یہاں شفق غائب ہوتی ہے اور عشاء کا وقت ہوتا ہے، مگر لوگ نماز عشاء وقت سے پہلے پڑھ لیتے ہیں، اس کی بہت فکر کرنی چاہئے، جن ایام میں شفق غائب نہیں ہوتی ان میں کسی وقت بھی عشاء پڑھ لی جائے تو انشاء اللہ کوئی حرج نہ ہوگا، مگر جب عشاء کا وقت ہو رہا ہے اور پھر نماز کو جلدی پڑھنا؟ یہ قابل تنقید اور قابل غور مسئلہ ہے۔

ہمارا رویہ عجیب ہے گنجائش والے عمل پر تنقید اور مخالفت کی جاتی ہے، اور صریح عدم جواز پر سکوت بلکہ عملی شرکت، **عجبا لاھل العلم ، واعجباہ۔**

بعض حضرات علماء کی کسی جماعت کی اتباع کا دعوی تو کرتے ہیں، مگر ان کا عمل اس کے خلاف ہے، مثلا علماء کی ایک جماعت کے نزدیک اس وقت عشاء کا وقت پونے گیارہ کے بعد شروع ہوتا ہے مگر ان کی اتباع کا دعوی کرنے والے اس وقت سے پہلے ہی عشاء کی نماز پڑھ رہے ہیں۔

دین میں آسانی ہے تنگی نہیں

قرآن وحدیث سے یہ امر مسلم ہے کہ دین میں آسانی اور سہولت کا پہلو مطلوب ہے، اور مشکلی اور سختی معیوب ہے، اور آسانی والی رخصت پر عمل مطلوب ہے۔اس لئے ان ایام میں جن میں شفق غائب نہیں ہوتی اور عشاء کا وقت ہوتا ہی نہیں، ان ایام میں اگر معمولی وقفہ کے بعد بھی عشاء پڑھ لی جائے تو کوئی حرج نہیں، بلکہ اس میں امت کے لئے آسانی اور سہولت کا پہلو ہے۔اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:

(۱)......يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔(پ:۲/، سورۂ بقرہ، آیت نمبر:۱۸۵)

ترجمہ:......اللہ تعالی تمہارے ساتھ آسانی کا معاملہ کرنا چاہتے ہیں۔

(۲)......وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ۔(پ:۱۷/، سورۂ حج، آیت نمبر:۷۸)

ترجمہ:......اور تم پر دین کے معاملے میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

(۳)......مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ۔(پ:۶/، سورۂ مائدہ، آیت نمبر:۶)

ترجمہ:......اللہ تعالی تم پر کوئی تنگی مسلط کرنا نہیں چاہتے۔

(۴)......بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم ابا موسى ومعاذ بن جبل الى اليمن، قال: وبعث كلّ واحد منهما على مِخْلاف، قال: واليمن مِخلافانِ، ثم قال: يسّرا ولا تعسّرا، وبشّرا ولا تنفرا، الخ۔

(بخاری، باب بَعْثِ أبى موسى و معاذبن جبل الى اليمن قبل حجة الوداع، كتاب المغازی، رقم الحديث:۴۳۴۱/۴۳۴۲)

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوموسی اشعری اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یمن کی طرف بھیجا، اور ان میں سے ہر ایک کو مختلف ضلعوں میں بھیجا، راوی فرماتے

ہیں کہ: یمن میں دو اضلاع ہیں، پھر ارشاد فرمایا: تم دونوں آسانی کرنا اور مشکل میں نہ ڈالنا، اور بشارت دینا اور لوگوں کو متنفر نہ کرنا۔

(۵)......انّ أبا هريرة رضى الله عنه قال.....فقال لهم النبى صلى الله عليه وسلم : ..... فانّما بُعِثتم مُيَسِّرين و لم تُبعثوا مُعسِّرين۔

(بخاری، باب صبِّ الماء على البول فى المسجد ، كتاب الوضوء ، رقم الحديث:۲۲۰)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: .... نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم آسانی کرنے کے لئے بھیجے گئے اور مشکل میں ڈالنے کے لئے نہیں بھیجے گئے۔

فقہاء کرام رحمہم اللہ نے ان آیات اور احادیث سے یہ قواعد مستنبط کئے ہیں:

(۱)......والحرج مدفوع۔(حرج کو ختم کیا گیا ہے)۔

(شامی ص۲۸۶ ج۱، مطلب : فى ابحاث الغسل ، كتاب الطهارة، ط: مکتبہ دار الباز، مکۃ المکرّمہ)

(۲)......والمشقة تجلب التيسير۔(مشقت آسانی اور سہولت کو لاتی ہے)۔

(الاشباہ والنظائر ص۶۴، القاعدة الرابعة : المشقة تجلب التيسير)

(۳)......اذا ضاق الامر اتسع حكمه۔ جب معاملہ میں تنگی ہو تو کشادگی پیدا ہوتی ہے۔

(القواعد الفقہیہ ص۹۰، القاعدة الخامسة : الامر اذا ضاق اتسع)

(۴)......الضرورات تبيح المحظورات۔(ضرورتیں محظورات کو مباح کر دیتی ہیں)۔

(الاشباہ والنظائر ص۷۳، القاعدة الرابعة : المشقة تجلب التيسير۔ القواعد الفقہیہ ص۷۳، القاعدة الاولى : الضرورات تبيح المحظورات)

(۵)......الضّرر يُزَال۔(ضرر کو دفع کیا جائے گا)

(نور البصائر شرح الاشباہ والنظائر ص۴۲۸ ج۱، القاعدة الخامسة : الضّرر يزال)

خلاصۂ کلام، اوراس عمل پرا کابر کی تائیدات

خلاصہ یہ ہے کہ ان ایام میں عشاء کی نماز کومغرب کے بعد مختصر وقفہ میں کہ آدمی سنت و اوابین پڑھنا چاہے تو اس سے فارغ ہوجائے اورفوراعشاء کی نماز پڑھ لی جائے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

اہل بلغارحرج کی راتوں میں مغرب کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے تھے

اہل بلغاراس طرح کے حرج کی وجہ سے مغرب کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے تھے، شیخ احمد بن فضلان رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ میں اس کی وضاحت فرمائی ہے، موصوف جب بلغار آئے اورعشاء کا انتظار کررہے تھے، جب مؤذن کی آوازسنی تو اپنی رہائش گاہ سے باہر آئے دیکھا تو فجر طلوع ہوچکی ہے، تو مؤذن سے پوچھا: آپ نے کون سی نماز کے لئے اذان کہی؟ مؤذن نے جوابا کہا: فجر کی، موصوف نے پوچھا: عشاء کا کیا ہوا؟ مؤذن نے کہا ہم تو عشاء کی نمازمغرب کے ساتھ پڑھ لیتے ہیں۔

’’ قال أحمد بن فضلان فی رسالته : أنّه لمّا قدم بُلغار دخل فی اوّل لیلة باتوا بها قبّته المضروبة له ' ومعه خیّاط کان للملک من أهل بغداد لیتحدّثا ' قال : فتحدثنا مقدار ما یقر الانسان نصف ساعة ، ونحن ننتظر أذان العشاء ' فاذا بالاذان ' فخرجنا من القُبّة ' وقد طلع الفجر ' فقلت للمؤذن : أیّ شیء أذَّنتَ ؟ قال : الفجر ' قلت : فعشاء الأخیرة ؟ قال : نُصلِّیها مع المغرب ‘‘۔

(ناظورة الحق فی فرضیة العشاء وان لم یغب الشفق ص۳۸۶، مطلب : مدینة بلغار، مطبوعہ: اسطنبول)

مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری رحمہ اللہ کا فتوی

میں نے حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری رحمہ اللہ سے باٹلی میں خود یہ سوال کیا تھا کہ: حضرت یہاں بعض مہینوں کی راتوں میں شفق غائب نہیں ہوتی، ان راتوں میں مغرب کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ سکتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا: پڑھ سکتے ہیں۔

میں یہ رسالہ تو پانچ چھ مہینے پہلے مرتب کر چکا تھا، مگر ابھی ہمارے رفیق مولانا مفتی یوسف بن مفتی شبیر احمد صاحب زادہ اللہ علما وعملا کا مقالہ نظر سے گذرا کہ: ''اکابر علماء دیوبند کے نزدیک ضرورت کے وقت جمع بین الصلوتین جائز ہے یا نہیں؟'' اس میں موصوف نے ہمارے اسلاف کے کئی حوالے جواز پر نقل کئے ہیں۔

ان راتوں میں مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ کا عشاء کو جلدی پڑھنا

اس مقالہ کے آخر میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: میں نے کئی مرتبہ حضرت کو برطانیہ کے سفر میں ان ایام میں جب عشاء کا وقت نہیں ہوتا مغرب اور عشاء دونوں نمازوں کو ساتھ پڑھتے اور جمع کرتے ہوئے دیکھا۔ موصوف لکھتے ہیں:

''وقد رأیت شیخنا غیر مرة یجمع بین المغرب والعشاء فی بریطانیه فی الصیف' لفقدان وقت العشاء ، لان الفجر یطلع فی بعض أیام الصیف قبل غیبوبة الشفق''۔

''المجلس الاروبی للافتاء والبحوث'' کا فیصلہ

''المجلس الاروبی للافتاء والبحوث ''نے بھی اپنی تیسری مٹنگ جو کولون (جرمنی) میں مؤرخہ: ۱۹/۲۱ رمئی ۱۹۹۹ء، بروز بدھ' جمعرات' جمعہ منعقد ہوئی، اس میں متفقہ

طور پر ان ایام میں مغرب وعشاء کو جمع کرنے کے جواز کا فتوی دیا ہے:

''انتهى المجلس الى جواز الجمع بين هاتين الصلوتين فى اروبا فى فترة الصيف حين يتأخر وقت العشاء الى منتصف الليل أو تنعدم علامته كليا ' دفعا للحرج المرفوع عن الامة بنص القرآن''۔

یورپ کی افتاء وبحوث کی مجلس: یورپ میں گرمیوں کے موسم میں جب عشاء کا وقت تاخیر سے آدھی رات کے قریب ہوتا ہے، یا شفق غائب نہ ہونے کی بناء پر وقت ہوتا ہی نہیں، ایسے حالات میں امت سے (بنص قرآن) حرج کو ختم کرنے کے لئے دونوں نمازوں (مغرب وعشاء) کو ایک وقت میں جمع کرنا جائز سمجھتی ہے۔

(مستفاد: برطانیہ واعلی عروض البلاد پر صبح صادق وشفق کی تحقیق ص ۲۶۶/۲۶۷۔ بیانات اور فتاوی جات ص ۱۱۵)

یاد رہے اس مجلس کے صدر علامہ یوسف قرضاوی رحمہ اللہ تھے، اور اس کے ارکان میں حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی دامت برکاتہم بھی آخر تک رہے۔

مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی مدظلہ کی رائے

میں نے خود حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی دامت برکاتہم سے اس بارے میں سوال کیا کہ: آپ اس بحث میں شریک تھے؟ تو فرمایا: ہاں شریک تھا، مگر مجھے اس وقت یاد نہیں کہ کیا تجویز طے پائی تھی، مگر میں ان ایام میں مغرب اور عشاء کو جمع کرنا جائز سمجھتا ہوں۔

مفتی زبیر بٹ صاحب مدظلہ کا عمل

میں نے اس موضوع پر ایک جمعہ کو بیان کیا تو مولانا مفتی زبیر بٹ صاحب مدظلہ

(موصوف ماشاء اللہ صاحب ذوق عالم اور صاحب فتوی ہیں، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے مخصوص تلامذہ میں ان کا شمار ہوتا ہے) کا فون آیا اور انہوں نے اس موضوع پر چند باتیں کیں، اور فرمایا: میں بھی ان راتوں میں مغرب وعشاء کو جمع کرتا ہوں۔

شیخ عبداللہ بن یوسف الجُدَیع حفظہ اللہ کی رائے

شیخ عبداللہ بن یوسف الجُدَیع حفظہ اللہ (موصوف مجلس اوروبی للافتاء والبحوث کے رکن ہیں، اور برطانیہ کے مشہور شہر لیڈز کی مسجد کے امام وخطیب ہیں) نے اس موضوع پر ایک تفصیلی مقالہ ''بیان حکم صلوة العشاء فی صیف بریطانیا حین یُفْتَقَدُ وقتها'' کے عنوان سے لکھا ہے، مجھے اس رسالہ کی اشاعت کے بعد وہ مقالہ ایک صاحب نے عنایت فرمایا، میں نے اس کا مطالعہ کیا، موصوف نے ان راتوں میں جب وقت عشاء مفقود ہو تو نماز عشاء کا کیا حکم ہے؟ اس کے بارے میں چار صورتیں لکھی ہیں، اور ان میں ایک صورت یہ لکھی ہے کہ: ان راتوں میں مغرب اور عشاء کو مغرب کے وقت میں جمع کیا جائے، اور اس قول کی نسبت شیخ ابن مفلح حنبلی رحمہ اللہ کی طرف کی ہے۔ (الفروع ص ۶۸ ج ۲)

اور موصوف ان اقوال میں اسی جمع کے قول کو صحیح فرماتے ہیں، اور اس پر قرآن وحدیث کے دلائل لکھے ہیں۔ موصوف کی عبارت درج ذیل ہے:

''القول الرابع : جمع صلوة العشاء الی صلوة المغرب فی وقت المغرب،

وهذا القول هو الباقی من هذه الأقاويل' وجدير أن يكون هو الصحيح منها، فلتبيّن ذلک من دلالات الكتاب والسّنة والنّظر الصحيح''۔

ائمہ احناف نے تقدیر کی وضاحت نہیں کی

جن راتوں میں عشاء کا وقت نہیں ہوتا ان میں تقدیر کی کیا صورتیں ہیں؟ تو ہمارے ائمہ احناف میں سے کسی نے اس کی کوئی خاص تقدیر کی وضاحت نہیں کی ہے، علامہ طحطاوی رحمہ اللہ ''درمختار'' کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں: '' وانما ذكرت كلام الشافعية ، لان المصنف أختار التقدير ولم يبين معناه ، ولم أره لائمتنا ''۔

(حاشية الطحطاوی علی الدر المختار شرح تنویر الابصار ص۲۵ ج۲، کتاب الصلوۃ۔ مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی دامت برکاتہم نے بھی اپنے فتاوی میں اس کو تحریر فرمایا ہے۔ (فتاوی دینیہ ص۳۵۲ ج۱، سوال نمبر: ۳۵۰)

ہاں حضرات شافعیہ رحمہم اللہ نے تقدیر کی چند صورتیں لکھی ہیں، غالبا اسی کے مطابق ہمارے یہاں علماء کی ایک جماعت نے تقدیری صورتیں بیان کی ہیں اوران صورتوں میں سے کسی ایک پران کا عمل ہے۔

بعض اہل علم کا اشکال کہ عشاء کو تاخیر سے پڑھنے میں احتیاط ہے

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ نماز عشاء کو تاخیر سے پڑھنے میں احتیاط ہے، اور مغرب کے ساتھ جلدی پڑھنے میں شک وشبہ ہے، ان کی خدمت میں عرض ہے کہ: جلدی پڑھنے اور جمع کرنے کا گرچہ احناف کا مسلک نہیں مگر دوسرے ائمہ کے یہاں جواز ہے، اوران ایام میں ہمارے یہاں پونے گیارہ یا دس بج کر پچاس منٹ پر نماز عشاء ادا کی جارہی ہے، نمازیوں میں کچھ لوگ جمعیۃ العلماء کے متبع ہیں، اور جمعیۃ العلماء کے ٹائم ٹیبل میں عشاء کا وقت تاخیر سے شروع ہوتا ہے، مثلا: ویکفلڈ سینٹرل جامع مسجد کے ٹائم ٹیبل میں آج مؤرخہ:

۴/ جون ۲۰۲۳ء ، بروز اتوار عشاء کا ابتدائی وقت:۱۰/ بج کر :۴۸/ منٹ ہے، اور ہمارے یہاں جمعیۃ کے متبعین پونے گیارہ پر عشاء کی نماز ادا کر رہے ہیں۔تو ظاہر ہے ان کی نماز تو نہیں ہوگی کہ وہ وقت سے پہلے پڑھ رہے ہیں، اگر وہ حضرات بھی ان ایام میں جمع کر لیتے اور مغرب وعشاء کو ساتھ پڑھ لیتے تو بعض ائمہ کے نزدیک ان کی نماز تو ادا ہو جاتی، یہ تو کسی کے نزدیک بھی نہیں ہو رہی ہے۔

بعض ائمہ مثلا: امام اوزاعی، امام ابن مبارک، امام شافعی (کا قول جدید)اور امام مالک رحمہم اللہ کی ایک روایت کے مطابق مغرب کا وقت وضو، اقامت اور پانچ رکعت درمیانی (طور پر نہ زیادہ طویل نہ بہت مختصر) کی ادائیگی کے بقدر ہے، اس کے بعد عشاء کا وقت داخل ہو جاتا ہے۔

”وذهب الاوزاعي وابن المبارك والشافعي في قوله الجديد ومالك في رواية : الى انه قدرُ ما يُصلّى خمس ركعات متوسّطات بوضوءٍ واذانٍ واقامةٍ فحسب، ويدخل وقت العشاء بعده“۔

(ناظورة الحق في فرضية العشاء وان لم يغب الشفق ص۳۳۰، مطلب : لا يجوز القطعي بالظني مطبوعہ: اسطنبول)

صاحب ناظورۃ الحق نے علماء کے اس مسلک کے بارے میں کہ بعض ائمہ کے نزدیک عشاء کا وقت شفق کے غائب ہونے سے پہلے ہی ہو جاتا ہے ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ:

شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ کا لوگوں کو شفق غائب ہونے سے پہلے عشاء پڑھنے کا منع نہ فرمانا

ظہیر الدین مرغینانی رحمہ اللہ جب فرغانہ سے بخارا آئے تو انہوں نے بخاری کے

سست لوگوں کونماز عشاء شفق غائب ہونے سے پہلے ہی پڑھتے ہوئے دیکھا تو انہیں اس عمل سے روکنے کا ارادہ کیا، (مگر مناسب سمجھا کہ ابھی نہ روکوں، اور) شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ سے اس بارے میں مشورہ کیا، تو انہوں نے فرمایا: انہیں نہ روکو، اس لئے کہ آپ انہیں منع کریں گے تو کہیں ایسا نہ ہو وہ بالکل ہی نماز عشاء پڑھنا چھوڑ دیں، ابھی وہ وقت سے پہلے نماز عشاء پڑھ رہے ہیں یہ بعض ائمہ کے نزدیک تو جائز ہے۔

’’عن ظهير الدين المرغيناني فانّه لمّا قدم من فرغانَةَ رأى كُسالى بخارى يصلون العشاء قبل أن يغيب الشفق ، فأراد منعهم عن ذلک ، ثم لقِي شمسَ الائمة السّرخسي و شاوره في ما قصده ، فقال : لا تفعل ، فانک ان منعتَهم عن ذلک تركوها بالكُلّية ، وامّا الآن فانّهم يُؤدّونها في وقت يُجيزُه بعض الائمة‘‘۔

(ناظورة الحق في فرضية العشاء وان لم يغب الشفق ص۳۷۸، مطلب : كسالى بخارى۔ مطبوعہ: اسطنبول)

فرض نماز کے بعد اعلان کا حکم

اس مختصر رسالہ میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے فرض نماز کے بعد مسبوق کو تکلیف سے بچانے کے لئے ہر طرح کے اعلان سے پرہیز کرنا چاہیئے، مثلاً: چندہ کا اعلان، نکاح کا اعلان، جنازہ کا اعلان، کسی بیمار کے لئے شفا کی درخواست کا اعلان، دعوت وتبلیغ کے گشت وبیان کا اعلان، مستورات میں بیان کا اعلان، کسی عالم کے بیان کا اعلان، بعض مساجد میں فرض نماز کے بعد کوئی مسئلہ یا حدیث وغیرہ سنانے کا بھی دستور ہے اس سے بھی احتیاط کرنا چاہیئے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس مختصر رسالہ میں ایک ضروری بات کی طرف توجہ مبذول کرانا مقصود ہے، اور وہ یہ اکثر ہماری مساجد میں فرض نماز کے بعد فوراً بعض جگہوں پر دعاء کے بعد اور بعض جگہوں پر تو دعاء سے پہلے مختلف قسم کے اعلان کئے جاتے ہیں، مثلاً: چندہ کا اعلان، نکاح کا اعلان، جنازہ کا اعلان، کسی بیمار کے لئے شفا کی درخواست کا اعلان، دعوت وتبلیغ کے گشت و بیان کا اعلان، مستورات میں بیان کا اعلان، کسی عالم کے بیان کا اعلان، بعض مساجد میں فرض نماز کے بعد کوئی مسئلہ یا حدیث وغیرہ سنانے کا بھی دستور ہے۔

اہل علم اور ارباب افتاء کو اس مسئلہ میں غور کرنا چاہئے کہ کیا اس طرح فرض نماز کے بعد اعلان کرنا جائز بھی ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ عامۃً ہر فرض نماز کے بعد اکثر بلکہ قریب قریب سب ہی مساجد میں مسبوقین کی کچھ نہ کچھ تعداد ضرور ہوتی ہے، اور ہر طرح کے اعلان سے مسبوق کو تکلیف ہوتی ہے، بعض مرتبہ ان کو نماز تک توڑنی پڑتی ہے، بعض حضرات بڑی مشکل سے اپنی بقیہ رکعتیں پوری کرتے ہیں، ظاہر ہے کوئی بھی اعلان ہو، نہ وہ فرض ہے نہ واجب، نہ سنت ہے نہ مستحب، ایک جائز اور مباح کام ہے، اور کسی مباح و جائز کام کے لئے دوسروں کو تکلیف پہنچانا ناجائز بلکہ حرام تک کے دائرہ میں پہنچ سکتا ہے۔

امید کہ ارباب افتاء اس مسئلہ کی طرف خصوصی توجہ فرما کر امت کی صحیح رہنمائی فرمائیں گے۔ بعض مرتبہ اعلان کرنا ضروری بھی ہوتا ہے، تو اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے اعلان کردیا جائے، تاکہ مقصد بھی پورا ہو اور کسی کو تکلیف بھی نہ ہو۔

مرغوب احمد لاجپوری

۳؍جمادی الاخری ۱۴۴۳ھ، مطابق: ۶؍جنوری ۲۰۲۲ء، جمعرات

﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ ، الخ ﴾ میں اعلان کر کے کسی کو تکلیف دینا بھی شامل ہے

(۱)......﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَ سَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ﴾۔(پ:۱، سورۂ بقرہ، آیت نمبر:۱۱۴)

ترجمہ:......اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالی کی مسجدوں پر اس بات کی بندش لگادے کہ ان میں اللہ تعالی کا نام لیا جائے، اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

دوسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ مسجد میں ذکر و نماز سے روکنے کی جتنی بھی صورتیں ہیں وہ سب ناجائز و حرام ہیں، ان میں سے ایک صورت تو یہ کھلی ہوئی ہے ہی کہ کسی کو مسجد میں جانے سے یا وہاں نماز و تلاوت سے صراحةً روکا جائے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مسجد میں شور و شغب کر کے یا اس کے قرب و جوار میں باجے گاجے بجا کر لوگوں کی نماز و ذکر وغیرہ میں خلل ڈالے، یہ بھی ذکر اللہ سے روکنے میں داخل ہے۔(نماز کے بعد کسی طرح کے اعلان سے مسبوقین کو خلل ہوتا ہے)

اسی طرح اوقات نماز میں جبکہ لوگ اپنی نوافل یا تسبیح و تلاوت وغیرہ میں مشغول ہوں، مسجد میں کوئی بلند آواز سے تلاوت یا ذکر بالجہر کرنے لگے، تو یہ بھی نمازیوں کی نماز و تسبیح میں خلل ڈالنے اور ایک حیثیت سے ذکر اللہ کو روکنے کی ایک صورت ہے، اسی لئے حضرات فقہاء نے اس کو بھی ناجائز قرار دیا ہے، ہاں جب مسجد عام نمازیوں سے خالی ہو، اس وقت ذکر یا تلاوت جہر کا مضائقہ نہیں۔ بالجہر سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جس وقت لوگ نماز و تسبیح وغیرہ میں مشغول ہوں مسجد میں اپنے لئے سوال کرنا یا کسی دینی کام کے لئے چندہ کرنا بھی ایسے وقت ممنوع ہے۔(معارف القرآن ص ۲۹۹/۳۰۰ ج ۱)

قرآن کا اونچی آواز سے پڑھنا مصلیوں کے لئے تکلیف کا باعث ہے

آپ ﷺ نے نمازی کو تکلیف سے بچانے کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز میں اونچی آواز سے قرآن کریم پڑھنے سے منع فرمایا:

(۱)......عن جابر بن عبد الله رضی الله عنهما قال : خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلةً فی رمضانَ والنّاس يُصلّون ، فقال : لا يجهَرُ بعضُكم على بعضٍ ' فانّ ذلک يُؤذی المصلی۔

ترجمہ:......حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ ہمارے پاس رمضان کی رات میں تشریف لائے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز پڑھ رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: ایک دوسرے سے اونچا نہ پڑھو، اس طرح پڑھنے سے نمازی کو تکلیف ہوتی ہے۔ (معجم طبرانی اوسط ص۲۷ ج۳، باب من اسمه ابراهيم ، رقم الحديث:۲۳۶۲)

مسجد میں کسی کو تکلیف پہنچانا فرشتوں کی دعا سے محرومی کا باعث

(۲)......قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : صلوةُ أحدِكم فی جماعةٍ تَزيد على صلوته فی سوقه و بيته بِضْعا و عشرين درجةً ، وذلک بانّه اذا توضّأ فأحسن الوضوءَ ' ثمّ أتى المسجدَ لا يُريدُ الّا الصلوة لا يَنْهَزُهُ الا الصلوة لم يَخْطُ خَطْوةً اِلّا رُفِع بها درجةً ، أو حُطَّتْ عنه بها خطيئةً ' والملائكة تصلی على أحدِكم ما دام فی مُصلاه الّذی يصلی فيه : اللّهم صلِّ عليه ' اللّهم ارحمه ما لم يُحْدِثْ فيه ، ما لم يُؤذِ فيه ، وقال : أحدُكم فی صلوةٍ ما كانت الصلوةُ تَحْبِسُه۔

(بخاری، باب ما ذكر فی الاسواق ، كتاب البيوع ، رقم الحديث:۲۱۱۹)

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کی جماعت کے ساتھ نماز اس

کی بازار اور گھر کی نماز پر بیس اور چند درجہ زیادہ ہوتی ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ اچھی طرح وضوء کرتا ہے، پھر مسجد میں جاتا ہے، اس کا صرف نماز ہی کا ارادہ ہوتا ہے اور اس کو صرف نماز ہی اٹھاتی ہے تو وہ جو قدم بھی چلتا ہے، اس کے سبب سے اس کا ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے، یا اس کا ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔ اور فرشتے تم میں سے ہر ایک کے لئے اس وقت تک رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ میں ہوتا ہے جہاں اس نے نماز پڑھی ہے، (فرشتے دعا کرتے ہیں:) اے اللہ! اس پر رحمت نازل فرمائیے! اے اللہ! اس پر رحم کیجئے! جب تک وہ شخص اس جگہ اپنا وضوء نہیں توڑتا، اور جب تک وہاں (کسی کو) ایذا نہیں دیتا، اور فرمایا: تم میں سے ہر شخص کا اس وقت تک نماز میں شمار ہوتا ہے جب تک کہ نماز اس کو روکے رکھتی ہے۔

تشریح:...... مسجد میں کسی کو تکلیف پہنچانا فرشتوں کی دعا سے محرومی کا باعث ہے۔ اب نمازی مختلف طرح کے اعلان کر کے دوسرے نمازیوں کو تکلیف پہنچاتا ہے تو فرشتوں کی مقبول دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔

تکلیف سے بچانے کی خاطر بدبودار چیز کھا کر مسجد میں آنے کی ممانعت

(۱)......انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی غزوۃ خیبر : من أکل من ھذہ الشجرۃ یعنی الثّوم ، فلا یأتینَّ المساجد۔

ترجمہ:...... رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خیبر کے وقت فرمایا: جو اس درخت یعنی لہسن (کے درخت) سے کھائے، وہ مسجدوں میں نہ آئے۔

(۲)......انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال : من أکل من ھذہ البقلۃ ، فلا یقربنَّ مساجِدنا ، حتی یذھب ریحھا ، یعنی الثوم۔

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اس ترکاری یعنی لہسن کو کھائے، وہ اس وقت تک ہماری مساجد کے قریب نہ آئے جب تک اس کی بو ختم نہ ہو جائے۔

(۳)......انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال : من أکل من ھذہ الشجرۃ ، فلا یقربنّا ' ولا یصلی معنا۔

ترجمہ:...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اس درخت سے کھائے، وہ ہمارے قریب نہ آئے، اور نہ ہمارے ساتھ نماز پڑھے۔

(۴)......انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال : من أکل من ھذہ الشجرۃ ، فلا یقربنَّ مسجدنا ، ولا یؤ ذینا بریح الثوم۔

ترجمہ:...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اس درخت سے کھائے، وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے، اور نہ ہی ہمیں لہسن کی بد بو سے تکلیف دے۔

(۵)......انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال : من أکل من ھذہ البقلۃ ....

فلا یقربنَّ مسجدنا ، فانّ الملا ئکۃ تتأذّی مِمَّا یتأذّی منہ بنو آدم۔

ترجمہ:...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو ان درختوں سے کھائے تو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے، کیونکہ فرشتوں کو بھی ان چیزوں سے تکلیف ہوتی ہے جن سے انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

(مسلم، باب نھی من أکل ثوما أو بصلا أو کراثا أو نحوھا ' الخ ، کتاب المساجد ، رقم الحدیث:

۵۶۱/۵۶۲/۵۶۳)

لہسن اور پیاز کھانے والوں کو آپ ﷺ مسجد سے باہر نکال دیتے

(۶)......عن معدان بن ابی طلحۃ الیعمری رحمہ اللہ : انّ عمر بن الخطاب رضی

الله عنه..... قال : اِنَّکُمْ اَیُّهَا النَّاسُ ! تَأْکُلُوْنَ مِنْ شَجَرَتَیْنِ لَا اَرَاهُمَا اِلَّا خَبِیْثَتَیْنِ هٰذَا الثُّوْمُ وَالْبَصَلُ ، وَاَیْمُ اللّٰهِ لَقَدْ کُنْتُ اَرٰی نَبِیَّ اللّٰهِ صلی الله علیه و سلم اِذَا وَجَدَ رِیْحَهُمَا مِنَ الرَّجُلِ یَأْمُرُ بِهِ فَیُؤْخَذُ بِیَدِهِ فَیُخْرَجُ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتّٰی یُؤْتٰی بِهِ الْبَقِیْعَ ، فَمَنْ اَکَلَهُمَا لَا بُدَّ فَلْیُمِتْهُمَا طَبْخًا۔

(کنز العمال ، خلا فة امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی الله عنه ، رقم الحدیث:۱۴۲۳۹)

ترجمہ:......معدان بن ابی طلحہ یعمری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے.....فرمایا: اے لوگو! تم ان درختوں سے جو کھاتے ہو میں ان کو خبیث سمجھتا ہوں: لہسن اور پیاز۔ اللہ تعالی کی قسم! میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ کسی آدمی میں سے ان کی بدبو محسوس فرماتے تو اس کے متعلق حکم دیتے' اور اس آدمی کو ہاتھ سے پکڑ کر مسجد سے باہر لایا جاتا حتی کہ بقیع تک اس کو مسجد سے دور کر دیا جاتا تھا، لہذا جو ان دو چیزوں کو کھائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ پکا کر ان کی بدبو کو مار دے۔

بیمار کے لئے جماعت چھوڑنے کی اجازت

شریعت نے دوسروں کو تکلیف سے بچانے کے لئے مریض کو جماعت کی نماز کے ترک کی اجازت دی ہے۔

(۱)......و أکل نحو ثوم و یمنع منه (تحته فی الشامیة) و کذلک الحق بعضهم بذلک من بفیه بخر أو به جرح له رائحة و کذلک القصاب و السماک و المجذوم والأبرص أولی بالالحاق۔

''شامی'' میں ہے:'' أذی المسلمین وأذی الملا ئکة فبالنظر الی الاولی یعذر فی ترک الجماعة وحضور المسجد ' و بالنظر الی الثانیة فی ترک حضور المسجد

ولو كان وحده''۔

''قلت : علة النهى أذى الملا ئكة وأذى المسلمين (الى قوله) وكذلك ألحق بعضهم بذلك من بفيه بخر أو به جرح له رائحة ' وكذلك القصاب ' والسماك ' والمجذوم والأبرص أولى بالالحاق ، وقال سحنون : لا أرى الجمعة عليهما ، الخ''۔

(شامی ص۴۳۵ج۲، باب ما يفسد الصلوة ، مطلب : فى الغرس فى المسجد ، كتاب الصلوة)

(۱)......عن ابن عباس رضى الله عنهما قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من سمع المنادى ولم يمنعُه من اتباعه عذر– قالوا : وما العذر ؟ قال : خوف أو مرض – لم تُقبل منه الصلوة التى صلّى۔

(ابوداؤد، باب فى التّشديد فى ترك الجماعة ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث:۵۵۱)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اذان کی آواز سنے اور اس کو جماعت کی اتباع سے کوئی عذر نہ روکے (یعنی جماعت کی نماز میں حاضر نہ ہو)-صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: عذر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: خوف یا بیماری-تو اس کی نماز قبول نہیں ہے جو اس نے تنہا پڑھی۔

آپ ﷺ کا بچوں اور پاگلوں سے مساجد کو بچانے کا حکم

آپ ﷺ نے مساجد کو پاگلوں اور بچوں بچانے کی تاکید فرمائی، اس کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ پاگلوں اور بچوں کی نامناسب حرکات سے مصلیوں کو تکلیف ہوگی۔

(۱)......انّ النبى صلى الله عليه وسلم قال : جنِّبوا مساجدَكم صِبيانكم ومَجانينكم

و شِـرائکم و بَیْعَکم و خُصوماتِکم ورَفْعَ أصواتِکم واِقامة حدودِکم و سلَّ سیوفِکم ، واتّخِذوا علی ابوابِها المَطَاهِرَ ، و جَمِّرُوها فی الجُمَع۔

(ابن ماجہ، باب ما یکرہ فی المساجد ، کتاب المساجد والجماعات ، رقم الحدیث:۷۵۰)

ترجمہ:...... نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنی مسجدوں کو نا سمجھ بچوں سے، اور پاگلوں سے، اور خرید وفروخت سے، اور اپنے جھگڑوں سے، اور آوازیں بلند کرنے سے، اور حدود (اسلامی سزائیں) قائم کرنے سے، اور تلوار سونتنے سے بچاؤ، اور مسجد کے دروازوں پر طہارت کی جگہیں بناؤ، اور جمعہ کے دن مسجد کو (خوشبو کی) دھونی دو۔

مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کا مسئلہ

اسلام میں سلام کی بڑی اہمیت ہے اور اس کے بڑے فضائل آئے ہیں، مگر مسجد میں داخل ہوتے وقت نمازیوں کو تکلیف ہو تو سلام کی اجازت نہیں، حالانکہ مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کا ثبوت بھی ہے۔

مسجد میں سلام کا ثبوت

(۱)......عن ابی هريرة رضی الله عنه : ان رجلا دخل المسجد– و رسول الله صلی الله عليه وسلم – جالس فی ناحية المسجد فصلّی ثم جاء فسلّم عليه ، فقال له رسول الله صلی الله عليه وسلم : وعليک السلام ، الخ۔

(بخاری، باب من رد فقال : علیک السلام ، کتاب الاستیذان ، رقم الحدیث:۶۲۵۱)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک صاحب مسجد میں داخل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ اس وقت مسجد کے ایک کونے میں تشریف فرما تھے، پس انہوں نے نماز پڑھی اور پھر آ کر آپ ﷺ کو سلام کیا، رسول اللہ ﷺ نے ان کے سلام کے

جواب میں فرمایا: وعلیک السلام۔

(۲)......قدم ابو ذر رضی الله عنه من الشّام فدخل المسجد ، وفيه عثمان رضی الله عنه ، فقال : السلام عليكم ، فقال : وعليكم السلام ، كيف أنت يا أبا ذر ؟ قال : بخير ، كيف أنت يا عثمان ؟ قال بخير۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۴۷۱ ج۱۳، فی الرّجل يرد السلام كيف يرد عليه ، كتاب الادب ، رقم الحديث: ۲۶۱۹۵)

ترجمہ:......حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ شام سے واپس آئے اور مسجد میں تشریف لے گئے، مسجد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے انہیں سلام کیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی سلام کا جواب دیا، اور پوچھا: اے ابوذر! آپ کیسے ہیں؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خیریت سے ہوں، پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ کیسے ہیں؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں بھی خیریت سے ہوں۔

(۳)......عن ابی بردة قال : دخلتُ مسجدَ المدينة فاذا عبد الله بن سلام رضی الله عنه ، فسلّمتُ ثم جلستُ ، فقال : يا ابن أخي ! انک جلستَ الينا ونحن نريد القيام،

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۶۹ ج۱۳، فی الرجل يجلس الى الرجل قبل أن يستاذنه ، كتاب الادب ، رقم الحديث: ۲۶۱۷۸)

ترجمہ:......حضرت ابو بردہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ کی مسجد میں داخل ہوا تو وہاں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، میں نے (انہیں) سلام کیا اور (ان کی مجلس میں) بیٹھ گیا، اس پر انہوں نے فرمایا: اے میرے بھتیجے! تم تو ہمارے پاس

بیٹھ گئے اور ہمارا تو اٹھنے کا ارادہ ہے۔

مسئلہ:...... اگر مسجد میں نمازی حضرات ذکر و تلاوت میں مشغول ہوں تو انہیں سلام نہ کریں۔

مسئلہ:...... اگر لوگ نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوں تو ان کو سلام نہ کرنا بہتر ہے۔

مسئلہ:...... اگر لوگ نماز میں مشغول نہ ہوں تو ان کو سلام کرنا جائز ہے۔

مسئلہ:...... مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا یا مسجد میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو سلام کرنا درست ہے، البتہ اتنی آواز سے سلام نہ کیا جائے کہ اگر کوئی شخص نماز میں ہو تو اسے خلل واقع ہو۔

مسئلہ:...... اگر کچھ حضرات مسجد میں نماز میں مشغول ہوں، اور کچھ فارغ ہوں، تو اگر فارغین اتنے دور ہوں کہ ان کو سلام کرنے سے یا ان کے سلام کے جواب دینے سے دوسرے مشغول نمازیوں کو حرج نہ ہوتا ہو تو سلام کی اجازت ہے، ورنہ نہیں۔

(فتاوی رحیمیہ ص:۱۵۶/۱۳/۴۱۳ ج ۲۔ فتاوی دار العلوم زکریا ص ۴۴۳ ج ۷۔ کتاب الفتاوی ص ۲۵۴ ج ۴)

(۱)......السلام تحية الزائرين، والذين جلسوا فى المسجد للقراء ة والتسبيح أو لانتظار الصلوة، ما جلسوا فيه لدخول الزائرين عليهم، فليس هذا أوان السلام، فلا يسلم عليهم، ولهذا قالوا: لو سلم عليهم الداخل وسعهم أن لا يجيبوه۔

(فتاوی عالمگیری ص ۳۲۵ ج ۵، الباب السابع فى السلام وتشميت العاطس، كتاب الكراهية)

(۲)......واذا جلس القاضى ناحية من المسجد للحكم لا يسلم على الخصوم، ولا يسلمون عليه، لانه جلس للحكم والسلام تحية الزائرين۔

(شامی ص ۵۹۵ ج ۹، باب الاستبراء وغيره، كتاب الحظر والاباحة، ط: مكتبة دار الباز، مكة)

(۳)......اذا دخل المسجد بعضهم فی غیر الصلوة یُسَلِّم ، قال السید الامام ابو القاسم – رحمه الله تعالی – ولو ترک السلام لا یکون تارکا للسنة۔

(الفتاوی السراجیة ص۳۱۸، باب التسلیم ، کتاب الکراهیة والاستحسان۔شامی ص۵۹۲ ج۹، باب الاستبراء وغیره ،کتاب الحظر والاباحة ، ط : مکتبة دار الباز ، مکة المکرمة)

(۴)......ان حرمة المسجد خمسة عشر : اولها ان یسلم وقت الدخول اذا کان القلوم جلوسا غیر مشغولین بدرس ولا بذکر۔

(نصاب الاحتساب (قلمی) ص۳۴، باب:۳۴۔بحوالہ: فتاوی رحیمیہ ص۱۶۵ ج۲)

(۵)......(قوله ذاکر) فسره بعضهم بالواعظ لانه یذکر الله تعالی ویذکر الناس به والظاهر أنه أعم ‘ فیکره السلام علی مشتغل بذکر الله تعالی بأیّ وجه کان۔

(شامی ص۳۷۳/۳۷۴ ج۲، مطلب : المواضع التی یکره فیها السلام ، باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها ،کتاب الصلوة ، ط : مکتبة دار الباز ، مکة المکرمة)

علامہ شامی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

(۶)......صرح الفقهاء بعدم وجوب الرد فی بعض المواضع ... والجالسین فی المسجد لتسبیح أو قراء ة أو ذکر حال التذکیر۔

(شامی ص۳۷۶ ج۲، مطلب : المواضع التی لا یجب فیها رد السلام ، باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها ،کتاب الصلوة ، ط : مکتبة دار البار ، مکة المکرمة)

(۷)......ولا یقرأ جهرا عند المشتغلین بالاعمال۔

(فتاوی عالمگیری ص۳۱۶ ج۵، الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح وقراء ة القرآن والذکر والدعاء ورفع الصوت عند قراء ة القرآن ، کتاب الکراهیة)

نمازی کوتکلیف سے بچانے کے لئے سجدہ میں کہنیوں کو نہ پھیلانے کا حکم

سجدہ کی حالت میں کہنیاں پھیلا کر نماز پڑھنے کا حکم ہے، مگر جب جماعت کے ساتھ نماز پڑھے تو کہنیوں کو نہ پھیلائیں، اس لئے کہ دوسروں کو اس سے تکلیف ہوگی۔ایک حکم کو نمازی کی تکلیف کی وجہ سے ترک کر دیا گیا۔

’’ ویبدی ضبعیه لقوله علیه الصلوة والسلام : وابد ضبعیک ‘ ویروی : وأبد من الابداد ‘ وهو المد ، والأول من الابداء ‘ وهو الاظهار ‘ و یجافی بطنه عن فخذیه -الی قوله - وقیل : اذا کان فی الصف لا یجافی کی لا یؤذی جاره ‘‘۔

(ہدایہ ص۱۰۹ ج۱، باب صفة الصلوة ، کتاب الصلوة ۔فتاوی تاتارخانیہ ص۱۲۶ ج۲، الفصل الثانی السجود ، کتاب الصلوة ، رقم:۱۹۳۳)

(۱)......عن عبد الله بن مالک ابن بحینة رضی الله عنه : انّ النبی صلی الله علیه وسلم : کان اذا صلی فرّج بین یدیه حتی یَبْدُوَ بَیاضُ اِبْطَیه۔

(بخاری، باب یبدی ضبعیه و یجافی فی السجود ، کتاب الصلوة ، رقم الحدیث:۳۹۰)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ ابن مالک ابن بحینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ جب نماز پڑھتے تو اپنے دونوں بازوؤں کو کشادہ رکھتے حتی کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی (کی جگہ) ظاہر ہوتی۔

(۲)......عن میمونة بنت الحارث رضی الله عنها قالت : کان رسول الله صلی الله علیه وسلم : اذا سجد جافٰی حتی یری من خلفه وضَحَ اِبطَیْه۔

(مسلم، باب الاعتدال فی السجود ‘ ووضع الکفین علی الارض ‘ ورفع المرفقین عن الجنبین ‘ ورفع البطن عن الفخذین فی السجود ، کتاب الصلوة ، رقم الحدیث:۴۹۷)

ترجمہ:......حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ جب سجدہ فرماتے تو دونوں ہاتھوں کو(پہلوؤں سے) جدا رکھتے یہاں تک کہ پیچھے سے آپ ﷺ کے بغلوں کی سفیدی نظر آتی۔

مسبوق کا فوت شدہ رکعت میں جہر کرنا

مسئلہ:......مسبوق فوت شدہ رکعت میں منفرد کے حکم میں ہے، اورمنفرد کو جہری نماز میں اختیار ہے کہ زور سے قرأت کرے(آہستہ بھی قرأت کرسکتا ہے)، لہٰذا مسبوق کو بھی اختیار ہے کہ وہ جہری نماز کی فوت شدہ رکعت میں جہراقراءت کرے(یا آہستہ)۔

(۱)......قوله : (كمن سبق بر كعة من الجمعة ، الخ) أى أنه اذا قام ليقضيها لا يلزمه المخافتة ، بل له أن يجهر فيها ليوافق القضاء الأداء ، الخ۔

(شامی ص۲۵۲ ج ۲، مطلب فى الكلام على الجهر المخافتة ، فصل : فى القراء ة ، ط : مكتبة دار الباز ، مكة المكرمة)

(۲)......و المسبوق وهو من سبقه الامام بكلها أو بعضها وحمكه أنه يقضى أول صلوته فى حق القراء ة وآخرها فى حق القعدة وهو منفرد فيما يقضيه۔

(طحطاوی ص۳۰۹، فصل فيما يفعله المقتدى ، كتاب الصلوة ، ط : دار الكتب العلمية ، بيروت)

مگر مسبوق کو بھی جہراسی وقت کرنا جائز ہے جب کسی دوسرے مسبوق کو تکلیف نہ پہنچے، حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہ تحریرفرماتے ہیں:

مسبوق فوت شدہ رکعت میں منفرد کے حکم میں ہے، اورمنفرد کو جہری نماز میں اختیار ہے، لہٰذا مسبوق کو بھی اختیار ہے کہ جہری نماز کی فوت شدہ رکعت جہر سے ادا کرے، بشرطیکہ دوسرے مسبوقین کی نماز میں خلل نہ ہو۔(فتاوی دارالعلوم زکریا ص ۳۷۵ ج ۲)

مسبوق کو تکلیف نہ ہو اس لئے نماز کے بعد جہری دعا سے منع فرمایا

ارباب افتاء اور علماء نے فرض نماز کے بعد جہری دعا کی بھی ممانعت فرمائی ہے، اور اس کی وجہ یہی لکھی ہے کہ: جہری دعا سے مسبوق کو تکلیف ہوگی، جب ایک چیز جو ثابت ہے یعنی فرض نماز کے بعد دعا کا ثبوت ہے، انفرادی بھی اور اجتماعی بھی، جہری بھی سری بھی، اس کو اہل علم نے منع فرمادیا، تو جن اعلانات کا بظاہر کوئی ثبوت بھی نہیں ان کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے؟ ہاں فجر بعد یا عصر بعد کچھ تاخیر سے جبکہ مسبوقین اپنی رکعتیں پوری کرلیں پھر اعلان کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

چند حوالجات نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں:

(۱)......حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

سب سے بڑا مفسدہ یہ ہے کہ امام بآواز بلند دعائیہ کلمات پڑھتا ہے، اور عام طور پر بہت سے لوگ مسبوق ہوتے ہیں جو باقی ماندہ نماز کی ادائیگی میں مشغول ہیں، ان کی نماز میں خلل آتا ہے۔ (احکام دعا ص ۱۱۔ جواہر الفقہ ص ۲۰۲ ج ۲۔ فتاوی رحیمیہ ص ۲۳۲ ج ۴)

(۲)......فرض نماز کے بعد جہری دعا کے نقصانات شمار کراتے ہوئے حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: ''مسبوقین کی نمازوں میں خلل پیدا ہوتا ہے۔ (احسن الفتاوی ص ۳۴۷ ج ۱)

(۳)......نماز کے بعد امام کا جہراً دعا مانگنا اور مقتدیوں کا آمین کہنا جائز ہے، .....لیکن مسبوق وغیرہ کو ایذا کی تقدیر پرنا جائز ہے۔ (فتاوی فریدیہ ص ۲۸۳ ج ۲، باب آداب الصلوۃ)

(۴)......دوسری جگہ فرض اور سنتوں کے درمیان حدیث سنانے کے سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''علاوہ ازیں فرائض کے بعد متصل کتاب سنانے میں یہ قباحت بھی ہے

کہ مسبوقین کی نمازوں میں خلل واقع ہوگا۔(احسن الفتاوی ص ۴۹۸ ج ۳)

(۵)......فاتحہ،آیت:'' ان اللہ ، الخ '' پڑھ کر بلند آواز سے درود شریف پڑھا جاتا ہے، حالانکہ بعض لوگ مثلاً مسبوق یا منفرد نماز میں مشغول ہوتے ہیں،اس بلند آواز سے ان کو تشویش ہوتی ہے،ایسے جہر کی ممانعت شامی وغیرہ کتب فقہ میں صراحۃً مذکور ہے۔

(فتاوی محمودیہ ص ۵۵ ج ۱۲،مطبوعہ: مکتبہ محمودیہ،میرٹھ)

(۶)......البتہ اجتماعی جہری دعا سے اجتناب کرنا چاہئے تاکہ مسبوقین کو خلل نہ ہو۔

(فتاوی دارالعلوم زکریا ص ۱۹۱ ج ۲)

(۷)......لیکن اگر دوسرے نمازیوں اور مسبوقین کی نماز میں خلل کا اندیشہ ہے تو جہری دعا مانگنا مکروہ ہوگا،اس لئے کہ حضور ﷺ کا عمل اس صورت میں ہے کہ جب کسی کی نماز میں خلل کا اندیشہ نہیں رہا ہے۔(فتاوی قاسمیہ ص ۵۷ ج ۸)

علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس بات پر سلف وخلف کا اجماع نقل کیا ہے کہ:مسجد میں اجتماعی ذکر جائز ومستحب ہے،جبکہ کسی (معتکف ومسافر وغیرہ) سونے والے اور مصلی اور قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے کو تشویش وتکلیف نہ ہو۔

چند عبارات فقہاء:

(۱)......وفی حاشیة الحموی عن الامام الشعرانی رحمه الله : أجمع العلماء سلفًا وخلفًا علی استحباب ذکر الجماعة فی المسجد وغیرها ' الا یشوش جهرهم علی نائم أو مصلّ أو قارئ۔

(شامی ص ۴۳۴ ج ۲، مطلب فی رفع الصوت بالذکر ، باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها ،

ط : مکتبة دار الباز ، مکة المکرمة)

(۲)......ولا یقرأ جهرا عند المشتغلین بالاعمال۔

(فتاوی عالمگیری ص۳۱۶ ج۵، الباب الرابع فی الصلاۃ والتسبیح وقراء ۃ القرآن والذکر والدعاء ورفع الصوت عند قراء ۃ القرآن ، کتاب الکراهیة)

(۳)......یکره رفع الصوت بالذکر فی المسجد ان ترتب علیه تهویش علی المصلین ، والا فلا یکره۔

(الفقه علی المذاهب الاربعة (مکمل جدید) ص۲۸۶ ج۱، باب ما یکره فعله فی المسجد و ما لا یکره ، رفع الصوت فی المسجد ، کتاب الصلوۃ ، ط: دار الفکر)

نمازی کو تکلیف سے بچانے کے لئے امام کو حکم ہے کہ نماز مختصر پڑھائے

شریعت مطہرہ نے کس قدر اہتمام کیا کہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو، اس لئے حکم دیا کہ ائمہ کرام نمازیں ہلکی پڑھائیں، لمبی نماز سے بعض مصلیوں کو تکلیف ہوگی، بہت غور کا مقام ہے کہ: لمبی نماز سے سارے نمازیوں کو تکلیف نہیں ہوتی، بعض حضرات تو لمبی نماز پڑھنا چاہتے ہیں، مگر بعض حضرات کی خاطر آپ ﷺ نے یہ حکم دیا کہ امام نماز مختصر پڑھائے، اور طویل نماز پڑھانے پر وعید بیان فرمائی۔ چند احادیث درج کی جاتی ہیں:

(۱)......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی امامت کرے تو ہلکی نماز پڑھائے کہ اس میں مریض، ضعیف، بوڑھے لوگ ہوتے ہیں، اور جب خود تنہا پڑھے تو جس قدر چاہے لمبی کرے۔

(بخاری ص ۹۷، باب اذا صلی لنفسه فلیطول ماشاء، کتاب الاذان، رقم الحدیث:۷۰۳)

(۲)......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: میں نماز شروع کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ لمبی پڑھوں، پھر بچوں کے رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو نماز مختصر کر دیتا ہوں کہ بچوں کے رونے سے ان کی والدہ کو تکلیف ہوگی۔

(بخاری ص ۹۸، باب من اخف الصلوة عند بکاء الصبیّ، رقم الحدیث:۷۰۸)

(۳)......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: آپ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی تو قصار مفصل کی دو سورتوں پر ہی اکتفا کیا، آپ ﷺ سے معلوم کیا گیا تو فرمایا: میں نے آخر صف سے کسی بچے کے رونے کی آواز سنی تو میں نے پسند کیا کہ ان کی ماں (کے ذہن) کو فارغ کردوں۔

(مصنف عبد الرزاق ص ۳۶۴ ج ۲، باب تخفیف الامام، رقم الحدیث:۳۷۲۱)

(۴)......حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک شخص نے کہا کہ میں فجر کی نماز میں تاخیر کر کے اس لئے شریک ہوتا کہ فلاں صاحب (جو امام ہیں) فجر کی نماز بہت طویل کر دیتے ہیں، اس پر آپ ﷺ اس قدر غصہ ہوئے کہ میں نے نصیحت کے وقت اس دن سے زیادہ غضبناک آپ ﷺ کو کبھی نہیں دیکھا تھا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بعض لوگ (نماز سے لوگوں کو) دور کرنے کا باعث ہیں، پس جو شخص امام ہوا سے ہلکی نماز پڑھنی چاہئے، اس لئے اس کے پیچھے کمزور' بوڑھے اور ضرورت والے سب ہی ہوتے ہیں۔

(۵)......حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ایک شخص دو اونٹ (جو کھیت وغیرہ میں پانی دینے کے لئے استعمال ہوتے ہیں) لئے ہوئے ہماری طرف آیا' رات تاریک ہو چکی تھی، اس نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھاتے ہوئے پایا، اس لئے اپنے اونٹوں کو بٹھا کر (نماز میں شریک ہونے کے ارادے سے) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھا' حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نماز میں سورۂ بقرہ یا سورۂ نساء پڑھی، چنانچہ اس شخص نے نماز توڑ دی' پھر اسے معلوم ہوا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اس سے ناگواری ہوئی ہے، اس لئے وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی شکایت کی، نبی کریم ﷺ نے اس پر فرمایا: معاذ! کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو؟ آپ نے تین مرتبہ ''فتان'' فرمایا: ''سبح اسم ربک الاعلی' والشمس وضحها' واللیل اذا یغشی'' تم نے کیوں نہیں پڑھی؟ تمہارے پیچھے بوڑھے' کمزور' حاجت مند سب ہی پڑھتے ہیں۔ (بخاری ۹۸ ج۱، باب من شکی امامه اذا طوّل، کتاب الاذان، رقم الحدیث:۷۰۴/۷۰۵)

نوٹ:......تفصیل کے لئے دیکھئے: مرغوب الفقہ ص ۵۹ ج ۲/اور ص ۱۲۳ ج ۴۔

چند روایتوں سے اشکال اور ان کے جوابات

چند روایتیں احادیث کی کتابوں میں مروی ہیں جن سے فرض نماز کے بعد اعلان کا ثبوت ملتا ہے، اس لئے ان احادیث پر کچھ کلام کرنا مناسب معلوم ہوا۔

(۱)......عن انس رضی الله عنه قال : أخّر النبی صلی الله علیه وسلم صلوةَ العشاء الی نصف اللّیل ، ثم صلّی ، ثم قال : قد صلّی النّاسُ وناموا ، أما اِنّکم فی صلوةٍ مَا انْتَظَرْتُمُوها۔

(بخاری، باب وقت العشاء الی نصف اللیل ، کتاب مواقیت الصلوة ، رقم الحدیث:۵۷۲)

ترجمہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے (ایک مرتبہ) عشاء کی نماز آدھی رات تک مؤخر فرمائی، پھر نماز پڑھی، پھر فرمایا: لوگوں نے نماز پڑھی اور سو گئے، بہرحال تمہارا شمار اس وقت تک نماز میں ہوتا رہا جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہے۔

(۲)......انّ سلمان رضی الله عنه قدّمه قومٌ یُصلِی بهم ، فأبی حتی دَفَعوه ، فلمّا صلّی بهم قال : کلُّکم راضٍ ؟ قالوا : نعم ، قال : الحمد لله ، انّی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول : ثلاثة لا تُقْبَل صلوتُهم : المرأة تخرُج من بیتها بغیر اذنه ، والعبد الآبق ، والرّجل یَؤُمُّ القوم وهم له کارِهون۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۶۵ ج ۳، فی الامام یؤم القوم وهم له کارهون ، کتاب الصلوة ، رقم الحدیث:۴۱۳۵)

ترجمہ:......حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو کچھ لوگوں نے نماز پڑھانے کے لئے آگے کرنے کی کوشش کی، تو آپ نے نماز پڑھانے سے انکار فرمایا، لیکن لوگوں نے زبردستی آگے کر ہی

دیا، جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے پوچھا: کیا تم سب میری امامت سے خوش ہو؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں، آپ نے ''الحمد للہ'' کہی، اور فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ: تین آدمیوں کی نماز قبول نہیں کی جاتی: ایک: وہ عورت جو گھر سے بغیر شوہر کی اجازت کے باہر جائے، دوسرا: بھاگنے والا غلام، تیسرا: وہ آدمی جو لوگوں کو نماز پڑھائے اور وہ ان کی امامت سے کراہت محسوس کرتے ہوں۔

(۳)......عن انس رضی الله عنه قال : صلّى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ذاتَ يومٍ ' فلمّا قضى الصلوة أقبل علينا بوجهه ' فقال : أيّها النّاس ! اِنِّى اِمامُكم ' فلا تَسْبِقونى بالرّكوع ولا بالسّجود ' ولا بالقيام ولا بالانصراف ، فاِنّى أراكم أمامى ومن خلفى ، الخ۔

(مسلم، باب تحريم سبق الامام بركوع أو سجود ونحوهما ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث: ۴۲۶)

ترجمہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ہمیں نماز پڑھائی، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: بلا شبہ میں تمہارا امام ہوں، تم مجھ سے نہ رکوع میں سبقت کرو نہ سجدہ میں، اور نہ قیام میں اور نہ سلام میں، بیشک میں تم کو سامنے سے بھی دیکھتا ہوں اور پیچھے سے بھی۔

(۴)......عن انس بن مالک رضی الله عنه : انّ رسول الله صلى الله عليه وسلم رَكِب فَرَسا فَصُرِعَ عنه فَجُحِشَ شِقُّهُ الأيْمَنُ ' فصلّى صلوةً من الصلوات وهو قاعد ' فصلّينا وراءه قُعودا ' فلمّا انْصَرف قال : اِنّما جُعل الامام لِيُؤتَمَّ به ، الخ۔

(بخاری، باب انما جعل الامام ليُؤتم به ، كتاب الاذان ، رقم الحديث: ۶۸۹)

ترجمہ:......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: (ایک دن) رسول اللہ ﷺ ایک گھوڑے پر سوار ہوئے، آپ ﷺ اس گھوڑے سے گر گئے، اور آپ کی دائیں جانب زخمی ہوگئی، تو آپ ﷺ نے نمازوں میں سے کوئی نماز بیٹھ کر پڑھی، لہذا ہم نے بھی آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: امام صرف اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔

تشریح:......ان تمام احادیث میں بھی یہ امکان ہے کہ آپ ﷺ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے نماز کے فورا بعد یہ ارشادات نہ فرمائے ہوں، بلکہ سنن ونوافل سے فراغت پر ارشاد فرمائے ہوں۔ یہ بھی احتمال ہے کہ کوئی مسبوق نہ ہو، جبکہ ایک روایت میں آپ ﷺ نے آدھی رات میں عشاء کی نماز پڑھائی، بہت ممکن ہے کہ وہی صحابہ رضی اللہ عنہم موجود ہوں جو آپ ﷺ کی نماز کا انتظار کر رہے تھے۔

یہ بھی ممکن ہے یہ نماز فجر یا عصر ہو، اور فجر وعصر کے بعد تسبیح ودعاء سے فراغت پر یہ کلام ہوا ہو، علامہ عینی رحمہ اللہ نے اس آخری حدیث کی شرح میں تحریر فرمایا ہے کہ: ”والظاهر انها الظهر أو العصر“ اور ظاہر یہ ہے کہ یہ نماز ظہر یا عصر ہے۔ (عمدۃ القاری ص ۳۱۹ ج ۵)

اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ مسبوق ہوں گے، پھر بھی آپ ﷺ نے کلام فرمایا، تو یہ ایک ضرورت تھی اور کلام فرمالیا، اور ہمارے یہاں بلا ضرورت اعلانات کی بھر مار ہے۔

نوٹ:......اس طرح کی روایات اور بھی کتب حدیث میں ہیں، مگر طوالت کے خوف سے ان کا ترک مناسب ہے۔

نماز کے بعد دعاؤں کی احادیث سے شبہ

(۱)......انّ ابن عباس رضی الله عنهما أخبره : انّ رفعَ الصوت بالذکر حین یَنُصرِفُ النّاسُ من المکتوبة ' کان علی عهد النبی صلی الله علیه وسلم ، الخ۔

(بخاری، باب الذکر بعد الصلوة ، کتاب الاذان ، رقم الحدیث:۸۴۱)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے (اپنے آزاد شدہ غلام ابومعبد) کو خبر دی کہ: رسول اللہ ﷺ کے عہد میں لوگوں کا معمول تھا کہ وہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد بلند آواز سے اللہ تعالی کا ذکر کرتے تھے۔

تشریح:......نماز کے بعد بکثرت اذکار ودعائیں آپ ﷺ سے ثابت ہیں۔ان دعاؤں کی تفصیل کے لئے دیکھئے راقم کا رسالہ: ''الرسالة المرغوبة فی الدعاء بعد الصلوة المکتوبة'' (مرغوب الادلة ص ۳۰۸ ج ۲) اور ''نماز اور متعلقات نماز کی منقول دعائیں'' ص ۴۷۔(مرغوب الفقہ ص ۴۷۲ ج ۳)

اور آپ ﷺ نے نماز کے بعد دعائیں جہری بھی مانگی ہیں، مگر وہ جہر اس قدر نہ تھا کہ جس سے دوسرے مصلی اور مسبوق کو تکلیف پہنچے، اس قدر جہر تھا کہ قریب کے حضرات سن سکیں، اور اس میں تعلیم مقصود تھی کہ امت نماز کے بعد کی دعائیں سیکھیں، مگر بعد میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے عامۃً اس جہر کو ترک فرمادیا، اس لئے ان احادیث سے نماز کے بعد اعلان کرنے پر استدلال کرنا محل نظر ہے۔

شارح بخاری حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

''قال النووی : حمل الشافعی هذا الحدیث علی انهم جهروا به وقتا یسیرا لاجل تعلیم صفة الذکر ' لا أنهم داوموا علی الجهر به ، والمختار أن الامام

والمأموم يخفيان الذكر الا اِن احتيج الى التعليم ''۔

(فتح الباری ص۳۹۹ ج۲، تحت رقم الحديث:۸۴۱)

شارح بخاری علامہ عینی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

''وحمل الشافعی هذا الحديث على انه جهر ليعلمهم صفة الذكر ' لا انه كان دائما.....فكان التكبير فی اثر الصلوات لم يواظب الرسول صلى الله عليه وسلم عليه طول حياته ''۔(عمدۃ القاری ص۱۸۱ ج۶، تحت رقم الحديث:۸۴۱)

حافظ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کرتے حتی کہ ان کے قریب والے سنتے تھے۔

(فتح الباری لابن رجب ج۵ ص۲۳۶ /۲۳۷، ملخصا۔نعمۃ الباری ص۷۷۳ ج۲)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں:

علماء محققین نے یہ فرمایا ہے کہ:''رفع الصوت بالذکر ''نبی کریم ﷺ کے زمانے میں احیانا ہوا ہے، لیکن عام معمول نہیں تھا، اور بعد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو اختیار نہیں کیا۔(انعام الباری ص۵۳۶ ج۳)

رسالہ ''فرض نماز کے بعد اعلان کا حکم'' پر چند

اشکالات اوران کے جوابات

راقم الحروف کے رسالہ ''فرض نماز کے بعد اعلان کا حکم'' پر بعض اہل علم نے اپنی آراء کے ذریعہ رسالہ کے مضمون سے اتفاق نہیں فرمایا، اوراس پر اشکالات کئے، بعض حضرات نے تنقید کی، اس رسالہ میں ان اشکالات اورتنقیدات پر کچھ عرض کرنے کی جرأت کی گئی ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

عرض مرتب

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله وحده ، والصلوة والسلام علی من لا نبی بعده ،

راقم الحروف کے رسالہ ''فرض نماز کے بعد اعلان کا حکم'' پر بعض اہل علم نے اپنی آراء کے ذریعہ اس سے اختلاف کیا، اوراس پر اشکالات کئے ،بعض حضرات نے تنقید بھی کی ، ان اشکالات پر اولا تو میں نے خاموشی اختیار کرنا ہی مناسب سمجھا،مگر بعض اہل علم کے حکم پر چند باتیں جوابا عرض کرنے کی جرأت بادل ناخواستہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

ایک بات بڑی صراحت کے ساتھ عرض ہے کہ اس جواب پر کسی اہل علم کی طرف سے آئندہ اشکالات یا اعتراضات ہوں بھی تو ان کے جوابات میں سکوت ہی کا ارادہ اور نیت ہے،تا کہ جواب اور جواب الجواب سے بات آگے بڑھنے نہ پائے۔

اللہ تعالی اس حقیر خدمت کو راقم کے لئے ذخیرۂ آخرت اور ذریعہ نجات بنائے،اور حقیر کاوش کو مقصد میں کامیاب بنائے،آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

۱۷/ذوالقعدہ:۱۴۴۳ھ مطابق: ۱۷/جون ۲۰۲۲ء

بروز جمعہ

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

خیر القرون میں دینی اہم امور کے لیے مساجد میں فرض نمازوں کے بعد اعلان کی اصل موجود ہے۔ [۱]

مضمون کی مناسبت سے چند نصوص پیش کی جاتی ہیں:

(۱)......۸ھ میں فتح مکہ ہوا، آنحضرت ﷺ مسافر تھے، کوئی نماز پڑھائی، نماز کے بعد مسجد حرام میں اعلان کیا: یا أهل مكّة ! صلوا اربعاً فإنّا قوم سفر۔

(نصب الرایۃ، کتاب الصلاۃ، ج۲ص۱۵۷)

ترجمہ:......اے مکہ والو! تم چار رکعت پڑھو، اس لیے کہ ہم لوگ تو مسافر ہیں۔

''ہدایہ'' میں مذکورہ اعلان کے متعلق ہے: لانه عليه السلام قاله حين صلّى بأهل مكة وهو مسافر۔ (ہدایہ اولین ص ۱۶۷)

(۲)......اسی طرح فرض نماز کے بعد اعلان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حججتُ مع أبی بكر واعتمرتُ ، فصلى ركعتين ، ثم قال: اتموا صلاتكم ، فإنّاقوم سفر۔

(نصب الرایہ ص ۱۸۷)

ترجمہ:......میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج وعمرہ کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے دو رکعت نماز پڑھانے کے بعد اعلان کیا کہ تم لوگ نماز پوری کرلو (یعنی اتمام کرو) کیونکہ ہم لوگ مسافر ہیں۔

---

[۱]......یقیناً وہ اعلانات ضرورت کے تھے، وحی کے نزول کا زمانہ تھا، نئے نئے احکامات آرہے تھے۔ اب ہمارے یہاں جو اعلانات ہورہے ہیں ان میں اکثر بلاضرورت بلکہ بعض کو تو فضولیات تک میں شمار کیا جاسکتا ہے، اور وہ اہم بھی نہیں ہیں۔

(۳)......اسی نوع کا اعلان حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت سالم رحمہ اللہ اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں: ان عمر بن الخطّاب رضی الله عنه کان اذا قدم مکة ، صلی بهم رکعتین ، ثم يقول: يا أهل مكّة ! أتموا صلا تكم فانّا قوم سفر۔

ترجمہ:......حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مکہ تشریف لے جاتے تو دو رکعت نماز پڑھاتے پھر فرماتے: اے مکہ والو! تم اپنی نماز پوری کرلو، کیونکہ ہم لوگ مسافر ہیں۔

(مؤطا مالک، کتاب قصر الصلاۃ فی السفر۔اوجز: ج۳ص۱۹۸)

(۴)......اسی طرح حضرت سالم رحمہ اللہ اپنے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بھی اعلان نقل کرتے ہیں، ملاحظہ کیجیے! مصنّف عبدالرزاق: ۲/۵۴۰۔

مذکورہ تمام نصوص سے صاف واضح ہے کہ فرض نماز کے بعد فی نفسہ اعلان جائز ہے۔[۲]

۲......یہ مسافر کے سلسلے کی جتنی روایات آپ نے نقل کی ہیں، ان میں بلا ریب نماز کے بعد فوراً اعلان کا ثبوت ہے، اس سے ہمیں بھی انکار نہیں۔ اولاً تو یہ دائمی معمول نہ تھا، سفر میں اس طرح کے اعلانات ہوئے، اور یہ اعلانات نمازیوں کو تکلیف کا سبب نہیں تھے، بلکہ ان کو مسئلہ سمجھانے اور تکلیف سے بچانے کے لئے تھے، کہیں مقیم متقدی سلام نہ پھیر دے۔

اور مفتی صاحب! بہت غور فرمائیں! سفر کی حالت میں یہ اعلانات جب بھی ہوئے ہیں وہ سلام کے بعد فوراً ہوئے ہیں، اور اس وقت مسبوق نے ابھی اپنی قراءت شروع نہیں کی ہوتی ہے، وہ تو ابھی قیام کی طرف لوٹ رہا ہوتا ہے یا قیام کا ارادہ کررہا ہوتا ہے، اس وقت مسبوق کو تکلیف کا سوال ہی نہیں، اس لئے یہ روایات آپ کے مدعی کے ساتھ بالکل منطبق نہیں ہوتیں۔

اور دوسرا: احادیث کے ان اعلانات کا جہاں ذکر ہے، کیا کہیں مسبوقین کی طرف سے شکایات کا ذکر بھی ملتا ہے کہ ہمیں ان اعلانات سے تکلیف ہوتی ہے؟ یہاں تو ایک نہیں دسیوں مسبوقین کی شکایتیں موصول ہوئیں، اوران شکایتوں کی وجہ سے اس تحریر کی ضرورت محسوس ہوئی۔

اگراشکال کیا جائے کہ مذکورہ تمام نصوص میں اعلان اصلاح نماز سے متعلق ہے تو لیجیے چنداعلان ایسے بھی منقول ہیں جن کا اصلاح نماز سے تعلق نہیں:

(۵)......ان عبد الله بن عمر رضی الله عنهما قال : صلی بنا النبی صلی الله علیه و سلم العشاء فی آخر حیاته ، فلمّا سلم قام ، فقال : أرأیتکم لیلتکم هذه ، فإن رأس مائة سنة منها ، لا یبقی ممن هو علی ظهر الارض أحد۔(بخاری شریف ج۱ص۲۲) ۳

ترجمہ:......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہمیں نبی ﷺ نے اپنی آخری زندگی میں ایک رات عشا کی نماز پڑھائی، پھر جب سلام پھیرا تو آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا: تم اپنی اس رات کو دیکھو، یعنی یاد رکھو، پس بیشک اس رات سے سو سال کے ختم پر ان لوگوں میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا جو آج زمین کی پیٹھ پر ہیں۔(تحفۃ القاری ج۱ص۴۱۲)

(٦)......عن زید بن خالد رضی الله عنه قال : خرجنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم عام الحدیبیة ، فأصابنا مطر ذات لیلة ، فصلّی لنا رسول الله صلی الله علیه وسلم الصبح ، ثم أقبل علینا فقال : أتدرون ماذا قال ربکم ؟ قلنا : الله ورسوله أعلم‘ فقال : قال الله : أصبح من عبادی مؤمن بی و کافر بی ، فأمّا من قال : مطرنا برحمة الله وبرزق الله وبفضل الله ‘ فهو مؤمن بی ، کافر بالکوکب ، وأما من قال : مطرنا بنجم کذا ‘ فهو مؤمن بالکوکب کافر بی۔(صحیح البخاری ج۲ص۵۹۷)

یقیناً فی نفسہ جائز ہے، مگر کسی مصلی و مسبوق کو تکلیف اور ایذاء پہنچے تو کیا پھر بھی جائز ہے؟ اگر آپ کے نزدیک جائز ہو تو یہ آپ کی رائے ہے، اور اس پر آپ کو نظر ثانی کرنی چاہئے، میں تو دلائل اور ارباب افتاء کی تصریحات کی وجہ سے اسے ناجائز ہی سمجھتا ہوں۔

۳......ایسے شاذ واقعات احادیث میں ضرور ملتے ہیں۔ اس میں کیا یہ تاویل نہیں کی جاسکتی کہ آپ ﷺ کے پیچھے صحابہ رضی اللہ عنہم مسبوق نہیں تھے۔

ترجمہ:......حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نبی ﷺ کے ساتھ نکلے حدیبیہ کے سال، پس پہنچی ہمیں ایک رات بارش، پس صبح کی نماز پڑھائی ہمیں نبی ﷺ نے، پھر آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا: کیا جانتے ہو تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ لوگوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: صبح کی میرے بندوں نے دو حال میں: بعض مجھ پر ایمان لانے والے ہیں اور بعض میرا انکار کرنے والے ہیں، رہا وہ جس نے کہا: اللہ کی رحمت سے اور اللہ کی روزی دینے کے لیے اور اللہ کے فضل سے بارش ہوئی تو وہ مجھ پر ایمان لانے والا اور ستاروں کا انکار کرنے والا ہے، اور جس نے کہا: فلاں ستارے کی وجہ سے ہم بارش دیے گئے تو وہ ستاروں پر ایمان لانے والا اور میرا انکار کرنے والا ہے۔[۴]

(تحفۃ القاری ج۸ص ۲۶۶)

(۷)......حدثنا سمرة بن جندب رضى الله عنه قال :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم مما يكثر ان يقول لاصحابه : هل رأى أحد منكم من رؤيا ؟ قال : فيقص عليه ما شاء الله أن يقص ، وإنه قال لنا ذات غداة : إنه أتانى الليلة آتيان...الخ۔

(صحیح البخاری ۲؍۱۰۴۳)

ترجمہ:......حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے ہمیں حدیث بیان کی ،فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب سے بہ کثرت دریافت کرتے: کیا تم میں سے کسی نے کوئی

---

[۴]......اس حدیث میں صبح کی نماز کی صراحت ہے، تو کیا سلام کے بعد فوراً آپ ﷺ نے یہ کلمات ارشاد فرمائیں، کیا اس کی کوئی صراحت ہے، کیا یہ ممکن نہیں کہ عام معمول کے مطابق نماز فجر کے بعد تسبیح و تحمید و تکبیر اور چند ماثور دعائیں پڑھی ہوں، پھر یہ کلمات ارشاد فرمائے ہوں، اور اتنی دیر میں مسبوق اپنی نماز سے فارغ ہو چکے ہوں۔ یا پھر پہلے والی تاویل کہ شاید کوئی مسبوق نہ ہو۔

خواب دیکھا ہے؟ راوی فرماتے ہیں: پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جو اللہ چاہتے بیان کرتا، ایک صبح (فجر کی نماز کے بعد) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رات میں میرے پاس دو آنے والے آئے....

''فی فتح الباری : وفی روایة وهب بن جریر عن أبیه عند مسلم : إذا صلی الصبح ، وبه تظهر مناسبة الترجمة۔ (فتح الباری ۱۲/۴۴۰)

مذکورہ بالا حدیث شریف کے الفاظ ''کان رسول الله صلی الله علیه وسلم مما یکثر ان یقول لاصحابه '' سے صاف واضح ہوتا ہے کہ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اس اعلان کا عام معمول تھا۔ ۵؎

۵؎......کیا آپ ﷺ کا کثرت معمول یہی تھا کہ نماز فجر کے بعد فوراً تسبیح وتحمید اور تکبیر سے اور دعا سے پہلے ہی حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ سوال فرماتے ہوں، یقیناً نہیں، یہ بعید از عقل ہے، ظاہر ہے کہ آپ ﷺ چند دعائیں اور تسبیح وتحمید اور تکبیر پڑھتے ہوں گے، اتنے میں یقیناً مسبوق اپنی نمازوں سے ضرور فارغ ہوگئے ہوں گے، پھر آپ ﷺ یہ استفسار فرماتے ہوں گے۔ بہت ممکن ہے کہ آپ ﷺ فجر اور مغرب کے بعد درج ذیل کلمات بھی دس مرتبہ پڑھتے ہوں گے:

عن عبد الرحمن بن غنم عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال : من قال قبل ان ینصرف ویثنی رِجلَیه من صلوة المغرب والصبح '' لا اله الا اللّٰہ وحده لاشریک له ' له الملک وله الحمد بیده الخیر یحی ویمیت وهو علی کل شئی قدیر '' عشر مرات کتب له بکل واحدة عشر حسنات ومحیت عنه عشر سیئات ورفع له عشر درجات ' وکانت له حرزاً من کل مکروه وحرزاً من الشیطان الرجیم ' ولم یحل لذنب ان یدرکه الا الشرک ' وکان من افضل الناس عملاً الا رجلا یفضله یقول افضل مما قال ، رواه احمد۔

(مشکوٰۃ شریف ص۹۰، باب الذکر بعد الصلوٰۃ۔ مسند احمد ص۵۱۲ ج۲۸، حدیث عبد الرحمن بن غنم الاشعری ، رقم الحدیث: ۱۷۹۹۰)

یعنی حضرت عبد الرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ

(۸)......فلما صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم الهاجرة ، قاموا فتكلم

نے ارشادفرمایا: جوشخص فجر اور مغرب کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے ہٹنے سے پہلے قعدہ کی ہیئت پر بیٹھے ہوئے یہ کلمات '' لا الـه الا الله '' الخ ،دس مرتبہ پڑھے،تو ہر مرتبہ کہنے پر اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں، دس گناہ مٹائے جاتے ہیں، اور دس درجات بلند کئے جاتے ہیں، اور یہ کلمات اس کے لئے ہر بری چیز سے امان، اور شیطان مردود سے پناہ بنتے ہیں، اور سوائے شرک کے کوئی گناہ اس کو ہلاک نہیں کرے گا، اور عمل کے اعتبار سے وہ شخص تمام لوگوں سے افضل ہوگا البتہ وہ شخص جو اس سے افضل کلمات کہے۔

پھر اس بات پر بھی غور فرمائیں کہ: ماضی استمراری سے ہمیشہ مواظبت کا ثبوت نہیں ہوتا، ہاں قرائن اجتہادیہ سے کہیں مجتہد دوام مراد لیتا ہے، کہیں دوام مراد نہیں لیتا۔ احناف کے ہاں سب سے بڑا قرینہ تعامل خلفاء راشدین یا تعامل خیر القرون بلانکیر ہے۔ اگر فعل رسول ﷺ ماضی استمراری سے بھی ثابت ہو، ان کے بعد اگر تعامل جاری ہوا تو وہ قرینہ عمل مواظبت کا ہوگا، اور اگر تعامل جاری نہ رہا تو وہ قرینہ ترک پر مواظبت کا ہوگا۔

ماضی استمراری کی اصل وضع ایک دفعہ کے فعل کے لئے ہے۔

(نووی ص ۲۵۴ ج ۱۔ مجمع البحار ص ۲۳۵ ج ۳۔ مسک الختام ص ۵۶۷ ج ۱)

چند مثالوں سے یہ بات اور واضح ہو جائے گی کہ ماضی استمراری سے ہر وقت دوام مراد نہیں لیا جاتا:

(۱)......آنحضرت ﷺ ظہر میں ''والليل اذا يغشى'' پڑھا کرتے تھے ''كان يقرأ'' ماضی استمراری۔

(مسلم شریف ص ۲۵۴ ج ۱)

(۲)......آنحضرت ﷺ فجر کی نماز میں ''ق والقرآن المجيد'' پڑھا کرتے تھے ''كان يقرأ''۔

(۳)......حضور ﷺ فجر کی سنتوں میں سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص پڑھتے تھے ''كان يقرأ''۔

(۴)......حضور ﷺ فجر کی سنتوں میں ''قولوا آمنا بالله'' پڑھا کرتے تھے۔ کیا یہی سورتیں ان تمام نمازوں میں مقرر ہیں یا اور بھی پڑھ سکتا ہے۔

(۵)......آنحضرت ﷺ کھڑے ہو کر پیشاب فرماتے۔ (بخاری ص ۳۵ ج ۱)

(۶)......آپ ﷺ حائضہ بیوی کی گود میں سہارا لگا کر قرآن پڑھا کرتے تھے۔ ماضی استمراری۔

(بخاری ص ۴۴ ج ۱)

خطباؤهم فأبلغوا و رغبوا الى المسلمين فى رد سبيهم ثم قام رسول الله صلى الله عليه وسلم حين فرغوا فشفع لهم وحض المسلمين عليه ' وقال : قد رددتُ الذى لبنى هاشم عليهم...الخ۔(فتح الباری ۳۳/۸۔صحیح البخاری ج ۲/ص ۶۱۸)

فدلت هٰذه العبارة على جواز الاعلان فى المسجد بعد الصلاة۔

حدیث بالا مفصل ہے، جس میں آپ ﷺ کی خدمت میں ہوازن کے وفد کے مسلمان ہوکر حاضر ہونے اوران کے آپ ﷺ سے ان کے اموال اوران کے قیدی کے پھیر دینے کی درخواست کا ذکر ہے، اس میں ہے: ان کے چودھریوں نے اس سلسلے میں گفتگو کی، حضور ﷺ نے جوابی تقریر فرمائی، جس میں مسلمانوں کو ان کے قیدی واپس کرنے کی ترغیب دی، یہ پوری گفتگو ظہر کی نماز کے بعد ہوئی۔۶

(۹)......ایک طویل حدیث شریف جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوبکر صدیق

(۷)......آپ ﷺ حائضہ بیوی سے مباشرت فرمایا کرتے تھے۔ماضی استمراری۔(بخاری ص۴۴ ج۱)

(۸)......آپ ﷺ روزہ میں بیوی سے بوس وکنار فرمایا کرتے تھے''كان يقبل''(بخاری ص۲۵۸ ج۱)

(۹)......آپ ﷺ نماز سے پہلے بیوی کا بوسہ لیا کرتے تھے۔

(مشکوۃ''كان يقبل ،كان يرقد وهو جنب''۔بخاری ص۴۲ ج۱)

(۱۰)......آپ ﷺ جوتے پہن کرنماز پڑھتے تھے''كان يصلى فى نعليه''۔(بخاری ص۵۶ ج۱)

(۱۱)......آپ ﷺ اپنی نواسی امامہ کواٹھا کرنماز پڑھا کرتے تھے''كان يصلى وهو حامل امامة بنت العاص''۔(بخاری ص۷۴ ج۱۔تجلیات صفدر ص۴۷۴ ج۵، وص۴۲۶ ج۲)

۶......کیا فرض کے بعد فوراً بلاسنت کی ادائیگی کے؟ اگر جواب اثبات میں ہو تو اس کی کیا دلیل؟ پھر کیا مسبوقین تھے؟ ممکن ہے نہ ہوں۔آج آپ اس بات کی دعوت دے رہے ہیں کہ بجائے اعلان کو بند کرانے نے تکبیر تحریمہ کی ترغیب دی جائے، تو کیا حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ امید نہیں کہ وہ مسبوق نہ ہوتے ہوں گے۔

رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر دوبارہ بیعت کرنے کا ذکر ہے،اس میں ہے: فلما صلی ابوبکر الظهر ' رقی علی المنبر فتشهد و ذکر شأن علی و تخلفه عن البیعة و عذره بالذی اعتذر الیه...الخ۔(صحیح البخاری ج۲ص۶۰۹)۔ ۷

ترجمہ:...... پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ظہر کی نماز پڑھی تو آپ رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے اور خطبہ پڑھا اور تذکرہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے معاملے کا اور ان کے بیعت سے پیچھے رہنے کا اور ان کے اس عذر کا جوانہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا..۔(تحفۃ القاری ج۸ص۳۳۷)

(۱۰)...... حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کوفہ کے گورنر تھے، اہل کوفہ میں سے کچھ لوگوں نے ان کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس شکایتیں پہنچائیں، جن میں یہ شکایت بھی تھی کہ وہ نماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھاتے ہیں، اس پر تفتیش کے لیے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ بھیجا، اس جماعت نے کوفہ کی ہر ہر مسجد میں جا کر لوگوں سے پوری تحقیق کی''بخاری شریف'' کے الفاظ ہیں: فأرسل معه رجلا أو رجالا إلی الکوفة، یسأل عنه أهل الکوفة ولم یدع مسجدا إلا سأل عنه۔(بخاری ص۱۰۴ج۱)

ملاحظہ کیجیے! حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی مرسلہ جماعت نے ہر مسجد میں اعلان کیا، اس میں بھی بہ ظاہر یہی ہے کہ فرض نماز کے بعد اعلان کیا۔ ۸

۷...... یہاں بھی بہت بعید ہے کہ ظہر کی سنتوں کے بغیر ہی یہ وعظ ہوا ہو، زیادہ امکان اور قرین قیاس یہی ہے کہ سنتوں سے فراغت کے بعد ہی ممبر پر تشریف لے گئے اور وعظ فرمایا ہوگا۔

۸...... میں کہتا ہوں بظاہر یہی ممکن ہے کہ سنتوں کے بعد اعلان کیا ہوگا، اس لئے کہ تفتیش کا کام کوئی چند منٹوں کا تھا نہیں، اس میں ایک معتد بہ وقت درکار ہوتا ہے، اس لئے بعید از قیاس ہے کہ سنت سے پہلے

اس وقت سنن قبلیہ وبعدیہ تو گھروں میں پڑھنے کا رواج تھا۔۹

یہ کام کیا ہو۔

۹...... یہ حضرات تو مسافر تھے، ان کے گھر تو وہاں نہیں ہوں گے، اس لئے ان حضرات نے تو یقیناً سنت و نوافل مسجد میں ادا کئے ہوں گے۔

آپ کا یہ ارشاد بھی قابل غور ہے کہ: ’’اس وقت سنن قبلیہ وبعدیہ تو گھروں میں پڑھنے کا رواج تھا‘‘ آپ یوں تحریر فرماتے تو شاید درست ہوتا کہ: عامۃً یا اکثر نوافل گھروں میں پڑھنے کا رواج تھا۔

آپ ﷺ اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا مسجد میں فرض کے بعد کی سنن ونوافل پڑھنا ثابت ہے چند روایتیں یہ ہیں:

(۱)......كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يُطيل القراء ة فى الرّكعتين بعد المغرب حتى يتفرّقَ اهلُ المسجد۔(ابوداوٗد، باب ركعتَي المغرب اين تُصلّيان ؟ كتاب الصلوة ، رقم الحديث:۱۳۰۱)

(۲)......عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه ، انه قال : ما احصى ما سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ فى الركعتين بعد المغرب وفى الركعتين قبل صلوة الفجر: ب ﴿قل يٰاَيُّها الكٰفرون﴾ و﴿قل هو الله احد﴾۔

(ترمذی، باب ما جاء فى الركعتين بعد المغرب والقراء ة فيهما ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث:۴۳۱)

(۳)......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو جمعہ کی نماز کے لئے آئے وہ جمعہ سے قبل چار رکعت پڑھے اور جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھے۔(شمائل کبریٰ ص ۴۴۵ جلد ہشتم)

(۴)......حضرت ابو اسحاق رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ: حضرت عطاء رحمہ اللہ نے بکثرت مجھ سے یہ روایت کی ہے کہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھی، جب جمعہ کی نماز پڑھ لی تو کھڑے ہوئے اور دو رکعت پڑھی، پھر کھڑے ہوئے اور چار رکعت پڑھی۔

(شمائل کبریٰ ص ۴۴۷ جلد ہشتم، مطبوعہ: زمزم پبلشرز، کراچی)

(۵)......عن عطاء بن ابى رباح قال : رأيت ابن عمر حين فرغ من صلوة الجمعة تقدم من مصلاه قليلا فركع ركعتين ، ثم تقدّم ايضا فركع اربعا۔

(۶)......ان عمران بن حصين رضى الله عنه صلى مع زياد الجمعة ، ثم قام فصلى بعدها اربعا۔

(۷)......عن ابن جريج قال : قلت لعطاء : امساب الامام المسجد ، فليصلّ فيه ليلا أو نهارا ؟

مذکورہ بالا نصوص سے صاف ظاہر ہے کہ شرعی حدود کا لحاظ کرتے ہوئے فرض نماز کے بعد مسجد میں اعلان کرنا جائز ہے، اور یہ سلسلہ خیر القرون سے جاری ہے۔[۱۰]

قال : نعم حسن۔

(مصنف عبدالرزاق ص ۲۴۷/۲۴۸/۲۴۹ ج ۳، باب الصلوة قبل الجمعة و بعدها ، رقم الحديث:۵۵۳۰/۵۵۳۲)

(۸)......قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : اذا صليتم بعد الجمعة فصلّوا اربعا.. ...فان عَجِل بک شیء فصلِّ رکعتين فی المسجد و رکعتين اذا رجعت۔

(مسلم، باب الصلوة بعد الجمعة ، كتاب الجمعة ، رقم الحديث:۸۸۱)

(۹)......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: آپ ﷺ نے عشاء کی (فرض) نماز پڑھی، پھر چار رکعت (نفل) پڑھی یہاں تک کہ میرے اور آپ کے علاوہ مسجد میں کوئی نہ رہا۔ (مرعاۃ ص ۱۵۲۔ شمائل کبریٰ ص ۲۹۵ جلد ہفتم)

(۱۰)......عن سلمان الفارسی قال : قال النبی صلى الله عليه وسلم : لا يغتسل رجل يومَ الجمعة ويَتطهّر ما استطاع من الطّهر ' ويَدَّهِن من دُهنه أو يَمَسُّ من طيب بيته ' ثم يَخرُج فلا يُفرِّق بين اثنين ' ثم يصلّی ما كُتب له ' ثم يُنصِت اذا تكلّم الامام الا غُفر له ما بينه وبين الجمعة الاخرى۔

(بخاری، باب الدّهن للجمعة ، كتاب الجمعة ، رقم الحديث:۸۸۳)

(۱۱)......رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلا يصلّی بعد صلوة الصبح ركعتين ' فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : صلوة الصبح ركعتان ، فقال الرّجل : اِنّی لم اكن صليتُ الرّكعتين اللّتين قبلهما فصلّيتُهما الآن ، فسكت رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

(ابوداؤد، باب من فاتته متى يقضيها ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث:۱۲۶۷۔ ترمذی، باب ما جاء فيمن تفوته الركعتان قبل الفجر يصلّيهما بعد صلوة الصبح ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث:۴۲۲)

مزید تفصیل اور روایات کے ترجموں کے لئے دیکھئے! راقم کا رسالہ: ''فرض کی جگہ اور مسجد میں سنن و نوافل پڑھنا''۔ (مرغوب الفقہ ص ۲۶۹ ج ۲)

[۱۰]......آپ نے صحیح تحریر فرمایا کہ: ''شرعی حدود کا لحاظ کرتے ہوئے فرض نماز کے بعد مسجد میں اعلان کرنا جائز ہے'' اور یہاں شرعی حدود پامال ہو رہے ہیں، بلا ضرورت اور بکثرت اعلانات سے نمازیوں نے تکلیف کا نہ صرف اظہار کیا بلکہ شکایات تک کیں۔

اسی وجہ سے امام مہلّب رحمہ اللہ نے مسجد میں مسلمانوں کے اجتماعی امور کے انجام دینے کو جائز کہا ہے: **قال المهلب : المسجد موضوع لأمر جماعة المسلمين ' فما كان من الاعمال يجمع منفعة الدين وأهله جاز فيه ...الخ۔**

مہلّب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: مسجد کی وضع سے شرعی مقصود مسلمانوں کے اجتماعی امور کا انصرام ہے، لہٰذا ہر وہ کام جس میں اسلام اور اہل اسلام کی مصلحت موجود ہو مسجد میں جائز ہوجائے گا۔ (عمدۃ القاری ۲۲۰/۴۔فتح الباری ۴۳۶/۱۔ بہ حوالہ ''فتاویٰ شیخ الاسلام'' ص ۲۴۳) ۱۱

حضرات فقہاء رحمہم اللہ نے مسجد میں چندے کا اعلان، جنازے کا اعلان اور دیگر اہم دینی کاموں کے اعلان کی اجازت دی ہے۔۱۲

اس لیے یک لخت نماز کے بعد تمام اعلانوں پر پابندی عائد کرنا مصالح کے بھی خلاف ہے، ۱۳ ہاں! غیر ضروری اعلان پر پابندی لگائی جاسکتی ہے۔۱۴

نیز اعلان سے مقصود مصلیوں کو باخبر کرنا ہے، اور یہ مقصود پورے طور پر نماز کے بعد

۱۱......ہمیں کب انکار ہے اس عبارت سے کہ: ''لہٰذا ہر وہ کام جس میں اسلام اور اہل اسلام کی مصلحت موجود ہو مسجد میں جائز ہوجائے گا''۔ یقیناً جائز ہے، اور نہ مضمون میں اس کا رد ہے، یہ عبارت یہاں بے موقع ہے۔

۱۲...... یقیناً دی ہے، ہم بھی اس پر عمل پیرا ہے، البتہ ہم اس وقت اس قسم کے اعلانات کرتے ہیں جب کوئی مسبوق نہ ہو، اور کسی مصلی کو تکلیف نہ ہو۔

۱۳......ہم نے یک لخت پابندی کی نہ بات کی نہ اس پر عمل کیا، ہم تو اعلان کے قائل ہیں، اور خود اعلان کرتے ہیں، مگر مسبوق اور نمازیوں کی رعایت کرتے ہوئے۔

۱۴......ضروری اور غیر ضروری کی تمیز کون کرے گا؟ ہر آدمی اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے اپنے اعلان کو ضروری قرار دے گا، اس کے بجائے سارے اعلانات اس طرح ہوں کہ کسی مسبوق کو تکلیف نہ ہو، کیا یہ صورت بہتر نہیں؟۔

اعلان ہی سے حاصل ہوسکتا ہے، ۱۵؎ اس لیے کہ نماز سے پہلے چند ہی مصلی ہوتے ہیں، ہاں! مسبوق کی نماز میں خلل نہ ہواس لیے دیگر تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں، مثلاً: زبانی اعلان کے بجائے بلیک بورڈ پر یا اسکرین پر ان اعلانوں کولکھ دیا جائے یا مسجد کے دروازے پر ایک آدمی کواس کام کے لیے مقرر کیا جائے یا مصلیوں کے موبائل نمبر پر اس کو فورورڈ کیا جائے۔اس دور میں اعلان کی تشہیر کوئی مشکل مسئلہ نہیں ہے۔۱٦؎

مرسلہ رسالے میں لکھا ہے: بعض مساجد میں فرض نماز کے بعد کوئی مسئلہ یا حدیث وغیرہ سنانے کا بھی دستور ہے، اس سے بھی احتیاط کرنا چاہئے۔اس پر پابندی لگانا بالکل مناسب نہیں ہے۔اس دور میں جہالت عام ہے، مصلیوں کی تعداد چند فیصد ہے، ان کے کان میں علم کی بات پڑنا یا ان کا حدیث سننا بسا غنیمت ہے۔۱۷؎

۱۵؎......کیا ہم مسبوق کو تکلیف پہنچا کر دوسرے مصلیوں کو باخبر کرنے کے مکلّف ہیں، یا مسبوق کو ایذاء سے بچانے کے مکلّف ہیں؟ میں دوسری صورت کو شرعی طور پر درست سمجھتا ہوں۔آپ اختلاف کرسکتے ہیں۔

۱٦؎......بہت مناسب تدابیر ہیں ’’مگر بلی کے گلے میں گھنٹی باندھے کون‘‘؟ اللہ کرے اہل مساجد اور حضرات ائمہ کرام ان تدابیر میں جو آسان ہو اُسے اختیار کریں۔

۱۷؎...... پابندی لگانا بالکل مناسب نہیں، اس سے قطعا اتفاق نہیں، پابندی لگانا بالکل ضروری ہے۔کوئی مسئلہ یا حدیث سنانا فرض نہیں، اور تکلیف سے بچانا ضروری امر ہے، کس کو اختیار کیا جائے گا؟ جہالت دور کرنے کا طریقہ ناجائز فعل سے ہوگا یا جائز فعل سے؟۔اور یہ صرف میری رائے نہیں ارباب افتاء کے چند فتاوی ملاحظہ فرمائیں:

(۱)......سوال:......بعد نماز صبح دعا سے قبل یا بعد مصلی پر بیٹھ کر روزانہ کوئی دینی کتاب نمازیوں کو سنانا جب کہ تلاوت کرنے والوں اور وظیفہ والوں اور مسبوق ولاحق کو پریشانی ہو، شرعا کیسا ہے؟

جواب:......مسلمانوں میں عامۃً دین سے بے رغبتی اور بے عملی ہے، اس کے دور کرنے کے لئے دینی معتبر کتاب کا سنانا بہت مفید ہے، اعلی درجہ تو یہ ہے کہ سب لوگ جماعت سے نماز پڑھیں (یعنی تکبیر

مسئلہ اور حدیث شریف فرض کے بعد فوراً سنن سے پہلے سنائی جائے گی تو حسب تحریر

تحریمہ کے ساتھ) اگر کوئی شخص مسبوق یا لاحق ہو جاوے تو وہ اپنی نماز پوری کرے اس کے بعد کتاب سنائی جائے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ جدید ص۵۷۳ ج۶، باب المسبوق واللاحق، مطبوعہ: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی مدظلہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

(۲)......اگر کتابی تعلیم دعا سے پہلے کرنے کی وجہ سے بعد میں آنے والے نمازیوں اور مسبوقین کی نماز میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہو تو کتابی تعلیم دعا سے پہلے نہیں ہونی چاہئے، اور اگر دعا سے پہلے اتنی دیر توقف کے بعد تعلیم شروع کی جائے جتنی دیر میں بعد میں آنے والے تمام نمازیوں اور مسبوقین اپنی نمازوں سے فارغ جائیں، اور اس تعلیم کی وجہ سے کسی کی نماز میں خلل نہ پڑتا ہو تو دعا سے پہلے تعلیم میں کوئی حرج نہیں۔ (فتاوی قاسمیہ ص۹۲ ج۸)

موصوف ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:

(۳)......نمازیوں اور مسبوقین کا خیال اور ان کی رعایت رکھتے ہوئے کبھی کبھار دعا سے پہلے کوئی حدیث شریف چار پانچ منٹ کے اندر سنا دی جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، اگر سوال نامہ کا مقصد یہ ہے کہ بلا ناغہ مسلسل ایسا کیا جاتا ہے، تو ظاہر بات ہے کہ مسبوقین اور بعد میں سنتیں پڑھنے والے الجھن اور اکتاہٹ کا شکار ہو جائیں گے، جو شرعا درست نہیں ہے۔ (فتاوی قاسمیہ ص۱۰۶ ج۸)

موصوف ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:

(۴)......اور ظہر، مغرب، عشاء (میں) فرض نمازوں کے بعد سنتیں ہوتی ہیں، اس لئے فضائل اعمال ان اوقات میں مائک پر پڑھ کر سنتیں پڑھنے میں خلل نہ ڈالا جائے۔ (فتاوی قاسمیہ ص۴۰۶ ج۴، کتاب العلم)

موصوف اور ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

(۵)......عصر کی نماز کے بعد دعا سے پہلے ''پانچ منٹ کا مدرسہ'' کا سلسلہ ایک اچھا کام ہے، مگر اس کی وجہ سے فرض نماز کے مسبوقین کی نمازوں میں خلل نہیں ہونا چاہئے، بلکہ ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہئے کہ مسبوقین کی نماز بھی اطمینان سے پوری ہو جائے اور پانچ منٹ کا مدرسہ بھی چلتا رہے۔ اس کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد اتنی دیر تک تسبیح وغیرہ میں مصروف رہیں جتنی دیر میں مسبوقین فارغ ہو جائیں، اس کے بعد پانچ منٹ کا مدرسہ کے مضامین پڑھیں، پھر اس کے بعد دعا کی جائے، لیکن اگر مسبوقین کی فراغت کا انتظار نہیں کرنا ہے، تو پھر مائک میں نہیں ہونا چاہئے، بلکہ ہلکی آواز

مسبوق کی نماز میں خلل واقع ہوگا۔

کے ساتھ قریب کے لوگوں کو سنانا چاہئے۔(مستفاد از: فتاوی قاسمیہ ص۹۱ ج۸)
نوٹ:......ظاہر بات ہے کہ اس طرح کی احتیاط کرنی مشکل ہے، اس لئے مسبوقین کے فراغت کے بعد ہی تعلیم ہونی چاہئے، یا مسجد سے باہر دوسری کسی جگہ پر تعلیم کا انتظام کرنا چاہئے۔
نوٹ:...... یہاں سوال میں چونکہ مائک کا ذکر ہے، اس لئے جواب میں مائک کی صراحت ہے، مقصد ایذاء سے بچانا ہے، چاہے مائک پر ہو یا بغیر مائک کے۔ مرغوب

وعظ سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے اس بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک واقعہ اور حضرت عطاء بن رباح رحمہ اللہ کا ایک مقولہ ملاحظہ فرمائیے!

ایک واعظ صاحب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے بالکل سامنے بہت بلند آواز سے وعظ کہا کرتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ یہ صاحب بلند آواز سے میرے گھر کے سامنے وعظ کہتے رہتے ہیں، جس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے اور مجھے کسی اور کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان صاحب کو پیغام بھیج کر انہیں وعظ کہنے سے منع کیا، لیکن کچھ عرصے کے بعد واعظ صاحب نے دوبارہ وہی سلسلہ پھر شروع کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے خود جا کر ان صاحب کو پکڑا اور ان پر تعزیری سزا جاری کی۔

حضرت عطاء بن رباح رحمہ اللہ کا مقولہ ہے کہ: عالم کو چاہئے کہ اس کی آواز اس کی اپنی مجلس سے آگے نہ بڑھے۔(ادب الاماء والاستملاء للسمعانی ص۵)

فجر یا عصر کے بعد تسبیح و دعا کے بعد مسئلہ یا حدیث سنائی جائے۔ اور بقول آپ کے مصلیوں کی تعداد چند فیصد ہے تو کیا چند فیصد کو مسئلہ یا حدیث سنا کر جہالت ختم ہو جائے گی یا ختم کی جائے گی؟۔

جیسے آپ نے مسبوق نہ ہونے کی ترغیب دی جانے پر رائے دی ہے، کیا یہ ترغیب نہ دی جائے کہ سنت کے بعد تھوڑی دیر سارے ہی مصلی حضرات تشریف رکھیں تاکہ ایک مسئلہ یا ایک حدیث سنا دی جایا کرے۔

پھر مفتی صاحب! اگر عوام میں دین کا کوئی شوق و ذوق ہی نہ ہو تو کیا ان کی جہالت کا دور کرنا علماء کے ذمہ ہے؟ کیا ایسے وقت (ہمیشہ نہیں) علماء "مشکوۃ شریف" کی اس روایت پر عمل نہیں کر سکتے:

(۱)......عن علی رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: نِعْمَ الرَّجلُ الفقِيهُ فی

رسالے کے مطالعے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ مسبوق کی نماز میں خلل واقع ہوا ایسا کوئی بھی کام فرض نماز کے بعد نہ کیا جائے، ہاں! فرض نماز سے پہلے گنجائش ہے۔

تو قابل غور امر یہ ہے کہ کیا اس صورت میں جن نمازوں سے پہلے سنن قبلیہ ہیں، جیسے: فجر، ظہر، عصر، عشا اور دیگر ائمہ کرام کے یہاں مغرب کی نماز سے پہلے بھی دو رکعت سنت یا مستحب ہے۔ تو کیا نماز سے پہلے اعلان کرنے میں یا مسئلہ وحدیث شریف سنانے میں سنت پڑھنے والوں کی نماز میں خلل واقع نہ ہوگا؟ ۔۱۸

الدِّين اِنِ احْتِيجَ اليه نفع ' واِنِ اسْتُغْنِيَ عنه أغنى نفسَه ۔(مشکوۃ، کتاب العلم ، رقم الحدیث:۲۳۴)

ترجمہ:......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہتر شخص وہ ہے جو دین کی سمجھ رکھتا ہو، اگر اس کے پاس کوئی ضرورت لائی جائے تو اس کو نفع پہنچائے، اور اگر اس سے بے پروائی برتی جائے تو اپنے آپ کو بے نیاز کرلے۔

تشریح:......بہترین فقیہ اور عالم وہ ہے اگر لوگوں کو اس کی طرف ضرورت ہو تو نفع پہنچائے، مسئلہ پوچھیں تو بتائے، سبق پڑھنا چاہیں تو پڑھائے، اگر لوگ اس سے استغناء ظاہر کریں تو وہ مستغنی ہوجائے، بے پرواہ بن جائے۔

کسی جگہ اگر کوئی عالم نہ ہو اور لوگ اس کے محتاج ہوں تو ان میں رہے، لیکن لوگ محتاج نہ ہوں اور اس سے دین کا فائدہ اٹھانے کی خواہش اور طلب ظاہر نہ کریں تو پھر اس کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو بھی ان سے بے نیاز کرلے، اور اپنے اوقات کو عبادت، دینی کتابوں کے مطالعہ اور تصنیف وتالیف کے ذریعہ علم دین کی خدمت میں صرف کرے۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ ص۳۰۴ ج۱۔ الرفیق الفصیح ص۴۸۴ ج۳)

۱۸......کوئی خلل واقع نہیں ہوتا ہے، ہم نے اس کا تجربہ کیا، ہماری مسجد میں روزانہ عشاء سے پہلے ایک مسئلہ یا حدیث سنانے کا معمول ہے، جب جماعت کا وقت شروع ہوجاتا ہے تو امام صاحب پہلے کھڑے ہوکر صرف ایک منٹ میں کوئی دینی بات کہہ دیتے ہیں، پھر اقامت کہی جاتی ہے، اس میں کوئی ایک مصلی اب تک نظر نہیں آیا۔ ظہر اور فجر سے پہلے تو شاید یہ پریشانی ہو، مگر دوسری نمازوں میں عموما نہیں ہوگی، آپ خود بھی تجربہ فرمالیں۔

اس دور میں عام طور پر لوگ سنن قبلیہ و بعد یہ مسجد میں ہی پڑھتے ہیں اور حضرات فقہائے کرام رحمہم اللہ نے بھی لوگوں کے مشاغل وتساہل کی بنا پر مسجد ہی میں پڑھنے کو افضل لکھا ہے۔ ملاحظہ کریں:

اس زمانے میں جب نمازی مسجد سے باہر نکل جاتے ہیں تو سیدھے گھر جا کر سنن و نوافل میں نہیں لگتے، بلکہ دوسرے امور میں لگ جاتے ہیں، اس لیے افضل اس زمانے میں یہی ہے کہ مسجد ہی میں پڑھ لیے جائیں۔ (فتاویٰ قاسمیہ ج۸ص ۱۸۷)

حضرات فقہائے کرام رحمہم اللہ نے نماز میں خلل واقع کرنے والے امور میں فرض نماز، سنت نماز، مستحب نماز میں فرق نہیں کیا ہے، لہذا اس نکتے کے پیش نظر نتیجہ یہ نکلے گا کہ مساجد میں کسی بھی قسم کے اعلان، مسئلہ بیان کرنے، حدیث شریف سنانے کی اجازت نہیں، نہ فرض نماز سے پہلے (اس لیے کہ سنت پڑھنے والوں کی نماز خلل واقع ہوگا) نہ فرض نماز کے بعد (اس لیے کہ مسبوق حضرات کی نماز میں خلل واقع ہوگا) جو بالکل درست نہیں۔

ہماری رائے ہے کہ اعلان پر پابندی لگانے کے بجائے مسبوق حضرات کو تکبیر اولی کے

اور تائید میں حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کا ایک فتوی بھی ملاحظہ فرمالیں:
سوال:...... ہم طلبہ کی جماعت نے یہ طے کیا ہے کہ مسلمانوں کو مذہبی معلومات سکھلانے کے لئے نماز فجر (رمضان المبارک میں) فجر کی اذان کے بعد سے جماعت کھڑی ہونے سے :۱۰ر منٹ پہلے تک حدیث کی کوئی کتاب پڑھ کر سنائی جائے، ہم طلبہ کے لئے وقت کی کمی ہے، ہم نے فجر سے پہلے اور اذان کے بعد اس لئے وقت رکھا ہے تا کہ زیادہ لوگ شرکت کر سکیں۔ کیا یہ وقت تبلیغ کے لئے مناسب ہے؟
الجواب:...... آپ کا پروگرام مناسب اور بابرکت ہے۔ اللہ تعالی مزید اخلاص واستقامت عطا فرمائے، آمین۔ (فتاوی محمودیہ ص ۳۱۹ ج ۴، باب التبلیغ، سوال نمبر: ۱۴۵۳۔ مطبوعہ: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

ساتھ نماز پڑھنے کی ترغیب دی جائے، ۱۹ اعلان وغیرہ پر پابندی لگانے میں مسبوقین کی تعداد میں اضافے کوشہ دیناہے،فافھم و تدبر۔۲۰

کتبہ: العبدعبدالقیوم راجکوٹی

۲۳رشوال المکرّم:۱۴۲۳ھ

۱۹......تقریباہر مسجد میں ''فضائل اعمال'' کی تعلیم ہوتی ہے،اوراہل دعوت سالہا سال سے اسے پڑھنے اور سننے کا اہتمام کرتے ہیں،اس میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ نماز پڑھنے کے فضائل بھی پڑھے اور سنے جاتے ہیں،مگرآپ خود تخمینہ فرمالیں کہ کتنے فیصد کا اس پر اہتمام ہوتا ہے۔ڈابھیل جامعہ کی مثال نہ دیجئے، یہ جامعہ ہے، یہاں کا ماحول اور ہے، پھر سب مدارس کا حال بھی ایسانہیں، یہ تو حضرت مولانا مفتی احمد صاحب دامت برکاتہم کی خصوصی توجہ اور تربیت اور راتوں کے آنسوؤں کا نتیجہ ہے۔اس لئے یہ کہنا کہ مسبوق کوتکلیف پہنچانے کے ساتھ اعلان ہوتارہے،اوراعلان بندنہ ہو،اورکوئی مسبوق نہ ہو، یہ مشکل اورلاینحل تمناہے،اللہ کرے یہ چاہت بھی آپ کی پوری ہو،مگر ہمارے اختیار میں یہ نہیں کہ سب نمازیوں کواس کا پابند بنائیں کہ کوئی مسبوق نہ بنے،ہاں یہ ہمارے اختیار میں ہے کہ ہم اعلان نہ کریں، یااس وقت کریں جب کوئی مسبوق نہ ہو۔عجیب فلسفہ ہے کہ جواپنے بس میں ہے اسے ہم کرنانہیں چاہتے اور جو ہمارے بس میں نہیں اس کواختیار کرنا چاہتے ہیں۔

پھر ہمارے جن اکابر کے فتاوی راقم نے نقل کئے ہیں ان میں سے کسی نے بھی یہ رائے نہیں دی کہ دعاجہر کے ساتھ ہی ہو،اور مسبوقین کوترغیب دی جائے کہ مسبوق نہ بنیں،اور تکبیر تحریمہ کے ساتھ نماز کا اہتمام کریں،اس لئے کہ یہ ممکن نہیں کہ نماز میں کوئی مسبوق نہ ہو۔

۲۰......آپ کےاس جملے نے تو حیرت میں ڈال دیا کہ:''اعلان وغیرہ پر پابندی لگانے میں مسبوقین کی تعداد میں اضافے کوشہ دیناہے''۔کیاجہاں اعلان پر پابندی نہیں وہاں مسبوقین کم ہوگئے؟ آپ کیاتحریر فرماگئے؟ کیاکوئی اعلان پر پابندی لگا کر یہ چاہتاہے کہ مسبوقین زیادہ ہوں،کسی کی یہ فکر بھی ہوتی ہے؟ یاللعجب۔اور تعجب درتعجب امر یہ ہے کہ جامعہ ڈابھیل جیسے مؤقرادارہ کے دارالافتاء سے یہ فتوی صادر ہو، اور کسی ایرے غیرے کے قلم سے نہیں بلکہ ایک محقق مفتی اورصاحب تصانیف مصنف کی طرف سے۔

استاذ محترم حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم و مدظلہم نے آپ کی تحریر پر مہر ثبت فرمائی ہے، اس لئے حضرت والا کے تحریر کردہ کے چند اقتباسات نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں:

نماز کے اوقات میں مسجد میں کوئی بھی ایسا فعل جو مصلیوں کی نماز میں مخل ہو جائز نہیں ہے اگر چہ وہ دینی کام ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً نماز کے وقت جہراً تلاوت یا ذکر کرنا' بآواز بلند کتاب پڑھنا وغیرہ افعال' امور دین اور کارہائے ثواب ہیں، پھر بھی اس لئے ناجائز ہیں کہ ان سے مصلیوں کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے۔

(محمود الفتاوی ص ۱۱۳ ج ۸، موبائل کے متعلق مسائل)

خوب غور فرمائیے! حضرت والا کس قدر صراحت سے تحریر فرمارہے ہیں کہ: نمازی کو تکلیف ہوتو دینی کام بھی ناجائز ہے، کارثواب بھی جائز نہیں۔ تو پھر اعلان کا کیا حکم ہوگا؟

ایک سوال کے جواب میں حضرت والا مدظلہم تحریر فرماتے ہیں:

الجواب: ......اگر وہاں کوئی نماز میں مشغول نہیں تو درمیانی جہر سے پڑھ سکتا ہے۔

(محمود الفتاوی ص ۳۰۰ ج ۸، موبائل کے متعلق مسائل)

ایک اور سوال کے جواب میں حضرت والا مدظلہم تحریر فرماتے ہیں:

الجواب: ...... جو شخص مسجد میں ذکر' تلاوت یا تسبیح میں مشغول ہو اس کو سلام و مصافحہ نہ کیا جائے، مکروہ ہے۔......

آگے چل کر علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو حضرات نماز یا خطبہ یا تلاوت قرآن میں مشغول ہوں ان کو سلام کرنے سے گناہ ہوتا ہے۔

(محمود الفتاوی ص ۳۰۳ ج ۸، موبائل کے متعلق مسائل)

عزیز محترم حضرت مولانا مفتی عباس صاحب مدظلہ نے بھی آپ کی تحریر پر مہر ثبت فرمائی ہے، اس لئے ان کے دادا رحمہ اللہ کے چند فتاوی بھی- جن پر ان کی نظر بھی ہوئی ہے-اس سلسلہ کے نقل کیے جاتے ہیں:

حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب رحمہ اللہ نے بھی مسبوق کا خیال رکھنے کے سلسلہ کے فتاوی تحریر فرمائے ہیں، وہ بھی ملاحظہ فرمالیں:

(۱)......لیکن اس کا خیال رہے کہ مصلیوں کی نماز میں خلل آتا ہوتو خفیہ طور پر (دعا) پڑھے۔(فتاوی بسم اللہ ص۳۴۱ ج۵)

(۲)......امام کو زور سے دعا نہیں مانگنی چاہئے، خاص کر کے جب مسبوق (نماز) میں ہو...لیکن اگر کسی کی نماز میں خلل نہ آتا ہواور امام نہ زور سے نہ بہت آہستہ بلکہ معتدل آواز سے دعا کرے اور مقتدی آمین آمین کہیں تب بھی ممنوع نہیں، جائز ودرست ہے۔

(فتاوی بسم اللہ ص۳۴۲ ج۵)

(۳)......دعا میں اصل اخفاء ہے، یعنی اس طرح آہستہ مانگنا کہ آواز دوسرے کے کان میں نہ جائے، خاص کر جب کہ دوسرے مقتدیان یا مسبوقین وغیرہ نماز یا ذکر وتسبیح میں ہوں تب تو یہ ممانعت اور سخت ہوجاتی ہے۔(فتاوی بسم اللہ ص۳۴۳ ج۵)

نوٹ:......دیکھئے! حضرت رحمہ اللہ تو مسبوق کو تکلیف سے بچانے کے لئے ممانعت کو سخت فرمارہے ہیں۔

(۴)......نماز کے بعد (درود شریف پڑھنے میں) اتنا جہر نہ کرے کہ دوسروں کو اپنے اذکار اور اوراد ووظائف یا نفل یا سنن کی ادائیگی میں تشویش لاحق ہو۔(فتاوی بسم اللہ ص۳۶۰ ج۵)

(۵)......نماز کے بعد زور سے اوراد پڑھنا خاص کر جب کہ اس سے دیگر نمازیوں کو خلل

بھی ہوتا ہواوران سے سہوبھی ہوتا ہو،لہذا ازورزور سے ہرگز نہ پڑھے۔

(فتاوی بسم اللہ ص۳۶۱ ج ۵)

ایک سوال کے جواب میں حضرت تحریرفرماتے ہیں:

(۶)......مسجد میں لوگ وقتا فو قتا نماز پڑھنے آتے جاتے رہتے ہیں اور بعض اپنے مخصوص اذکاروو ظائف میں لگے رہتے ہیں،ایسی حالت میں باجماعت اتنے سارے لوگ ساتھ ساتھ ذکر کریں گےتو دوسروں کی نمازوں اوراذکار' تلاوت ووظائف میں خلل آتا ہے۔ مشہوراور جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی اس طریقہ کو نا پسند فرمایاہے،اس لئے مسجد میں یہ سلسلہ موقوف کردینا چاہئے۔(فتاوی بسم اللہ ص۳۶۲ ج ۵)

(۷):سوال:......فرض یا نفل نمازوں کے بعد بعض دعا کرتے وقت زور سے آہ کرتے ہیں،اس طرح بلند آواز سے آہ کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:......آہ ایک غیرواضح لفظ ہے جس کا کچھ مطلب نہیں،اس سے دوسروں کوخلل اور تکلیف ہوتی ہے،نمازی کونماز میں ذاکرین' شاغلین کے ذکر میں اورتلاوت کرنے والوں کی تلاوت میں خلل آتا ہے،اس لئے ایسا نہ کرے۔(فتاوی بسم اللہ ص۳۶۶ ج ۵)

مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری مدظلہ کا ارشاد اور راقم کی رائے

حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری مدظلہ نے اپنی رائے دیتے ہوئے تحریر فرمایا: ''اس مسئلہ میں شدت نامناسب ہے، بس تطویل سے اجتناب کیا جائے''۔

جواباً عرض ہے: شدت تو ہم نے کی نہیں، ایک مسئلہ اہل علم کی خدمت میں پیش کیا کہ اس پرغور فرمائیں، شدت تو اہل علم اور ارباب فتاوی نے کی ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تو چندہ کے اعلان کو اللہ تعالی کے ارشاد: ''ومن اظلم'' میں شامل فرمارہے ہیں۔ (معارف القرآن ص۲۹۹ ج۱)

خود آپ کے دو فتاوی پیش خدمت ہیں جن میں آپ نے بھی'' قطعا جائز نہیں ہے'' ''احتراز لازم ہے'' ''اور بھی برا ہے'' جیسے فتاوی تحریر فرمائے ہیں: ملاحظہ فرمائیں!

(۱)......ایسی جگہ پر (ذکر کی) مجلس منعقد کرنا جس سے دیگر عبادت گزاروں کی عبادت میں خلل پڑے تو یہ قطعاً جائز نہیں ہے، اس سے احتراز لازم ہے۔

(کتاب النوازل ص۴۵۳ ج۲)

(۲)......پھر جب کہ اس عمل (اجتماعی درود شریف) سے مسبوقین کی نمازوں میں خلل پڑے تو اور بھی برا ہے۔ (کتاب النوازل ص۴۸۰ ج۱)

نوٹ:...... جب ذکر کی وجہ سے خلل برا ہے، اور قطعا جائز نہ ہو اور احتراز لازم ہو تو بلا ضرورت اعلانات سے کیوں عدم جواز کا حکم نہ لگایا جائے؟

پھر حضرت! تطویل سے اجتناب کرانا شاید ممکن نہ ہو، اعلان کرنے والے عامۃً اپنی بات پوری رکھنا چاہتے ہیں، اور اس وقت مجمع کے سامنے نکیر بھی مناسب نہیں ہوتی، اور اکثر تو اعلان کرنے والے اہل علم ہوتے ہیں، ان کو منع کرنا اور بھی امر معیوب ہے، اس لئے اس

پر عمل تجویز کرنا ناممکن تو نہیں مگر مشکل تر ضرور ہے۔

پھر حضرت والا! آپ کے دارالافتاء کے فتاوی بھی میرے مدعا کے موافق ہیں، اوران میں دو فتاوی پر تو حضرت والا کے دستخط بھی موجود ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

(۱)......اگر کتابی تعلیم دعا سے پہلے کرنے کی وجہ سے بعد میں آنے والے نمازیوں اور مسبوقین کی نماز میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہو تو کتابی تعلیم دعا سے پہلے نہیں ہونی چاہئے، اور اگر دعا سے پہلے اتنی دیر توقف کے بعد تعلیم شروع کی جائے جتنی دیر میں بعد میں آنے والے تمام نمازی اور مسبوقین اپنی اپنی نماز سے فارغ ہو چکے ہوتے ہیں، اوراس تعلیم کی وجہ سے کسی کی نماز میں خلل نہ پڑتا ہو تو دعا سے پہلے تعلیم میں کوئی حرج نہیں۔

(فتاوی قاسمیہ ص۹۲ ج۸)

(۲)......نمازیوں اور مسبوقین کا خیال اوران کی رعایت رکھتے ہوئے کبھی کبھار دعا سے پہلے کوئی حدیث شریف چار پانچ منٹ کے اندر سنا دی جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، اگر سوال نامہ کا مقصد یہ ہے کہ بلا ناغہ مسلسل ایسا کیا جاتا ہے، تو ظاہر بات ہے کہ مسبوقین اور بعد میں سنتیں پڑھنے والے الجھن اور اکتاہٹ کا شکار ہو جائیں گے، جو شرعا درست نہیں ہے۔ (فتاوی قاسمیہ ص۱۰۶ ج۸) کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری

(۳)......اور ظہر، مغرب، عشاء (میں) فرض نمازوں کے بعد سنتیں ہوتی ہیں، اس لئے فضائل اعمال ان اوقات میں مائک پر پڑھ کر سنتیں پڑھنے میں خلل نہ ڈالا جائے۔

(فتاوی قاسمیہ ص۶۰۴ ج۴، کتاب العلم) کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: احقر محمد سلمان منصور پوری

تتمہ......مزید کچھ اکابر کے فتاوی

(۱)......کتابی تعلیم میں مسبوق حضرات کا خیال

سوال:...... ہمارے یہاں کی جامع مسجد میں روزانہ تبلیغی جماعت کے افراد صبح کی فرض نماز کے فورا بعد مصلے پر بیٹھ کر تعلیم کے نام پر احادیث شریف پڑھ کر سناتے ہیں، فرض نماز کی آخری رکعت میں شامل نمازیوں اور دیگر فرض نماز ادا کرنے والوں کا خیال تک نہیں اوران کی تعلیم سے دوسروں کی نمازوں میں خلل واقع ہورہا ہے، باوجود انہیں ٹوکنے کے وہ برابر اپنی ضد پوری کیئے بغیر اس تعلیم کو ختم نہیں کرتے ہیں، کیا ان کا یہ فعل شرعا درست ہے؟

یہی تبلیغی حضرات دیگر مساجد میں بعد نماز عصر، مصلے پر بیٹھ کر حدیث شریف پڑھتے ہیں اور اہل جماعت کو تاکیدا کہہ دیا گیا ہے کہ وہ ان کی آواز میں آواز ملا کر بلند آواز میں چلایا کریں، پوچھنے پر جواب ملتا ہے کہ وہ حدیث شریف سکھا رہے ہیں، ان کی ان آواز سے نمازوں میں خلل ہوتا جارہا ہے، یہ حرکات بدعات ہیں، فتنہ ہیں یا مستحب ہیں؟

الجواب:......تکبیر اولی سے جماعت میں شرکت کا اہتمام شرعا مطلوب ہے، اس کی پابندی کی جائے۔ جماعت سے کچھ دیر پہلے آیا کریں تا کہ کوئی رکعت فوت نہ ہو، اگر اتفاق سے کوئی شخص کچھ دیر میں آیا اور اس کی رکعت رہ گئی جو کہ وہ سلام امام کے بعد پوری کرے گا، تبلیغ والوں کو چاہئے کہ وہ اس کا لحاظ رکھیں کہ اس کی رہی ہوئی نماز میں خلل نہ آئے، اس کو تشویش لاحق نہ ہو، اگر کسی کی پوری نماز رہ گئی وہ علیحدہ فاصلہ پر اپنی نماز ادا کرلے۔ غرض طرفین ایک دوسرے کا خیال رکھیں، انشاء اللہ اس میں خیر و برکت ہے، تبلیغ کا کام بھی بہت اہم ہے، اور نماز کو خلل سے بچانا بھی بہت اہم ہے۔

(فتاوی محمودیہ ص ۳۱۷ ج ۴، باب التبلیغ، سوال نمبر:۱۴۵۲۔ مطبوعہ: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

(۲)......حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا فتوی

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

ایسے وقت میں جب کہ نماز پڑھنے والوں کی نماز میں خلل نہ آئے، مسجد کے چندے کے لئے کہہ دینے میں مضائقہ نہیں۔ (امداد المفتین جامع ص۱۰۵ ج۴، باب فی احکام المساجد)

(۳)......حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہم کا فتوی

حضرت مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہم ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

مسجد میں کار خیر کے لئے چندہ کا اعلان بلا مبالغہ درست ہے، نیز انتقال یا نماز جنازہ کا اعلان یا مسجد میں منعقد ہونے والے دینی، اصلاحی پروگرام کا اعلان حدود شریعت میں رہتے ہوئے جائز اور درست ہے۔ ہاں گمشدہ اشیاء کا اعلان درست نہیں، لیکن گمشدہ بچوں کے اعلان کے بارے میں مفتی خالد سیف اللہ صاحب مدظلہ نے جواز لکھا ہے، انسانی جان کی اہمیت کی خاطر۔ ہاں ان سب میں مسبوق کی نماز میں خلل نہ ہونے کا لحاظ رکھا جائے۔ باقی بلا ضرورت اعلانات سے پرہیز کرنا چاہئے، اور مسجد کے باہر اعلان بورڈ سے کام چلانا چاہئے۔ (فتاوی دارالعلوم زکریا ص۲۱۰ ج۹، نماز کے متعلق متفرق مسائل)

(۴)......حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب مدظلہم کا فتوی

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

دینی مدارس کے لئے یا اور دینی ضروریات کے لئے مسجد میں اعلان کرنا جائز ہے، آنحضرت ﷺ نے ''جیش العسرۃ'' کے لئے چندے کا اعلان فرمایا تھا۔

مگر یہ یاد رہے کہ اس اعلان کی وجہ سے کسی نمازی کی نماز میں خلل نہ پڑے۔

(آپ کے مسائل اوران کا حل ص ۲۶۰/۲۶۱ ج ۳، مسجد کے مسائل)

(۵)......حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی مدظلہم کا فتوی

حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی مدظلہم کا فتوی:

سوال:......مسجد میں جماعت ختم ہوتے ہی یہ اعلان کیا جاتا ہے:

(۱)......دوروپئے ملے ہیں جس کے ہوں وہ آکر لے لے۔

(۲)......گھڑی ملی ہے جس کی ہو وہ آکر لے جائے۔

(۳)......قبرستان کے گھاس کی نیلامی ہے۔

(۴)......مسجد کے غیر ضروری سامان کی نیلامی ہے۔

(۵)......تھوڑی دیر تشریف رکھیں، کتابی تعلیم ہوگی۔

یہ اعلان کئے جاتے ہیں۔کیا یہ اعلان مسجد میں کرنا جائز ہے؟ نیز اس وقت مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی رکعت پڑھنے میں مشغول ہوتے ہیں، تو شریعت اس مسئلہ میں کیا کہتی ہے؟

جواب:......مسجد اللہ تعالی کی عبادت اور ذکر وتلاوت کی پاکیزہ جگہ ہے، لہذا وہاں یہی کام ہونے چاہئے، ہاں لغو باتیں اور شور شرابہ کرنا جائز نہیں ہے۔ نیز مسجد اشیاء کے اشتہار دینے یا اعلان کرنے کی جگہ نہیں ہے، اور جماعت خانہ کے باہر یہ مقصد بخوبی حاصل ہوسکتا ہے۔ گمشدہ اشیاء کے اعلان سے بھی حدیث شریف میں صاف طور پر منع فرمایا گیا ہے، لہذا اس رواج کو بند کرنا چاہئے۔اور اگر اعلان کرنا ضروری ہو تو جماعت خانہ سے باہر نماز سے قبل یا بعد میں اعلان ہوسکتا ہے، اور اگر مسبوق کو اس کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہو تو ایسا کرنا ناجائز ہے اور ایسا کرنے سے گناہ ہوگا۔(فتاوی دینیہ ص ۲۰۹ ج ۲، سوال نمبر:۹۶۴)

مسبوق کے مسائل

اس مختصر رسالہ میں مسبوق کے چند مسائل آسان الفاظ میں جمع کیے گئے ہیں، اس وقت مسائل سے عدم واقفیت عام ہے، اور نماز جیسے اہم فرض کے عام مسائل سے بھی ناواقفیت بکثرت نظر آرہی ہے، اور مسبوق کے چند مسائل ایسے ہیں کہ ان میں جہلات تو بہت زیادہ لوگوں میں پائی جاتی ۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسبوق کی تعریف

مسبوق لغت میں: اسم مفعول ہے، اس کا فعل ''سبق'' ہے، کہا جاتا ہے: سبقہ: آگے بڑھ جانا۔

مسبوق اصطلاح میں: وہ شخص ہے جس سے امام نماز کی کچھ رکعتوں میں یا پوری نماز میں آگے بڑھ جائے، یا وہ شخص ہے جو امام کو ایک یا زیادہ رکعات کے بعد پائے۔

(القاموس المحیط، وقواعد الفقہ، حاشیہ ابن عابدین۔ موسوعہ فقہیہ ص۱۹۶ ج ۳۷۔ مادہ: مسبوق)

جس شخص کو امام کے ساتھ شروع سے کل یا بعض رکعتیں نہ ملی ہوں، اور امام کے ساتھ شامل ہونے کے بعد سے آخر تک شامل رہا ہو، اس کو اصطلاح فقہ میں مسبوق کہتے ہیں۔

مسئلہ: ......کل رکعتیں نہ ملنے کی صورت یہ ہے کہ آخری رکعت کے رکوع کے بعد امام کے ساتھ شریک ہوا ہو، اور بعض رکعتوں کے ملنے کی صورت یہ ہے کہ بعض رکعتیں مثلا: ایک یا دو یا تین رکعتیں ہو جانے کے بعد امام کے ساتھ شامل ہوا ہو۔

اس وقت مسائل سے عدم واقفیت عام ہے، اور نماز جیسے اہم فرض کے عام مسائل سے بھی ناواقفیت بکثرت نظر آرہی ہے، اور مسبوق کے مسائل سے بہت زیادہ جہالت پائی جاتی ہے۔

اس مختصر رسالہ میں مسبوق کے چند مسائل جمع کئے گئے ہیں، اللہ تعالی اس حقیر کاوش کو اپنی بارگاہ عالی میں شرف قبولیت عطا فرمائے، اور راقم کے لئے ذخیرۂ آخرت وذریعہ نجات بنائے۔

مرغوب احمد لاجپوری

۱۰/ذوالقعدہ ۱۴۴۳، مطابق: ۱۰/جون ۲۰۲۲، جمعہ

مسبوق منفرد کے حکم میں ہے

مسئلہ:......مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی نماز کے ادا کرنے میں (چار مسئلوں کے علاوہ) منفرد کے حکم میں ہوتا ہے۔

مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی رکعت پہلے نہ پڑھے

مسئلہ:......مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی رکعت پہلے نہ پڑھے، بلکہ جماعت میں شریک ہوکر امام کی اقتدا کرے، پھر جب امام نماز سے فارغ ہوجائے تو امام کے ساتھ سلام پھیرے بغیر کھڑا ہوکر اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں ادا کرے۔

مسئلہ:......مسبوق نے امام کے ساتھ شامل ہوکر اگر اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں پڑھیں اور امام کی متابعت نہیں کی تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی، اس لئے کہ اقتدا کی حالت میں اس کا منفرد ہونا (یعنی اپنی فوت شدہ رکعت اکیلے ادا کرنا) درست نہیں، بلکہ مفسد نماز ہے۔

نوٹ:......بعض حضرات کے نزدیک اس صورت میں نماز کے فاسد نہ ہونے کا قول اقوی ہے، اس لئے کہ اس میں ترتیب ساقط ہوئی ہے۔ اور متأخرین نے اسی پر فتوی دیا ہے، لیکن اظہر قول فساد کا ہے۔

مسبوق اپنی فوت شدہ رکعتیں کس طرح ادا کرے

مسئلہ:......مسبوق جب امام کے فارغ ہونے کے بعد اپنی بقیہ نماز پڑھتا ہے تو وہ قراءت کے اعتبار سے اس کی پہلی رکعت ہے اور تشہد کے اعتبار سے آخری رکعت ہے، یعنی امام کے ساتھ پڑھی ہوئی رکعتوں میں اپنی بقیہ رکعتوں کو ملا کر ہر دو رکعت پر قعدہ کرے، اور تشہد پڑھے، اس کی صورتیں یہ ہیں:

(۱)......اگر چار رکعت والی نماز میں ایک رکعت امام کے ساتھ ملی اور تین رکعتیں فوت ہوئیں تو مسبوق کو چاہیئے کہ: امام کے سلام کے بعد پہلی رکعت میں ثنا' اعوذ باللہ' بسم اللہ' سورۂ فاتحہ اور کوئی سورۃ ملا کر ایک رکعت ادا کر کے قعدہ کرے، اور تشہد پڑھے (اس لئے کہ قراءت کے اعتبار سے یہ پہلی رکعت ہے، اور ایک رکعت امام کے ساتھ والی اور ایک رکعت یہ ملا کر دو رکعتیں پوری ہوئیں، اس لئے اس پر قعدہ کرنا ہے) پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت الحمد اور سورۃ کے ساتھ پڑھ کر قعدہ نہ کرے، بلکہ کھڑا ہو جائے (اس لئے کہ یہ اب قعدہ کے اعتبار سے اس کی تیسری رکعت ہے، اور قراءت کے اعتبار سے دوسری) اب تیسری رکعت میں اس کو اختیار ہے چاہے الحمد پڑھے یا چھوڑ دے، لیکن الحمد پڑھنا افضل ہے، لیکن اس میں سورۃ نہ ملائے، اس لئے کہ یہ قراءت کے اعتبار سے اس کی تیسری رکعت ہے، پھر قعدۂ اخیرہ کرے اور تشہد و درود اور دعا پڑھ کر سلام پھیرے۔

(۲)......اور اگر امام کے ساتھ چار رکعت والی نماز میں دو رکعتیں ملیں تو باقی دو رکعتوں میں (پہلی رکعت میں: ثنا' اعوذ باللہ' بسم اللہ سورۂ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھے) اور دوسری رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھے، پھر قعدہ میں تشہد' درود اور دعا پڑھ کر نماز پوری کرے، کیونکہ پہلی دو پر امام کے ساتھ قعدہ کر چکا ہے۔

نوٹ:......اگر امام سے پہلی دو رکعتوں میں قراءت چھوٹ گئی اور وہ آخری دو رکعتوں میں قراءت کرے اور کوئی اس وقت نماز میں شریک ہوا تو یہ مسبوق اپنی فوت شدہ رکعتوں میں قراءت کرے۔

(۳)......اگر تین رکعت والی نماز یعنی مغرب میں ایک رکعت امام کے ساتھ ملی تو بقیہ دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھے، اگر ان دونوں میں ایک میں بھی قراءت چھوڑ دی

تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۴)......مسبوق کو مغرب میں امام کے ساتھ ایک رکعت ملی تو بہتر ہے کہ اپنی فوت شدہ رکعات کے ادا کرتے وقت ایک رکعت کے بعد قعدہ بھی کرے، پھر دوسری رکعت ادا کرے پھر قعدۂ اخیرہ کرکے نماز پوری کرے (اس طرح تین قاعدے ہو جائیں گے)۔

(۵)......مسبوق کو مغرب میں امام کے ساتھ ایک رکعت ملی اور اس نے اپنی بقیہ رکعتیں پوری کرتے وقت ایک رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا تو بھی اس کی نماز استحسانا درست ہے، اور سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں ہے۔

مسبوق کا امام کے سلام سے پہلے کھڑے ہونا جائز نہیں

مسئلہ:......امام کے تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد مسبوق کو امام کے سلام سے پہلے کھڑا نہیں ہونا چاہیئے، اگر کھڑا ہو گیا تو نماز صحیح ہو جائے گی، مگر مکروہ تحریمی ہوگی، اس لئے کہ امام کے ساتھ متابعت چھوٹ گئی جو واجب تھی۔

مسبوق کا امام کے سلام سے پہلے عذر کی وجہ سے کھڑے ہونا جائز ہے

مسئلہ:......مسبوق کا عذر کی وجہ سے امام کے سلام سے پہلے کھڑا ہونا چند صورتوں میں جائز ہے:

(۱)......اگر مسبوق نے موزہ پر مسح کیا ہو اور اس کو امام کے سلام پھیرنے تک ٹھہرنے اور پھر اپنی بقیہ رکعتیں ادا کرنے میں موزہ کی مدت ختم ہو جانے کا خوف ہو۔

مسئلہ:......مسبوق معذور ہو اور اس کو اپنی فوت شدہ رکعتیں ادا کرنے تک میں وقت کے نکل جانے کا خوف ہو۔

مسئلہ:......فجر کی نماز میں مسبوق کو اپنی بقیہ رکعتیں ادا کرنے میں سورج کے نکل جانے کا

خوف ہو۔

مسئلہ:...... جمعہ کی نماز میں مسبوق کو اپنی بقیہ رکعتیں ادا کرنے میں عصر کا وقت داخل ہو جانے کا خوف ہو۔

مسئلہ:......عیدین کی نماز میں مسبوق کو اپنی بقیہ رکعتیں ادا کرنے میں ظہر کا وقت داخل ہو جانے کا خوف ہو۔

مسئلہ:......مسبوق کو اپنی بقیہ رکعت ادا کرنے میں حدث یعنی وضو کے ٹوٹ جانے کا خوف ہو۔

مسئلہ:......مسبوق کو اندیشہ ہے کہ امام کے سلام پھیرنے تک ایسی بھیڑ ہوگی کہ اپنی بقیہ رکعتیں ادا کرنا مشکل ہوگا۔ (ان صورتوں میں مسبوق امام کے سلام پھیرنے سے پہلے کھڑا ہوکر اپنی بقیہ رکعتیں پوری کرسکتا ہے)۔

مسبوق کا امام کے بقدر تشہد بیٹھنے سے پہلے کھڑا ہونے کا ایک مسئلہ

مسئلہ:......اگر مسبوق امام کے بقدر تشہد بیٹھنے سے پہلے کھڑا ہوگیا تو امام کے بقدر تشہد بیٹھنے سے پہلے جو کچھ وہ اپنی بقیہ نماز میں سے قیام وقراءت وغیرہ ادا کرے گا تو اس کا شمار نہیں ہوگا، اس کے بعد کا البتہ شمار ہوگا، مثلا: امام کے بقدر تشہد بیٹھنے سے پہلے مسبوق قراءت سے فارغ ہوگیا تو یہ قراءت کافی نہیں، اور نماز نہ ہوگی، لیکن اگر امام کے تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد بھی اس قدر قراءت کرلی جس سے نماز ہوجاتی ہو تو اس کی نماز ہوجائے گی۔

نوٹ:...... مذکورہ بالا حکم ایک یا دو رکعت کے مسبوق کا ہے، اور اگر تین رکعت کا مسبوق ہو تو اس کو امام کے تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد صرف قیام مل گیا اگرچہ اس نے کچھ نہ پڑھا ہو تو نماز ہوجائے گی، اس لئے کہ وہ باقی دو رکعتوں میں قراءت کرلے گا، اور قراءت فرض دو

رکعتوں میں ہی ہے خواہ کوئی سی ہوں، (لیکن ترک واجب کی وجہ سے نماز واجب الاعادہ ہوگی)۔

مسبوق امام کے سلام سے پہلے کھڑا ہوکر اپنی بقیہ رکعتیں پوری کرے تو؟

مسئلہ:......اگر مسبوق امام کے بقدر تشہد بیٹھنے کے بعد کھڑا ہوا اور امام کے سلام سے پہلے اپنی بقیہ رکعت سے فارغ ہوا پھر سلام میں امام کی متابعت کی تو بعض نے کہا کہ اس کی نماز فاسد ہوجائے گی، اور بعض نے کہا کہ اس کی نماز صحیح ہوگی، اسی پر فتوی ہے۔ اور اگر مسبوق نے امام کی متابعت نہ کی، اور امام سے پہلے سلام پھیر دیا تو اس کی نماز کا فساد بالکل ظاہر ہے۔ اور اگر قعدہ اور تشہد میں متابعت کرے گا تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی، اس لئے کہ امام سے الگ ہونے کے بعد امام کے فارغ ہونے سے پہلے اس کی متابعت ہوجائے گی، اور یہ مفسد نماز ہے۔

مسبوق کب کھڑا ہو؟

مسئلہ:......مسبوق کو چاہئے کہ امام کے پہلے سلام پھیرتے ہی فورا کھڑا نہ ہوجائے، بلکہ امام دونوں طرف سلام پھیر چکے اور اس کا اطمینان ہوجائے کہ امام پر سجدۂ سہو لازم نہیں تو اب اپنی نماز پوری کرنے کے لئے کھڑا ہو۔

مسبوق تشہد کے بعد کیا کرے؟

مسئلہ:......مسبوق امام کے آخری قعدہ میں تشہد پڑھے، درود و دعائیں نہ پڑھیں۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ امام کے سلام پھیرنے تک کیا کرے؟ مختار یہ ہے کہ ’’ اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ ‘‘ بار بار پڑھتا رہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ تشہد کو

ایسا آہستہ آہستہ پڑھے کہ امام کے سلام کے قریب فارغ ہو، اور جب اپنی نماز پوری کر کے قعدہ کرے تو اس میں تشہد کے بعد درود شریف اور دعا پڑھے، اس لئے کہ یہ اس کا آخری قعدہ ہے۔

مسئلہ:......اگر مسبوق امام کے آخری قعدہ میں تشہد کے بعد درود شریف اور دعاء پڑھ لے تو اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی۔(مستفاد: کتاب النوازل ص ۴۷۴ ج ۴، متعلقات مسبوق)

لیکن اس بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ مسبوق امام کی اتباع میں درود و دعا پڑھ سکتا ہے۔

''فتاوی محمودیہ'' میں ہے:

سوال:......مسبوق جس کو امام کے ساتھ کل یا بعض رکعات شروع میں نہ ملی ہوں، امام کے ساتھ قعدۂ اخیرہ میں تشہد پڑھ کر کیا کرے، خاموش رہے یا کچھ اور حکم ہے؟

جواب:......اس کے بارے میں چار قول ہیں، اور چاروں مختار ہیں:

(۱)......تشہد میں ترسیل اختیار کرے، یعنی تشہد اتنا ٹھہر ٹھہر کر پڑھے کہ امام کے سلام تک فارغ ہو، قاضی خان نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

(۲)......تشہد سے فارغ ہو کر کلمہ شہادت: اشهد ان لا اله الا الله'' کا تکرار کرے، یہ محمد بن شجاع کا قول ہے۔

(۳)......تشہد کے بعد سکوت اختیار کرے، یہ قول ابو بکر رازی کا ہے۔

(۴)...... بعد تشہد درود و دعا میں مشغول ہو جائے مثل مدرک کے، یہ قول صاحب مبسوط کا ہے۔(فتاوی محمودیہ: ۴۳۵/۳۰، ضمیمہ مسائل، ط: مکتبہ محمودیہ)

خلاصہ یہ ہے کہ مسبوق تشہد کے بعد درود و دعا بھی پڑھ سکتا ہے، یہ قول علامہ سرخسی

رحمہ اللہ کا ہے اور فقہاء میں ان کا درجہ بہت عالی ہے، نیز امام کی تابعداری کا تقاضا بھی یہی ہے، پھر درود و دعا مسلمان کے لئے ایک محبوب عمل ہے، اس لئے اس قول پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔ (فتاوی دارالعلوم زکریا ص ۱۷۸/۱۷۷ ج ۹، نماز کے متعلق متفرق مسائل)

مسبوق کا بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیر دینا

مسئلہ:...... مسبوق بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیرے تو اس کی تین صورتیں ہیں:

(۱)...... مسبوق کا سلام امام کے پہلے سلام کے بالکل ساتھ ہو۔

(۲)...... مسبوق کا سلام امام کے سلام سے پہلے ہو، ان دونوں صورتوں میں مسبوق پر سجدۂ سہو لازم نہیں، اس لئے کہ ابھی وہ اقتدا کی حالت میں ہے، اور مقتدی کا سہو امام اٹھا لیتا ہے۔

نوٹ:...... جاننا چاہئے کہ ان دونوں صورتوں کا وقوع بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے، عامۃً مقتدی کا سلام امام کے سلام کے بعد ہی ہوتا ہے، اس لئے سجدۂ سہو لازم آنے کا امکان قوی ہے، اور لوگ اس بات سے غفلت برتتے اور سجدۂ سہو چھوڑ دیتے ہیں، اس لئے احتیاط لازمی ہے۔

(۳)...... مسبوق کا سلام امام کے بعد ہو، اس صورت میں مسبوق کو آخر میں سجدۂ سہو کرنا لازم ہے، اس لئے کہ امام کے فارغ ہونے کے بعد وہ منفرد ہوگیا، اور یہ بھول کر سلام حالت انفراد میں ہوا۔

مسئلہ:...... مسبوق نے امام کے ساتھ بھول کر سلام پھیر دیا، پھر اردو میں دعا مانگ لی تو اس کی نماز فاسد ہوگئی۔ (مستفاد: کتاب النوازل ص ۴۷۹ ج ۴، متعلقات مسبوق)

مسبوق کا عمداً یا جہالۃً امام کے ساتھ سلام پھیر دینا

مسئلہ:......مسبوق نے امام کے ساتھ عمداً سلام پھیرا تو اس کی نماز فاسد ہوگئی۔

مسئلہ:......مسبوق نے امام کے ساتھ اس گمان سے سلام پھیرا کہ اس کو امام کے ساتھ سلام پھیرنا چاہئے، (یعنی مسئلہ معلوم نہیں تھا) تو بھی اس کی نماز فاسد ہوگئی۔

مسئلہ:......مسبوق نے امام کے ساتھ بھول کر سلام پھیرا، پھر اس کو یہ گمان ہوا کہ ایسا کرنے سے اس کی نماز فاسد ہوگئی ہے، اس خیال سے اس نے نئے سرے سے نماز شروع کرنے کی نیت سے تکبیر تحریمہ کہی تو اب پہلی نماز فاسد ہوگئی، یعنی پہلی نماز سے وہ نکل گیا اور نئے سرے سے نماز شروع ہوگئی۔ برخلاف منفرد کے کہ اگر اس کو ایسا شک ہوا اور اس نے تکبیر کہہ کر نئے سرے سے نماز شروع کرنے کی نیت کی تو پہلی نماز سے نہیں نکلے گا۔

مسبوق امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے گا

مسئلہ:......مسبوق سجدۂ سہو میں امام کی متابعت کرے، اگر چہ امام کا سہو مسبوق کے شامل ہونے سے پہلے کا ہی کیوں نہ ہو۔

مسئلہ:......مسبوق بغیر سجدۂ سہو کے اپنی نماز پوری کرنے کے لئے کھڑا ہوگیا تو جب تک اپنی اس رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو واپس لوٹے اور امام کے سجدۂ سہو میں شریک ہوجائے، اور اگر مسبوق واپس نہ لوٹا اور اپنی نماز پوری کر لی تو آخر میں سجدۂ سہو کر لے۔ اور اگر اپنی رکعت کا سجدہ کرنے کے بعد لوٹا تو مسبوق کی نماز فاسد ہوگئی، اس لئے کہ اپنی ایک رکعت پوری کرنے سے حالت انفراد مستحکم ہو چکی ہے وہ اب متروک نہیں ہوسکتی، اور متابعت کرنے سے اس کا ترک لازم آتا ہے۔

امام کے سجدۂ تلاوت نہ کرنے کی صورت میں مسبوق کا حکم

مسئلہ:……امام نے سجدۂ تلاوت نہ کیا اور وہ اس کی قضا کر رہا ہو تو مسبوق کو بھی اگر اس نے اپنی رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو، اس کو چھوڑ کر امام کی اتباع کرے، اور امام کے ساتھ سجدۂ سہو بھی کرے، پھر اپنی بقیہ رکعت ادا کرنے کے لئے کھڑا ہو۔ اور اگر اس حالت میں مسبوق نہ لوٹا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر مسبوق نے اپنی رکعت کا سجدہ کر لیا ہو پھر نہ لوٹے، اگر لوٹے گا اور امام کی اتباع کرے گا تو مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی، اس لئے اپنی ایک رکعت پوری کرنے سے حالت انفراد مستحکم ہو چکی ہے وہ اب متروک نہیں ہو سکتی، اور متابعت کرنے سے اس کا ترک لازم آتا ہے۔

مسئلہ:……اگر امام سجدۂ تلاوت کی طرف نہ لوٹا تو مسبوق کی نماز پوری ہو جائے گی، اور جس قدر اس کے ذمہ بقیہ رکعت کی ادائیگی ہے وہی ادا کرے۔

امام کے سجدۂ نماز نہ کرنے کی صورت میں مسبوق کا حکم

مسئلہ:……اگر امام سے نماز کا کوئی سجدہ فوت ہو گیا اور وہ اس نماز کے سجدہ کی طرف لوٹا تو مسبوق اپنی رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے امام کی متابعت کرے، اگر متابعت نہ کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر مسبوق نے اپنی رکعت کا سجدہ کر لیا تو سب روایتوں کے بموجب اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، خواہ وہ امام کی متابعت کے لئے لوٹے یا نہ لوٹے۔

اصل اور قاعدہ اس میں یہ ہے کہ: اگر مسبوق جدا ہونے کے موقع پر اقتدا کرے یا اقتدا کے موقع پر جدا ہو جائے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اب چونکہ مسبوق اپنی رکعت پوری کر لینے سے منفرد ہو گیا ہے، اس لئے امام کی متابعت کرنے سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر اکیلا پڑھتا ہے تو اس سے نماز کے دو رکن ترک ہو گئے: ایک: سجدہ،

دوسرا: قعدہ جو امام کے سجدہ کی طرف لوٹنے کی وجہ سے قعدۂ اخیرہ نہیں رہا، پس اب مسبوق اس کے تدارک سے عاجز ہے۔

مسبوق سلام، تکبیرات تشریق اور لبیک میں امام کی متابعت نہ کرے

مسئلہ:……مسبوق سلام اور تکبیرات تشریق اور لبیک میں امام کی متابعت نہ کرے۔

مسئلہ:……مسبوق نے سلام اور لبیک میں امام کی متابعت کی تو اس کی نماز فاسد ہو گئی۔

مسئلہ:……اگر تکبیرات تشریق میں متابعت کی اور وہ اپنے آپ کو مسبوق جانتا ہے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

امام کے سہو کے گمان پر مسبوق کی شرکت کا مسئلہ

مسئلہ:……اگر امام کو سہو کا گمان ہوا اور اس نے سہو کا سجدہ کیا، اور مسبوق نے امام کی متابعت کی- جیسا کہ اس کو حکم ہے- پھر معلوم ہوا کہ امام پر سجدۂ سہو نہیں تھا، اس صورت میں دو روایتیں ہیں، مشہور روایت یہ ہے کہ مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی، اس لئے کہ اس نے جدا ہونے کے موقع پر امام کی اقتدا کی، یہی اشبہ ہے۔

اور بعض کے نزدیک اس صورت میں نماز فاسد نہیں ہوگی، اور اس پر فتوی دیا ہے۔ فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ہمارے زمانہ میں جہالت کی کثرت اور غلبہ کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔

اور اگر امام کو سہو کا گمان ہوا پھر معلوم نہ ہوا کہ اس پر سجدۂ سہو نہیں تھا تو مسبوق کی نماز فاسد نہ ہوگی، یہی مختار ہے، اور اسی پر فتوی ہے۔

مسبوق کا دوسرے مسبوق کو دیکھ کر رکعت پوری کرنا

مسئلہ:......اگر دو مسبوقوں نے ایک ساتھ نماز میں شرکت کی، پھر اپنی مسبوقانہ نماز پڑھنے لگے تو ان میں سے ایک کو اپنی چھوٹی ہوئیں رکعتیں یاد نہ رہیں، اس نے دوسرے کو دیکھ کر اپنی نماز پڑھی، مگر اس کی اقتدا کی نیت نہ کی تو اس کی نماز صحیح ہوگئی، اور اگر دوسرے مسبوق کی اقتدا کی نیت کی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

مسئلہ:......مسبوق نے بھول سے سلام پھیر دیا، پھر دوسری مقتدی نے اسے مسبوق ہونا یاد دلایا اور لقمہ دیا تو احتیاط یہ ہے کہ لقمہ کے وقت تحری کر کے اس پر عمل کرے، (لقمہ دینے والے کے لقمہ پر فورا کھڑا نہ ہو جائے)۔

(مستفاد: فتاوی فریدیہ ص۲۷۴ ج۲، باب المدرک والمسبوق واللاحق)

امام پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو تو مسبوق کیا کرے؟

مسئلہ:......اگر امام پانچویں رکعت کے لئے بھول کر کھڑا ہو گیا اور مسبوق نے اس کی متابعت کی تو اگر امام چوتھی رکعت میں بیٹھا تھا تو مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی، اس لئے مسبوق اب حالت انفراد میں ہے، اور مسبوق کا کسی دوسرے کی اقتدا مفسد نماز ہے۔ اور اگر امام چوتھی رکعت میں نہیں بیٹھا تھا تو جب تک امام پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کرے تب تک اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی، اور جب امام نے پانچویں رکعت کا سجدہ کرلیا تو سب کی فرض نماز جاتی رہے گی اور نفل ہو جائے گی، پس اگر امام نے چھٹی رکعت ملالی تو مسبوق بھی اس کی متابعت کرے، پھر جو رکعتیں رہ گئی ہیں ان کو ادا کرے، اور یہ اس کے لئے بھی نفل ہو جائیں گی جیسا کہ امام کے حق میں ہوئی ہیں، اور اگر وہ ان کو فاسد کر دے گا تو اس پر ان کی قضا لازم نہیں ہوگی، اس لئے کہ اس نے یہ قصدا شروع نہیں کئے۔

مسبوق چار مسئلوں میں منفرد کے حکم میں نہیں ہے

مسئلہ:......مسبوق چار مسئلوں میں منفرد کے حکم میں نہیں ہے، بلکہ مقتدی کے حکم میں ہے:

(۱)...... پہلا یہ کہ: نہ اس کی اقتدا کسی کو جائز ہے اور نہ اس کو کسی کی اقتدا جائز ہے۔ اگر مسبوق نے مسبوق کی اقتدا کی تو مسبوق امام کی نماز درست ہے، اور مسبوق مقتدی کی نماز فاسد ہے خواہ وہ قراءت کرے یا نہ کرے۔

(۲)......دوسرا: اگر مسبوق نے نئے سرے سے نماز شروع کرنے کی نیت سے تکبیر کہی تو اس کی نماز نئے سرے سے شروع ہو جائے گی اور پہلی ٹوٹ جائے گی، بخلاف منفرد کے کہ اگر وہ اس صورت میں دل سے نیت کر کے زبان سے تکبیر کہے تو اس کی پہلی نماز نہیں ٹوٹے گی اور نئی شروع نہیں ہوگی۔

(۳)......تیسرا: مسبوق سجدۂ سہو میں امام کی متابعت کرے۔

(۴)......چوتھا: مسبوق پر بالاتفاق تکبیرات تشریق کہنا واجب ہے، اور منفرد پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک واجب نہیں ہے۔ (مستفاد از: عمدۃ الفقہ ص۲۲۱ تا ص۲۲۶ ج۲)

نوٹ:......''عمدۃ الفقہ'' کے ان مسائل کے بعد ہمارے اکابر کے فتاوی میں سے چند مسائل یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

مسبوق تکبیر تحریمہ کہتا ہوا سجدہ میں جائے تو؟

مسئلہ:......امام سجدہ میں ہو، اور مسبوق تکبیر تحریمہ کہتا ہوا سجدہ (یا رکوع) میں چلا جائے اور قیام میں تکبیر تحریمہ نہ کہے تو اس کی نماز شروع ہی نہیں ہوئی، اس لئے کہ حالت قیام میں تکبیر کہنا فرض ہے، اس فرض کے ترک کی وجہ سے مسبوق کی نماز درست نہ ہوگی۔

(مستفاد: فتاوی قاسمیہ ص ۱۲۷ ج ۷)

مسئلہ:......مسبوق نے قیام کی حالت میں تکبیر تحریمہ کہی، مگر جلدی میں کانوں تک ہاتھ نہ اٹھائے، اور نہ ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھا، تو نماز درست ہوگئی، اس لئے کہ ہاتھوں کو تحریمہ میں کانوں تک اٹھانا اور ناف کے نیچے باندھنا سنت ہے، اور ترک سنت سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (مستفاد: فتاوی قاسمیہ ص ۱۳۸ ج ۷)

مسبوق کے تکبیر تحریمہ کہتے ہی امام نے سلام پھیر دیا تو؟

مسئلہ:......مسبوق نے تکبیر تحریمہ کہی اور امام نے سلام پھیر دیا تو مسبوق اسی تحریمہ سے نماز پوری کرے، اور قعدہ کی ضرورت نہیں۔

(مستفاد: کفایت المفتی جدید ص ۴۳۴ ج ۴، باب المسبوق واللاحق، مطبوعہ: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

امام کے سجدۂ سہو کے بعد مسبوق کی شرکت

مسئلہ:......مسبوق کا امام کے سجدۂ سہو کے بعد قعدہ میں شریک ہونا درست ہے۔

مسئلہ:......جو مسبوق امام کے سجدۂ سہو کے بعد نماز میں شریک ہوا تو اس کے ذمہ دوبارہ

مستقلا سجدۂ سہو واجب نہیں۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ جدید ص۵۴۴ ج٦، باب المسبوق و اللاحق، مطبوعہ: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

امام کے سلام پھیرتے وقت مسبوق نے تحریمہ کہی تو اقتدا کا حکم

مسئلہ:......مسبوق مقتدی نے امام کے سلام سے پہلے تحریمہ کہی تو اقتدا صحیح ہوگی، اور اگر امام نے ایک جانب سلام پھیر دیا اس کے بعد تحریمہ کہی تو اقتدا صحیح نہیں ہوئی، اب یہ شخص نئی تحریمہ کے ساتھ علیحدہ نماز پڑھے۔ (فتاوی دار العلوم زکریا ص۳٦۸ ج۲)

مسئلہ:......امام نے لفظ السلام کہا اور علیکم نہیں کہا، اور کسی نے اقتدا کی تو یہ اقتدا معتبر نہیں، دو بارہ تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرے۔ (فتاوی رحیمیہ ص۲۰۵ ج ا۔ص۱۳۵ ج۵)

مسبوق قعدۂ اولی میں شریک ہو تو تشہد پڑھے

مسئلہ:......مسبوق امام کے ساتھ قعدۂ اولی میں شریک ہوا اور امام کھڑا ہو جائے تو مسبوق اپنا تشہد پورا کر کے کھڑا ہو۔

مسبوق نے قعدۂ اولی میں شریک ہو کر تشہد نہ پڑھا تو؟

مسئلہ:......اگر مسبوق تشہد ادھورا پڑھ کر اٹھ جائے یا بغیر پڑھے اٹھ جائے تو علامہ حلبی رحمہ اللہ کی رائے میں نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا ہوگی۔ علامہ شامی رحمہ اللہ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ لیکن علامہ طحطاوی رحمہ اللہ بغیر کسی قسم کی کراہت کے نماز کو صحیح کہتے ہیں، صاحب درمختار رحمہ اللہ کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ نیز فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے۔ (امداد الفتاوی جدید مطول حاشیہ ص۳۹۲ ج۲)

مسبوق امام کے سلام کے بعد تکبیر کہتا ہوا کھڑا ہو

مسئلہ:......مسبوق کو امام کے سلام کے بعد اپنی فوت شدہ رکعت کی ادائیگی کے لئے تکبیر کہتا ہوا کھڑا ہونا چاہئے۔

(مستفاد: آپ کے مسائل اوران کا حل جدید ص ۵۲۶ ج ۳، مسبوق ولاحق کے مسائل)

جہری نماز میں مسبوق ثناء کب پڑھے؟

مسئلہ:......جہری نماز میں امام کے ساتھ شامل ہو کر تحریمہ کے بعد مسبوق ثناء نہیں پڑھے گا، بلکہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب اپنی فوت شدہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوگا تو اس وقت ثناء پڑھے گا۔

مسئلہ:......امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مسبوق کا امام کے ساتھ ملتے ہی تعوذ یعنی اعوذ باللہ پڑھنا مستحب ہے، اور بعد میں اپنی فوت شدہ رکعت کی ادائیگی کے وقت بھی قراءت سے پہلے بھی تعوذ پڑھے گا۔

’’وعند أبی یوسف یتعوذ عند الدخول وعند القراء ۃ ، وھذا استحباب‘‘۔

(خلاصۃ الفتاوی ص ۱۶۵ ج ۱، مسائل المسبوق)

(مستفاد: فتاوی فریدیہ ص ۴۷۸ ج ۲، باب المدرک والمسبوق واللاحق)

مسبوق چھوٹی ہوئی نماز میں جو سورت چاہے پڑھ سکتا ہے

مسئلہ:......مسبوق چھوٹی ہوئی رکعت میں جو سورت چاہے پڑھ سکتا ہے، امام کی پڑھی ہوئی سورۃ سے نیچے کی سورت پڑھنا ضروری نہیں، اوپر کی بھی پڑھ سکتا ہے۔

(مستفاد: فتاوی قاسمیہ ص ۱۳۸ ج ۷۔ فتاوی دارالعلوم زکریا ص ۳۷۷ ج ۲)

مسبوق کا فوت شدہ رکعات میں جہر کرنا

مسئلہ:......مسبوق اپنی جہری نماز کی فوت شدہ رکعت میں جہری قراءت کرسکتا ہے، بشرطیکہ دوسرے مسبوقین کی نماز میں خلل نہ ہو۔(مستفاد از: فتاوی دارالعلوم زکریا ص ۳۷۵ ج ۲)

مسبوق کے لئے تکبیر تشریق جہراً پڑھنا ضروری نہیں

مسئلہ:......حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مسبوق کے لئے تکبیر تشریق جہراً پڑھنا ضروری نہیں، اور آہستہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔(کتاب النوازل ص ۵۹۷ ج ۱۴)

مسبوق کی بقیہ نماز میں سجدۂ سہو کا حکم

مسئلہ:......مسبوق سے اپنی بقیہ رکعتیں ادا کرتے وقت کوئی سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ جدید ص ۵۶۶ ج ۶، باب المسبوق و اللاحق، مطبوعہ: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

امام کے نماز کے اعادہ سے مسبوق پر بھی اعادہ لازم ہے

مسئلہ:......امام سجدۂ سہو کرنا بھول جائے اور نماز کا اعادہ کرے، تو اس نماز کے مسبوق پر بھی نماز کا اعادہ لازم ہے۔(مستفاد: فتاوی قاسمیہ ص ۱۷۴ ج ۷)

ترک واجب کے سبب اعادۂ نماز میں مسبوق کیا کرے؟

مسئلہ:......ترک واجب کی وجہ سے امام صاحب نے نماز کا اعادہ کیا تو مسبوق کے لئے ضروری ہے کہ وہ امام کے ساتھ سلام نہ پھیرتے ہوئے اپنی نماز مکمل کرے، لیکن چونکہ امام کی نماز کی طرح اس کی نماز بھی ناقص ہوئی ہے، اس لئے اس کی تلافی کے لئے وہ اعادہ والی نماز میں بھی امام کے ساتھ شریک ہو، اب اگر کسی مسبوق نے پہلے والی نماز مکمل کرنے کے

بجائے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا، تو اب اس کے لئے ضروری ہوگا کہ اعادہ والی نماز میں امام کے ساتھ شریک ہونے کے بجائے الگ سے اپنی نماز پڑھ لے۔

(مستفاد: محمود الفتاوی ص۴۴ ج۳، باب صلوة القضاء والمسبوق)

امام کا نماز کے بعد مسبوق کی طرف منہ ہوتا ہو تو کیا کرے؟

مسئلہ:......امام کا نماز کے بعد دائیں، بائیں یا مقتدیوں کے طرف منہ کر کے بیٹھنا جائز ہے، لیکن سامنے منہ کرنے سے مسبوق کی طرف منہ ہوتا ہو تو دائیں یا بائیں طرف منہ کر لے۔

(فتاوی بسم اللہ ص۳۴۴ ج۵، دعا کا بیان)

مقیم مسبوق مسافر کے پیچھے کس طرح نماز پوری کرے؟

مسئلہ:......مسبوق مقتدی مسافر امام کے پیچھے آخری تشہد میں شریک ہوا تو نماز کیسے پوری کرے؟ اس مسئلہ میں ہمارے اکابر کا اختلاف رہا ہے، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ: یہ مسافر امام کی فراغت کے بعد لاحق مسبوق ہے، پس پہلی دو رکعتیں بلا قراءت ادا کرے گا، اس لئے کہ یہ لاحق ہے، اور تیسری اور چوتھی رکعت قراءت کے ساتھ ادا کرے گا، یہی جواب مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مفتی اعظم دیوبند نے تحریر فرمایا ہے، اس پر حضرت شیخ الہند، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہم اللہ کے دستخط ہیں۔

اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ یہ شخص صرف مسبوق ہے، لاحق نہیں، لہذا امام کے فارغ ہونے کے بعد پہلی رکعت میں ثناء اور تعوذ اور فاتحہ اور سورت پڑھے، اور اگر مسبوق تمام رکعات کا ہے تو دو رکعت سورت کے ساتھ پڑھے، اور دو رکعت باقی ماندہ میں صرف فاتحہ پڑھے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب

سہارنپوری رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں مفصل فتوی تحریر فرمایا ہے جس کی تفصیلات اور دلائل ''فتاوی خلیلیہ'' ص ۹۹ تا ۱۳۳/ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ محقق علماء نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ کے فتوے کو اختیار فرمایا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مسافر امام کے پیچھے تشہد میں شریک ہونے والا مقیم مقتدی صرف مسبوق کے حکم میں ہے، لہذا یہ مقتدی اقتداء سے علیحدہ ہوکر منفرد ہوجائے گا، اب اس کو چاہئے کہ پہلی دو رکعات سورۂ فاتحہ اور سورت کے ساتھ ادا کرے، اور آخری دو رکعت میں صرف فاتحہ پڑھے، اور دو رکعات پر قعدہ بھی کرے۔

(احسن الفتاوی ص ۳۸۶/۳۹۷ ج ۳، باب المسبوق۔ فتاوی دارالعلوم زکریا ص ۳۷۷ ج ۲، مسبوق اور لاحق کے احکام)

مسبوق پر دعائے قنوت کس رکعت میں واجب ہے؟

مسئلہ:...... مسبوق کو چاہئے کہ امام کے ساتھ قنوت پڑھے پھر بعد میں نہ پڑھے، کیونکہ اس کی آخری نماز وہی ہے اور جب اپنے مقام پر پڑھ چکا تو اس کا تکرار مشروع نہیں۔ اور اگر تیسری رکعت کے رکوع میں شامل ہوا اور امام کے ساتھ قنوت نہیں پڑھی تو اپنی بقیہ نماز میں قنوت نہ پڑھے، کیونکہ اس کو تیسری رکعت مل گئی اور امام کا قنوت قراءت کی طرح مقتدی کے لئے کافی ہوگیا، اس لئے اب باقی دو رکعتوں میں اگر پڑھے گا تو بے جگہ پڑھنے والا اور دوبارہ پڑھنے والا ٹھہرے گا۔ (مستفاد: فتاوی قاسمیہ ص ۳۷۱ ج ۷۔ عمدۃ الفقہ ص ۲۹۴ ج ۲)

نماز عید میں مسبوق کے مسائل

مسئلہ...... جس کی عید کی نماز میں پہلی رکعت چھوٹ گئی ہو وہ امام کے سلام پھیر دینے کے بعد جب کھڑا ہو تو پہلے ثناء، تعوذ، تسمیہ، فاتحہ اور سورت پڑھے، پھر زائد تکبیرات کہے، اس

کے بعد رکوع سجدہ کر کے بقیہ نماز پوری کرے۔

اگر چہ قاعدہ کے اعتبار سے اسے قراءت سے پہلے تکبیرات کہنا چاہئے تھا، کیونکہ یہ اس کی پہلی رکعت ہے، لیکن چونکہ اس طریقہ سے دونوں رکعتوں میں تکبیریں پے در پے ہوجاتی ہیں یعنی جو رکعت امام کے ساتھ پڑھی ہے اس میں اس نے امام کے ساتھ قراءت کے بعد تکبیریں کہی تھیں، اب اگر یہ اپنی رکعت میں قراءت سے پہلے تکبیرات کہے گا تو اس کے لئے دونوں موقعوں کی تکبیروں میں کوئی قراءت فاصل نہ ہوگی، اور یہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا مذہب نہیں ہے، اس لئے اس کے خلاف حکم دیا گیا۔

(فتاوی محمودیہ ڈابھیل ص ۳۷۸ ج ۸۔ احسن الفتاوی ص ۱۴۳ ج ۴۔ عمدۃ الفقہ ص ۴۶۵ ج ۲)

مسئلہ...... اگر عید کی نماز میں اس وقت شریک ہوا جبکہ امام تشہد پڑھ چکا ہے اور ابھی سلام نہیں پھیرا، یا سجدۂ سہو کے لئے سلام پھیر چکا ہے لیکن ابھی سجدۂ سہو نہیں کیا، یا سجدۂ سہو کر چکا ہے، لیکن اس کے بعد تشہد میں ہے اور ابھی ختم نماز کا سلام نہیں پھیرا تو وہ امام کے فارغ ہونے کے بعد مسبوقانہ عید کی نماز پوری کرے اور تکبیرات اپنے مقام پر کہے، یعنی اس کی عید کی نماز میں شمولیت صحیح ہوگئی، یہی صحیح ہے۔ (عمدۃ الفقہ ص ۴۶۵ ج ۲)

نماز جنازہ میں مسبوق کے مسائل

مسئلہ...... اگر کوئی شخص نماز جنازہ میں اس وقت آیا کہ امام پہلی تکبیر کہہ چکا ہے، اور پہلی تکبیر کے وقت یہ حاضر نہیں تھا تو یہ اس کے ساتھ شامل نہ ہو بلکہ ٹھہرا رہے اور انتظار کرے، اور جب امام دوسری تکبیر کہے تو اس کے ساتھ تکبیر کہہ کر نماز میں شامل ہوجائے، اور جب امام سلام سے فارغ ہوجائے تو وہ مسبوق جنازہ کے اٹھنے سے پہلے وہ تکبیر کہہ لے جو اس سے فوت ہوگئی ہے، جیسے اور نمازوں میں مسبوق اپنی بقیہ رکعتوں کو امام کے سلام پھیرنے کے

بعد پڑھتا ہے۔ اگر اس شخص نے امام کے تکبیر کہنے تک انتظار نہ کیا بلکہ فوراً شامل ہو گیا تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی، لیکن امام کے تکبیر کہنے سے پہلے جو کچھ ادا کیا اس کا اعتبار نہیں، بلکہ اب اس تکبیر سے شمار کرے اور اس سے پہلے کی فوت شدہ کو بعد فراغت امام ادا کرے۔ اور اسی طرح اگر دو یا تین تکبیریں امام کہہ چکا ہے تب یہ آیا تب بھی یہی حکم ہے کہ فوراً شامل نہ ہو بلکہ اب جس وقت امام تکبیر کہے تو یہ شامل ہو جائے، اور یہ تکبیر اس آدمی کے حق میں تکبیر تحریمہ ہوگی اور فوت شدہ تکبیروں کو بعد فراغت امام ادا کرے، اسی پر فتوی ہے۔

مسئلہ...... اگر کوئی شخص ایسے وقت آیا کہ امام چاروں تکبیریں کہہ چکا ہے اور ابھی سلام نہیں پھیرا ہے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ امام کے ساتھ داخل نہ ہو، اور امام محمد رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور بعض کے نزدیک یہ صحیح ہے۔ اور اصح یہ ہے کہ داخل ہو جائے، اور اسی پر فتوی ہے، پھر جنازہ اٹھنے سے پہلے برابر تین مرتبہ اللہ اکبر کہہ لے کیونکہ وہ اس چوتھی تکبیر میں شروع سے شامل ہونے والے کے مانند ہے، اور اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

مسئلہ...... اگر کوئی شخص امام کی پہلی تکبیر کے وقت وہیں موجود تھا مگر تکبیر تحریمہ کے وقت امام کے ساتھ اللہ اکبر نہ کہا خواہ غفلت وغیرہ کی وجہ سے دیر ہوئی یا ابھی نیت ہی کرتا رہ گیا تو یہ شخص امام کے دوسری تکبیر کہنے تک انتظار نہ کرے، بلکہ فوراً ہی یعنی دوسری تکبیر کہنے سے پہلے ہی تکبیر کہہ کر شامل ہو جائے، اور یہ تکبیر شمار کی جائے گی، اور وہ مدرک کے حکم میں ہے کیونکہ وہ نماز کے لئے مستعد تھا، لیکن غفلت یا نیت وغیرہ ہی میں مشغول رہا کہ امام نے دوسری تکبیر کہہ لی یا تیسری یا چوتھی تکبیر تک بھی وہ امام کے ساتھ شامل نہیں ہو سکا تو وہ جس

وقت بھی ہو سکے فورا امام کے ساتھ شامل ہو جائے ، امام کے اگلی تکبیر کہنے کا انتظار نہ کرے ، اور وہ اس کی تکبیر شمار کی جائے گی ، اور اس سے پہلے کی تکبیر فوت شدہ شمار ہو کر ان کو امام کے فارغ ہونے کے بعد ادا کرے گا ، مثلاً کوئی شخص امام کی تکبیر تحریمہ کے وقت موجود تھا ، لیکن کسی وجہ سے شامل ہونے میں دیر ہوگئی یہاں تک کہ امام نے دوسری تکبیر کہہ لی اور یہ شخص امام کے تیسری تکبیر کہنے سے پہلے پہلے کسی وقت امام کے ساتھ شامل ہو گیا تو دوسری تکبیر شمار کی جائے گی اور پہلی تکبیر میں مسبوق ہوگا اور اس ایک تکبیر کو امام کے سلام کے بعد کہے گا اسی طرح اگر چوتھی تکبیر تک بھی وہ شامل نہ ہوا اور بالاتفاق امام کے سلام پھیرنے سے پہلے شامل ہو جائے اور امام کے سلام کے بعد تین تکبیریں کہہ لے ، کیونکہ ان میں وہ مسبوق ہے

خلاصہ یہ ہے کہ بعد میں آنے والے کو مسبوق کہتے ہیں ، اور جو شروع سے موجود ہے وہ حاضر ہے ، اور وہ حاضر شخص مسبوق کی طرح امام کی تکبیر کا انتظار نہ کرے ، بلکہ امام کی تکبیر تحریمہ کے بعد جب ہو سکے فورا شامل ہو جائے ، پس اگر امام کی دوسری تکبیر کہنے سے پہلے شامل ہو گیا تو وہ مدرک یعنی کل نماز امام کے ساتھ پانے والا ہے ، اور اگر اس کے بعد کسی تکبیر میں شامل ہوا تو اس تکبیر کا پانے والا ہے اور اس سے قبل کی تکبیروں میں وہ مسبوق ہے ۔ مسبوق یعنی بعد میں آنے والے شخص کا حکم اس سے کچھ مختلف ہے ، یعنی وہ فورا شامل نہیں ہوگا بلکہ امام کی تکبیر کہنے تک انتظار کرے گا اور اس کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہہ کر شامل ہوگا ، اگر درمیان میں شامل ہوگا تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ وہ مسبوق ہے ، اور مسبوقانہ نماز امام کے پیچھے شروع نہیں ہو سکتی ، اگر چہ نماز فاسد نہیں ہوگی ۔

فائدہ:...... امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مسبوق کا حکم بھی حاضر کی طرح ہے ، یعنی جس وقت آئے فورا شامل ہو جائے ، اور امام کی اگلی تکبیر کہنے تک انتظار نہ کرے ۔ لیکن جس

شخص کی بعض تکبیرات فوت ہوئی ہوں اس کے حق میں امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول پر فتوی ہے یعنی وہ اگلی تکبیر کا انتظار کرے، اگر فوراً شامل ہوگا تو وہ تکبیر شمار میں نہیں آئے گی، اور جس کی چاروں تکبیریں فوت ہوجائیں لیکن امام نے ابھی سلام نہ پھیرا ہو تو اس کے لئے فتوی امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر ہے کہ شامل ہوجائے اور وہ چوتھی تکبیر کے شروع میں شامل ہونے والے کی طرح ہے، یعنی یہ تکبیر شمار کی جائے گی اور امام کے سلام کے بعد تین تکبیر مسبوقانہ ادا کرے گا۔

مسئلہ......مسبوق کو اپنی بقیہ تکبیریں کہنے میں اگر یہ خوف ہے کہ دعائیں پڑھنے میں اتنا وقت لگے گا لوگ جنازہ کو کندھے پر اٹھالیں گے تو صرف تکبریں کہہ لے اور دعائیں چھوڑ دے اور جب تک جنازہ کندھوں پر نہ رکھا جائے اس وقت تک تکبیریں نہ چھوڑے بلکہ پوری کرلے اس کے بعد بھی اگر کوئی تکبیر رہ جائے تو چھوڑ دے، یہی ظاہر الروایت ہے، اور ایک روایت یہ ہے کہ جب تک جنازہ ہاتھوں پر زمین سے قریب ہے تب تک کہے جب دور ہوجائے اگرچہ کندھوں پر نہیں رکھا گیا تو منقطع کردے۔

مسئلہ......مسبوق اگر اپنے امام سے سن کر معلوم کرلے تو امام کے ساتھ اس کی دعا میں موافقت کرے، یعنی اگر امام سے سن کر یہ معلوم ہو سکے کہ وہ کون سی تکبیر میں ہے تو اس کا مسنون ذکر پڑھے، اور اگر کسی طرح یہ نہ معلوم ہو سکے کہ امام کی یہ کون سی تکبیر ہے دوسری ہے یا تیسری وغیرہ تو وہ بالترتیب اذکار ادا کرے یعنی پہلے ثنا پھر درود پھر دعا۔

(عمدۃ الفقہ ص ۵۲۱ ج ۲)

مسبوق کو نائب بنانا

سوال:......دو مسافر نماز ظہر با جماعت ادا کر رہے تھے، بعد ایک رکعت کے ایک مقیم آملے،

اب امام صاحب آگے بڑھے، بعدہ امام کا وضو فاسد ہوا، اب امام صاحب نے داہنی طرف یعنی مقیم نمازی کو اپنا قائم مقام بنایا:

(۱)......اب مسافر نمازی اپنی نماز کس طرح مکمل کرے؟

(۲)......اب پرانے امام تیسری رکعت میں باوضو آملے، اب یہ صاحب اپنی نماز کس طرح مکمل کرے؟

(۳)......مقیم امام کے پیچھے ایک مسافر چوتھی رکعت میں آکر ملے، بعد سلام کے یہ مسافر اپنی بقیہ نماز کو کس طرح مکمل ادا کرے؟

جواب:......امام صاحب کو درمیان نماز حدث پیش آنے کی صورت میں اگر استخلاف (کسی کو جانشین و نائب بنانے) کی ضرورت پیش آئے تو اس کو چاہئے کہ ایسے آدمی کو نائب بنائے جو اس امام کی نماز پوری کرانے کی قدرت رکھتا ہو، اور وہ مدرک (یعنی ایسا مقتدی جو شروع سے امام کے ساتھ شریک ہو) ہے، مسبوق (یعنی جو ایک رکعت کے بعد امام کے ساتھ نماز میں شریک ہوا ہو اس) کو نائب نہ بنائے، اور مسبوق کو بھی چاہئے کہ وہ امام کا نائب نہ بنے، لیکن اس کے باوجود اگر امام نے مسبوق کو نائب بنا دیا اور مسبوق نائب بن گیا تو جائز ہوگا یعنی نماز فاسد نہیں ہوگی، اب مسبوق کو چاہئے کہ امام کی بقیہ نماز پوری کرکے جب سلام کا وقت آئے تو وہ خود پیچھے آکر ایسے آدمی (یعنی مدرک) کو آگے کردے جو سلام پھیر کر امام والی نماز کو ختم کرائے۔

اس لئے صورت مسئولہ میں اولاً تو مقیم نمازی کو چاہئے تھا کہ وہ امام کا نائب نہ بنتا، اس لئے کہ وہ امام والی نماز کو پوری کرانے کی قدرت دو وجہ سے نہیں رکھتا تھا، ایک تو: مسبوق ہونے کی وجہ سے، دوسری: مقیم ہونے کی وجہ سے، لیکن جب وہ آگے بڑھ ہی گیا تو اب اس

کو چاہیئے تھا کہ دوسری رکعت پوری کرا کر جب سلام کا وقت آیا تو پہلے سے امام کے ساتھ موجود مسافر مقتدی (جو مدرک ہے اس) کو آگے کر دیتا، تا کہ وہ سلام پھیر کر امام والی نماز کو ختم تک پہنچاتا، یوں خود اس کی نماز مکمل ہوتی اور وہ مقیم مسبوق جس کو امام نے اپنا نائب بنایا اور جو امام کی نماز سلام تک پہنچا کر خود پیچھے آ گیا اپنی بقیہ نماز پوری کر لے، اس جواب سے دوسرا اور تیسرا سوال جو آپ نے قائم فرمایا ہے وہ خود ہی ختم ہو جاتا ہے۔.....

یہ یاد رہے کہ پرانا امام جب تیسری رکعت میں آ کر ملا تو اس کی نماز باطل ہوگئی، اور کسی مسافر کا چوتھی رکعت میں آ کر اس مقیم کی اقتدا کرنا بھی درست نہیں ہوا، اس لئے مسافر کی نماز بھی باطل ہوگی۔ (محمود الفتاوی ص۴۹۳ ج۲، باب الجماعة)

امام کا سترہ کافی ہے

مسئلہ:......امام کا سترہ سب مقتدیوں کے لئے کافی ہے، ہر نمازی کے لئے الگ الگ سترہ کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ:...... پس جب امام کے سامنے سترہ ہو تو کوئی مقتدیوں کی صف کے سامنے سے گذرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔

”و سترة الامام سترة للقوم ، لانه عليه السلام صلى ببطحاء مكة الى عنزة ولم يكن للقوم سترة“ (ہدایہ ص۱۳۹ ج۱، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها)

”و سترة الامام سترة لمن خلفه ، لان النبى صلى الله عليه وسلم صلى بالأبطح الى عنزة ركزت له ولم يكن للقوم سترة“ (امداد الفتاح ص۴۰۰، فصل فى اتخاذ السترة)

مسبوق کے آگے سے گذرنا جائز ہے

مسئلہ......اور یہی حکم مسبوق کے لئے ہے، کیونکہ اعتبار نماز کے شروع کرنے کے وقت کا

ہے،اوراس وقت امام کا سترہ اس کے لئے کافی تھا،پس اب بھی وہی کافی رہے گا۔(یعنی مسبوق کے سامنے سے گذرنا جائز ہے)۔

''عمدۃ الفقہ'' میں ہے:امام کا سترہ مقتدیوں کے لئے کافی ہے،پس جب امام کے آگے سترہ ہوتو اگر کوئی مقتدیوں کی صف کے سامنے سے گذرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں ہے،اور یہی حکم مسبوق کے لئے بھی ہے،کیونکہ اعتبار نماز شروع کرنے کے وقت کا ہے،اوراس وقت امام کا سترہ اس کے لئے کافی تھا پس اب بھی وہی کافی رہے گا۔

(عمدۃ الفقہ ص۲۷۶ ج۲،نمازی کے آگے سے گزرنے اورسترہ کے مسائل۔فتاوی دارالعلوم زکریا ص ۴۲۱ ج۲،سترہ کے احکام)

''وکفت سترة الامام للکل ای للمقتدین به کلهم ' و علیه فلو مرّ مار فی قبلة الصف فی المسجد الصغیر لم یکره اذا کان للامام سترة ' وظاهر التعمیم شمول المسبوق ' وبه صرح القهستانی ، وظاهره الاکتفاء بها ولو بعد فراغ امامه ' والا فما فائدته ؟ .....لان العبرة لوقت الشروع وهو وقته کان مستترا بسترة امامه تأمل''۔

(شامی ص۴۰۴ ج۲، قبیل مطلب : مکروهات الصلوة ، باب ما یفسد الصلوة وما یکره فیها)

مسبوق کو تکلیف نہ ہو اس لئے نماز کے بعد جہری دعا سے منع فرمایا

ارباب افتاء اور علماء نے فرض نماز کے بعد جہری دعا کی بھی ممانعت فرمائی ہے،اوراس کی وجہ یہی لکھی ہے کہ:جہری دعا سے مسبوق کو تکلیف ہوگی۔

چند حوالجات نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں:

(۱)......حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

سب سے بڑا مفسدہ یہ ہے کہ امام بآواز بلند دعائیہ کلمات پڑھتا ہے،اور عام طور پر

بہت سے لوگ مسبوق ہوتے ہیں جو باقی ماندہ نماز کی ادائیگی میں مشغول ہیں، ان کی نماز میں خلل آتا ہے۔ (احکام دعاء ص ۱۱۔ جواہر الفقہ ص ۲۰۲ ج ۲۔ فتاوی رحیمیہ ص ۳۳۲ ج ۴)

(۲)......فرض نماز کے بعد جہری دعا کے نقصانات شمار کراتے ہوئے حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''مسبوقین کی نمازوں میں خلل پیدا ہوتا ہے''۔ (احسن الفتاوی ص ۳۴۷ ج ۱)

(۳)......دوسری جگہ فرض اور سنتوں کے درمیان حدیث سنانے کے سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''علاوہ ازیں فرائض کے بعد متصل کتاب سنانے میں یہ قباحت بھی ہے کہ مسبوقین کی نمازوں میں خلل واقع ہوگا''۔ (احسن الفتاوی ص ۴۹۸ ج ۳)

(۴)......البتہ اجتماعی جہری دعا سے اجتناب کرنا چاہئے تاکہ مسبوقین کو خلل نہ ہو۔

(فتاوی دار العلوم زکریا ص ۱۹۱ ج ۲)

(۵)......لیکن اگر دوسرے نمازیوں اور مسبوقین کی نماز میں خلل کا اندیشہ ہے تو جہری دعا مانگنا مکروہ ہوگا۔ (فتاوی قاسمیہ ص ۵۷ ج ۸)

(۶)......فاتحہ، آیت: ''ان اللہ، الخ'' پڑھ کر بلند آواز سے درود شریف پڑھا جاتا ہے، حالانکہ بعض لوگ مثلاً مسبوق یا منفرد نماز میں مشغول ہوتے ہیں، اس بلند آواز سے ان کو تشویش ہوتی ہے، ایسے جہر کی ممانعت شامی وغیرہ کتب فقہ میں صراحۃً مذکور ہے۔

(فتاوی محمودیہ ص ۵۵ ج ۱۲، مطبوعہ: مکتبہ محمودیہ، میرٹھ)

علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس بات پر سلف وخلف کا اجماع نقل کیا ہے کہ: مسجد میں اجتماعی ذکر جائز ومستحب ہے، جبکہ کسی (معتکف ومسافر وغیرہ) سونے والے اور مصلی اور قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے کو تشویش وتکلیف نہ ہو۔

(۱)......وفی حاشية الحموی عن الامام الشعرانی رحمه الله : أجمع العلماء سلفًا وخلفًا علی استحباب ذكر الجماعة فی المسجد وغيرها ' الا ان يشوش جهرهم علی نائم أو مصلّ أو قارئ۔

(شامی ص۴۳۴ ج۲، مطلب فی رفع الصوت بالذكر ، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها ، ط : مكتبة دار البار ، مكة المكرمة)

مسبوق کو تکلیف ہوتو دینی کتاب نہ سنائی جائے

سوال...... بعد نماز صبح دعا سے قبل یا بعد مصلی پر بیٹھ کر روزانہ کوئی دینی کتاب نمازیوں کو سنانا جب کہ تلاوت کرنے والوں اور وظیفہ والوں اور مسبوق ولاحق کو پریشانی ہو، شرعا کیسا ہے؟

جواب:......مسلمانوں میں عامۃً دین سے بے رغبتی اور بے عملی ہے، اس کے دور کرنے کے لئے دینی معتبر کتاب کا سنانا بہت مفید ہے، اعلی درجہ تو یہ ہے کہ سب لوگ جماعت سے نماز پڑھیں (یعنی تکبیر تحریمہ کے ساتھ) اگر کوئی شخص مسبوق یا لاحق ہوجاوے تو وہ اپنی نماز پوری کرے اس کے بعد کتاب سنائی جائے۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ جدید ص۵۷۳ ج۶، باب المسبوق واللاحق، مطبوعہ: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

مسبوق دوڑ کر نماز میں شامل نہ ہو

مسبوق (اور وہ مقتدی بھی جس کی تکبیر تحریمہ فوت ہوگئی ہو) جب نماز میں امام کے ساتھ ملے تو اسے رکعت پانے کے لئے ڈورنا نہیں چاہئے، بلکہ وقار اور سکون کے ساتھ امام کے ساتھ ملنا چاہئے، جو رکعت رہ جائے بعد میں ادا کرلے۔

(۱)......قال محمد : ويؤمر من أدرك القوم ركوعا ان ياتی و عليه السكينة والوقار ' ولا يعجل فی الصلوة حتی يصل الی الصف ' فما ادرك مع الامام صلی

بالسکینة والوقار وما فاته قضی۔

(بدائع الصنائع ص ۸۷ ج ۲، فصل فیما یستحب ویکرہ فیھا ، کتاب الصلوۃ ، ط : بیروت)

(۱)......عن ابی ھریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال : اذا سَمِعتم الاقامة فَامُشُوا الی الصلوۃ ' وعلیکم بالسّکینة والوقار ' ولا تُسرِعُوا ' فما أدرکتم فصلّوا وما فاتکم فَأتِمّوا۔

(بخاری، باب لا یسعی الی الصلوۃ ' ولُیأت بالسکینة والوقار ، کتاب الاذان ، رقم الحدیث: ۶۳۶)

ترجمہ:......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم اقامت کو سنو تو نماز کی طرف چل کر آؤ، اور تم پر سکون اور وقار لازم ہے، اور تم دوڑ نا مت، پس جو نماز (رکعت) تم کو مل جائے اس کو پڑھ لو، اور جو فوت ہو جائے اس کو (سلام کے بعد) پورا کرو۔

تہجد کی جماعت

اس مختصر رسالہ میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ: تداعی کے ساتھ نفل نماز کی جماعت مکروہ ہے، تداعی کی تعریف، حرمین شریفین میں تہجد کی جماعت میں حنفی کی شرکت، حضرت مدنی اور قاضی مجاہد الاسلام صاحب رحمہما اللہ کے فتاوی، آپ ﷺ کا مختلف اوقات میں نفل جماعت سے پڑھانا، حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ، حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن اسود رحمہ اللہ کا نفل کی جماعت کرنا، آپ ﷺ کا معراج میں نفل نماز جماعت سے پڑھانا۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محض اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کے فضل سے کئی مرتبہ مدینہ منورہ میں اعتکاف کی سعادت حاصل ہوئی، اور ہر مرتبہ میں اپنے شیخ اور مربی مفتی اعظم بنگلہ دیش حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن صاحب رحمہ اللہ کی معیت بھی نصیب ہوئی۔ حرمین شریفین میں رمضان المبارک کے اخیری عشرہ میں تہجد کی جماعت کا معمول ہے، اور اس میں اہتمام سے میں نے حضرت مرشد محترم رحمہ اللہ کو شرکت کرتے ہوئے دیکھا، میں نے بھی ان کی اتباع میں جماعت تہجد میں شرکت کا معمول بنالیا، ایک مرتبہ میں نے تہجد سے فراغت پر حضرت سے پوچھ بھی لیا کہ: حضرت! فقہاء احناف تو نوافل کی جماعت کو مکروہ فرماتے ہیں، اور آپ شرکت فرماتے ہیں؟ اور میں بھی آپ کی اتباع میں شریک ہوجاتا ہوں، حضرت نے فرمایا: میں اس مسئلہ میں اپنے استاذ حضرت مدنی رحمہ اللہ کی تحقیق پر عمل کرتا ہوں۔

بعض معاصر اہل علم نے مجھے اس عمل پر تنقید کا نشانہ بنایا اور بعضوں نے بلا تحقیق کچھ بے تکے الزامات بھی لگادیئے۔

اس لئے خیال آیا کہ اس مسئلہ پر ایک مختصر تحریر لکھوں، جس میں مطلق نوافل کی جماعت کا حکم، اور عام راتوں میں تہجد کی جماعت، اور رمضان میں تہجد کی جماعت کا کیا حکم ہے، اور اپنے اکابر کا اس بارے میں کیا رجحان اور عمل ہے۔ اسی داعیہ کے تحت یہ چند صفحات لکھے گئے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ نفل نماز کی جماعت نہ مطلوب ہے اور نہ اس کا اہتمام کرنا چاہئے، اس لئے کہ آپ ﷺ کا بکثرت معمول نفل نماز تنہا پڑھنے کا ہی تھا، مگر کبھی کبھی

آپ ﷺ نے نفل جماعت سے بھی ادا فرمائے ہیں، (جیسا کہ رسالہ میں آگے روایات آرہی ہیں) اور محدثین عظام نے اس کے جواز پر باب قائم کئے ہیں، جیسے امام بخاری رحمہ اللہ نے ''کتاب التهجد ''میں باب قائم کیا ہے:''باب صلوة النوافل جماعة''۔اور امام مسلم رحمہ اللہ نے''کتاب المساجد ''میں باب قائم کیا ہے:''باب جواز الجماعة فی النافلة''۔

اور حضرت طلق رضی اللہ عنہ کا رمضان المبارک میں جماعت سے نفل پڑھنے کا ثبوت ''ابوداؤد'' اور'' نسائی'' میں ہے۔اور حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن اسود رحمہ اللہ کا غیر رمضان میں نفل جماعت سے پڑھنا ثابت ہے۔

اسی لئے فقہاء کی ایک جماعت کے نزدیک نفل کی جماعت بلا کراہت جائز ہے۔

''موسوعہ فقہیہ'' میں ہے:

(۱)......أما ما عدا ما ذكر مما تسن له الجماعة فالأصل فيه أن يصلى على انفراد ' لكن لو صلى جماعة جاز، لان النبى صلى الله عليه وسلم فعل الامرين كليهما، الخ۔(الموسوعۃ الفقہیہ ص۱۶۱ ج ۲۷،عنوان:صلوۃ التطوع)

ترجمہ:...... مذکورہ نمازوں کے علاوہ جن کے لئے جماعت مسنون ہے (جیسے: تراویح' کسوف' استسقاء وغیرہ) ان میں اصل یہ ہے کہ تنہا تنہا پڑھی جائے، لیکن اگر با جماعت پڑھیں تو جائز ہے، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ سے دونوں عمل ثابت ہیں۔

(موسوعہ فقہیہ مترجم ص۱۹۱ ج ۲۷،عنوان:صلوۃ التطوع)

(۲)......كره الحنفية والشافعية الاجتماع لاحياء ليلة من الليالى فى المساجد غير التراويح ' ويرون أن من السنة احياء الناس الليل فرادى ، وذهب الشافعية الى انه

یکرہ ذلک ' ویصح مع الکراھۃ ، وأجاز الحنابلۃ احیاء اللیل بصلوۃ قیام اللیل جماعۃ ، کما اجازوا صلوتہ منفردا ، لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعل الامرین۔(الموسوعۃ الفقہیہ ص۲۳۳ ج۲،عنوان:احیاءاللیل)

ترجمہ:......حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک تراویح کے علاوہ مساجد میں کسی اور رات کے احیاء کے لئے جمع ہونا مکروہ ہے، ان حضرات کے نزدیک مسنون یہ ہے کہ: لوگ تنہا تنہا احیاء اللیل (شب بیداری) کریں، شافعیہ کا مسلک ہے کہ اجتماعی احیاء اللیل مکروہ ہے، لیکن کراہت کے ساتھ صحیح ہوجائے گا، حنابلہ نے شب بیداری کے لئے قیام اللیل کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا جائز قرار دیا ہے، جیسا کہ انہوں نے اس نماز کو تنہا پڑھنے کی اجازت دی ہے۔(موسوعہ فقہیہ مترجم ص۴۴۵ ج۲،عنوان:احیاءاللیل)

احناف کے نزدیک نفل کی جماعت مکروہ ہے، مگر رمضان المبارک میں نفل کی جماعت بعض اکابر کے نزدیک جائز ہے، اس لئے رمضان المبارک میں تہجد جماعت سے پڑھنے والوں پر نکیر نہیں کرنی چاہیئے۔

تداعی کے ساتھ نفل نماز کی جماعت مکروہ ہے

نفل نماز کی جماعت اگر تداعی کے ساتھ ہو تو اس کو فقہاء نے مکروہ لکھا۔

(۱)......اعلم ان النفل بالجماعۃ علی سبیل التداعی مکروہ علی ما تقدم ما عدا التراویح ' وصلوۃ الکسوف والستسقاء۔

(حلبی کبیر ص۴۲۳ ج۱، باب الوتر والنوافل ، مطلب: فی کراھیۃ الاقتداء فی النفل علی سبیل التداعی ، کتاب الصلوۃ)

(۲)......ولا یصلی الوتر والتطوع بجماعۃ خارج رمضان ' أی یکرہ ذلک علی

سبیل التداعی۔

(شامی ص۵۰۰ ج۲، باب الوتر والنوافل ، مطلب : فی کراھیة الاقتداء فی النفل علی سبیل التداعی ، کتاب الصلوة، ط: مکتبہ دارالباز، مکہ مکرمہ)

(۳)......ان التطوع بالجماعة انما یکرہ اذا کان علی سبیل التداعی۔

(تاتارخانیہ ص۲۹۳ ج۲، الفصل العاشر فی التطوع ، کتاب الصلوة ، رقم:۲۴۵۹)

(۱)......التطوع بالجماعة اذا کان علی سبیل التداعی یکرہ۔

(عالمگیری ص۸۳ ج۱ (جدید ص۱۴۱ ج۱)، الفصل الاول فی الجماعة ، الباب الخامس فی الامامة ' کتاب الصلوة)

کراہت سے مراد تحریمی یا تنزیہی؟

علامہ طحطاوی کی رائے کراہت تحریمی کی ہے:

(۱)......وظاھر اطلاقه الکراھة انھا تحریمیة۔

(طحطاوی علی الدر ص۲۴۰ ج۱، باب الامامة ، کتاب الصلوة، ط: کوئٹہ)

(۲)...... جماعت نوافل کی سوائے ان مواقع کے کہ حدیث سے ثابت ہیں مکروہ تحریمہ ہے۔ (تالیفات رشیدیہ، فتاوی رشیدیہ ص ۲۹۶، ط: ادارۂ اسلامیات، لاہور)

بعض ارباب افتاء اور فقہاء نفل کی جماعت کو مکروہ تنزیہی فرماتے ہیں:

(۱)......والنفل بالجماعة غیر مستحب ' لانه لم یفعله الصحابة رضی الله عنهم فی غیر رمضان اھ ، وھو کالصریح فی أنھا کراھة تنزیه۔

(شامی ص۵۰۰ ج۲، باب الوتر والنوافل ، مطلب : فی کراھة الاقتداء فی النفل علی سبیل التداعی وفی صلوة الرغائب ، کتاب الصلوة، ط: مکتبہ دارالباز، مکہ مکرمہ)

(۲)......وان کان متطوعا فالجماعة فیه مکروہ کراهة تنزیه الا فی شهر رمضان۔

(حاشیۃ العلامۃ ابی الوفاء الافغانی علی کتاب الاثار ص۲۴۸ ج۱، باب الصلوة تطوعا)

(۳)......تراویح کے علاوہ نفل نماز (مثلاً تہجد وغیرہ) کی جماعت کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

(کتاب المسائل ص۴۱۶ ج۱،نفل کی جماعت کا حکم،امامت وجماعت کے مسائل)

(۴)......حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تو بہت ہی احتیاط سے تحریر فرماتے ہیں:

بعض اکابر تہجد میں بھی بغیر اذان واقامت قرآن پاک سناتے رہے ہیں،مگر اس پر اہتمام نہیں چاہئے،تہجد تنہا ہی افضل ہے۔(فتاوی محمودیہ ص۲۳۷ ج۷،ط:فاروقیہ،کراچی)

تداعی کی تعریف

تداعی کی تعریف میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں:

(۱)......قال الطحطاوی : و التداعی أن یجتمع أربعة ' فأکثر علی امام ودون ذلک لا یکره اذا صلوا فی ناحیة من المسجد ، کذا فی القهستانی۔

(طحطاوی علی الدر ص۲۴۰ ج۱، باب الامامة ، کتاب الصلوة،ط:کوئٹہ)

(۲)...... أی یکره ذلک علی سبیل التداعی ، بأن یقتدی أربعة بواحد ' و فی الشامیة : واما اقتداء واحد بواحد او اثنین بواحد فلا یکره ' و ثلاثة بواحد فیه خلاف۔

(شامی ص۵۰۰ ج۲، باب الوتر والنوافل ، مطلب : فی کراهیة الاقتداء فی النفل علی سبیل التداعی ، کتاب الصلوة،ط:مکتبہ دار الباز،مکہ مکرمہ)

(۳)......أما لو اقتدی واحد بواحد أو اثنان بواحد لا یکره ، واذا اقتدی ثلاثة

بواحد اختلف فيه ‘ وان اقتدى أربعة بواحد كره اتفاقا۔

(تاتارخانیہ ص۲۹۳ ج۲، الفصل العاشر فی التطوع ، کتاب الصلوة ، رقم:۲۴۵۹)

فقیہ شمس الائمہ حلوانی رحمہ اللہ نے توصیح اس کو قرار دیا ہے کہ چار ہوں تو بھی کراہت نہیں۔

(۴)......وقال شمس الائمة الحلوانی : ان كان سوى الامام ثلا ثة لا يكره بالاتفاق ، وفى الأربع اخلتف المشائخ ، والأصح انه لايكره۔

(عالمگیری ص۸۳ ج۱، الفصل الاول فی الجماعة ، الباب الخامس فی الامامة ‘ کتاب الصلوة)

(۵)......حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ ’’قاموس الفقہ‘‘ (ص ۱۱۷ ج ۳، عنوان: جماعت) میں تحریر فرماتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جماعت کے ساتھ اس طرح نفل نماز ادا کرنی مکروہ ہے کہ لوگوں کو اس کی دعوت دی جائے اس کو فقہ کی اصطلاح میں ’’تداعی‘‘ کہتے ہیں، اس سلسلے میں فقہاء نے حد یہ بتائی ہے کہ اگر اذان و اقامت کے بغیر جماعت کرلی اور امام کے سوا تین آدمیوں سے زیادہ نہ تھے، تو کچھ مضائقہ نہیں، اور اگر مقتدیوں کی تعداد چار یا اس سے زائد ہو تو مکروہ ہے، یہی بات عام طور پر مشائخ نے لکھی ہے، لیکن اس کے لئے نہ کتاب وسنت میں کوئی اصل ہے اور نہ لغت سے ’’تداعی‘‘ کا یہ مفہوم مستنبط ہوتا ہے، اس لئے یہ بات زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ جب تک اس نماز میں شریک جماعت ہونے کی دعوت نہ پائی جائے کراہت نہ ہوگی، خواہ شرکاء جماعت کی تعداد کچھ بھی ہو، یہی بات محدث کبیر علامہ کشمیری رحمہ اللہ نے لکھی ہے:

’’ثم التداعى على عرف اللغة ولا تحديد فى أصل المذهب وان عينه

المشائخ''۔(فیض الباری ص۱۴۱ج۲، باب اذا دخل بیتا ، الخ ، کتاب الصلوۃ)

(۶)......حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہم تحریر فرماتے ہیں:

ہاں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے ''اعلاء السنن'' میں تحریر فرمایا ہے کہ: بغیر اہتمام کے تین سے زیادہ آدمی جمع ہوجائیں تو یہ بھی تداعی میں شامل نہیں ہے، اور یہی اقرب الی اللغۃ ہے۔

ملاحظہ ہو''اعلاء السنن'' میں ہے:

''وتفسیر التداعی بالاهتمام والمواظبة أولى من تفسيرها بالعدد والكثرة كما لايخفى ، لان الاول أقرب الى اللغة وأشبه بها دون الثانى''۔

(اعلاء السنن ص۹۳ج۷، باب کراھة الجماعة فى النوافل، ادارۃ القرآن، کراچی)

واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔(فتاوی دارالعلوم زکریا ص۶۶۳ج۲ط:المکتبۃ الاشرفیۃ بدیوبند)

(۷)......حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فقہاء نے تداعی کی تعریف کی ہے: اگر امام کے علاوہ تین مقتدی ہوں تو تداعی ہے اور ایک یا دو مقتدی ہوں تو تداعی نہیں، بلانے نہ بلانے پر مدار نہیں۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحب قدس سرہ تداعی کے لغوی معنی لیتے تھے، آپ رمضان میں اعتکاف کرتے تھے، آپ کے ساتھ سو دوسو آدمی معتکف ہوتے تھے، اور حضرت تہجد میں قرآن پڑھتے تھے، معتکفین بھی جماعت میں شریک ہوجاتے تھے، لوگوں نے اعتراض کیا، حضرت نے یہی جواب دیا کہ: تداعی کے معنی: ایک دوسرے کو بلانا، میں کسی کو بلاتا نہیں، مسجد میں موجود لوگ شریک ہوجاتے ہیں۔

(تحفۃ القاری ص۵۰۵ج۳، باب صلوۃ النوافل جماعة، حدیث نمبر:۱۱۸۵)

حرمین شریفین میں تہجد کی جماعت میں حنفی کی شرکت

جواب:......حرمین شریفین میں رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں تہجد کی جماعت (قیام اللیل) میں حنفی مقتدیوں کے لئے بھی شرکت کی گنجائش ہے، اس لئے کہ جو ائمہ امامت کرتے ہیں، ان کے مذہب میں وہ نماز مشروع ہے مکروہ نہیں ہے۔

(کتاب النوازل ص ۵۷۸ ج ۴)

(۱)......الحنابلة قالوا : أما النوافل فمنها ما تسن فيه الجماعة وذلک : کصلوة الاستسقاء والتراويح والعيدين ، ومنها ما تباح فيه الجماعة : کصلوة التهجد ، الخ۔

(الفقہ علی مذاہب الاربعۃ ص ۲۳۰، الصلوة/ حكم الامام في صلوة الجمعة والجنازة والنوافل)

قاضی مجاہد الاسلام صاحب رحمہ اللہ کا فتوی

فقیہ عصر حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی رحمہ اللہ نے اس موضوع پر ایک جامع فتوی تحریر فرمایا ہے، اسے من وعن نقل کرنا مناسب ہے:

جواب:......تہجد کی پابندی حضور اقدس ﷺ نے فرمائی، تہجد کی نماز عام مسلمانوں کے لئے مسنون ہے، نفل کا لفظی معنی ''زائد'' ہے، کبھی فرض سے زیادہ کو نفل کہتے ہیں، اس طرح تمام ہی سنن کو نفل کہا جاتا ہے، کبھی نفل کا لفظ سنن غیر مؤکدہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، جنہیں سنن زوائد یا مندوبات بھی کہتے ہیں۔

تہجد کی نماز ہو یا کوئی اور نماز جو فرض نہیں ہے، اس کے لئے جماعت کا اہتمام اور تداعی (بلا کر اور اعلان کر کے سنن ونوافل کو با جماعت ادا کرنا) مکروہ ہے، چاہے وہ شب برائت ہو یا اور کوئی رات، اس لئے بلاشبہ پورے سال میں کوئی بھی رات ہو تہجد کی نماز ہو یا اور کوئی

نفلی نماز اس کے لئے تداعی اور جماعت کا اہتمام درست نہیں ہوگا۔ ویسے کوئی اپنی نماز تہجد پڑھ رہا ہو اور اس کے پیچھے ایک دو آدمی شریک ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

رہا مسئلہ رمضان کا تو اس بارے میں فقہاء کی تصریح یہ ملتی ہے کہ رمضان میں وتر اور نوافل وتطوعات با جماعت اہتمام کے ساتھ پڑھی جاسکتی ہیں۔ اب بعض علماء کی رائے عام اصول کے پیش نظر یہ ہے کہ یہاں نوافل وتطوع سے مراد صرف تراویح ہے، دیگر علماء کی رائے یہ ہے کہ اس میں تہجد بھی شامل ہے، اس لئے بعض اکابر علماء کا معمول رمضان میں تہجد کی نماز با جماعت ادا کرنے کا رہا ہے، علماء کا اختلاف رحمت ہے، اس لئے ہمارے لئے دونوں راہیں کھلی ہیں، چاہے رمضان میں تہجد کی نماز با جماعت ادا کریں یا تنہا تنہا۔

خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱)......غیر رمضان میں تہجد کے لئے جماعت کا اہتمام چاہے وہ شب برائت ہی کیوں نہ ہو درست نہیں ہے۔

(۲)......رمضان المبارک میں تہجد کی نماز میں جماعت کا اہتمام کیا جاسکتا ہے، لیکن اگر کچھ لوگ پسند نہ کریں اور وہ گھر پر یا مسجد میں اپنی اپنی نماز تنہا ادا کریں تو انہیں برا کہنا یا مطعون قرار دینا بہت بری بات ہے۔

(۳)......جس مسجد میں شب برائت میں جماعت تہجد ہوتی ہے تو اسے بلا شبہ روک دینا چاہئے۔ رمضان میں گنجائش ہے، اس لئے اسے روکنا مناسب نہیں، البتہ جو شریک نہیں ہونا چاہتے اور شریک نہ ہوں تو کوئی حرج کی بات نہیں۔

(۴)......جو لوگ رمضان میں تہجد کی نماز با جماعت ادا نہیں کرتے انہیں برا نہیں کہا جاسکتا، اکثر علماء احناف کی رائے یہی ہے، اس لئے ان کا عمل اپنی جگہ صحیح ہے، اور جو لوگ جماعت

کے ساتھ ادا کرتے ہیں انہیں بھی برا نہ کہا جائے کہ ان کا بھی عمل علماء کی رائے پر ہے۔

(۵)......واضح رہے کہ تہجد جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا مطلب جشن کرنا، رات جاگنا، دیگ چڑھانا نہیں ہے، قرآن پڑھا جا رہا ہے، لوگ چائے نوشی میں مشغول ہیں، رکوع کے وقت دوڑے جا رہے ہیں، یہ بری باتیں ہیں، ان کو سختی سے منع کرنا چاہئے، **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**۔ (فتاوی قاضی ص ۶۸/۶۹/۷۰)

رسالہ کا خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ: نوافل کی جماعت سے حتی الامکان پرہیز کرنا چاہئے، شریعت مطہرہ کا منشاء یہی سمجھ میں آتا ہے کہ نفل ہر آدمی اپنے طور پر اکیلے اکیلے ادا کرے۔ اور رمضان المبارک کے علاوہ اور مہینوں میں اور بابرکت راتوں میں نوافل کا اجتماع کرنا قطعاً درست نہیں، ان راتوں میں بہتر یہی ہے کہ مساجد میں بھی اجتماع نہ کیا جائے، بلکہ اپنے گھروں میں نوافل کا اہتمام کرنا چاہئے۔ ہاں رمضان المبارک میں اگر کوئی تہجد کی نماز جماعت سے ادا کرے اور اس کے لئے کوئی تداعی کا اہتمام بھی نہ ہو تو اس کی گنجائش ہے، اس پر نکیر نہیں کرنی چاہئے، اس لئے کہ بہر حال بعض اکابر مثلا: سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب، شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہم اللہ کا عمل یہی ہے، اور ان کے پاس اپنے دلائل بھی ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

۱۲/محرم الحرام ۱۴۴۴ھ، مطابق: ۱۰/اگست ۲۰۲۲ء

بدھ

آپ ﷺ کا ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر نفل جماعت سے پڑھانا

(۱)......عن انس بن مالک انّ جدّته مُلَيكَةَ دعَتْ رسول الله صلى الله عليه وسلم لطعام صَنَعَتْهُ له ، فأكل منه ، ثم قال : قوموا فلِأصَلِّي لكم ، قال انس : فقمتُ الى حصير لنا قَدِ اسْوَدَّ من طول ما لُبِسَ ، فَنَضَحْتُه بماءٍ ، فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم و صَفَفْتُ واليتيم وراءه ، والعجوز من ورائنا ، فصلى لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ركعتين ثم انصرف۔

(بخاری، باب الصلوۃ علی الحصیر ، کتاب الصلوۃ ، رقم الحدیث:۳۸۰)

ترجمہ:......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ان کی دادی حضرت ملیکہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو اس کھانے کی دعوت دی جو انہوں نے آپ ﷺ کے لئے تیار کیا تھا، آپ ﷺ نے اس کو کھایا پھر فرمایا: کھڑے ہو میں تم کو نماز پڑھاؤں، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس چٹائی کی طرف کھڑا ہوا جو لمبے عرصہ سے استعمال کی وجہ سے میلی ہو چکی تھی، میں نے اس کو پانی سے دھویا، پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور میں نے اور یتیم نے آپ کے پیچھے صف بنائی اور بڑھیا (حضرت ملیکہ رضی اللہ عنہا) ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں، پس رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی، پھر آپ ﷺ تشریف لے گئے۔

آپ ﷺ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نفل میں جماعت

(۲)......عن ابن عباس رضی الله عنهما قال : بِتُّ فى بيت خالتى ميمونة بنت الحارث زوج النبى صلى الله عليه وسلم وكان النبى صلى الله عليه وسلم عندها فى ليلتها ، فصلى النبى صلى الله عليه وسلم العشاء ثم جاء الى منزله فصلّى أربع

ركعات ثم نام ' ثم قام ثم قال : نام الغُلَيّمُ ، أو كلمةً تُشْبِهُها ' ثمّ قام فقمتُ عن يساره فجعلني عن يمينه فصلّى خمس ركعات ' ثمّ صلى ركعتين ثم نام حتى سمعتُ غَطِيْطَهُ – أو خطيطه – ثم خرج الى الصلوة۔

(بخاری، باب السّمر فی العلم ، کتاب العلم ، رقم الحديث:۱۱۷)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے ایک رات اپنی خالہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس گذاری، وہ رات ان کی باری کی تھی، نبی کریم ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر آپ ﷺ اپنے گھر تشریف لائے، اور آپ ﷺ نے چار رکعات نماز پڑھی، پھر آپ ﷺ سو گئے، پھر آپ کھڑے ہوگئے اور فرمایا: چھوٹا لڑکا سو گیا؟ یا اس جیسا اور کوئی کلمہ ارشاد فرمایا، پھر آپ ﷺ نے نماز شروع کی، میں آپ ﷺ کی بائیں جانب کھڑا ہوگیا تو آپ ﷺ نے مجھے دائیں جانب کردیا، آپ ﷺ نے پانچ رکعات نماز پڑھی، پھر دو رکعت نماز پڑھی، پھر آپ سو گئے یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کے خراٹے لینے کی آواز سنی، پھر آپ ﷺ نماز کے لئے باہر آ گئے۔

آپ ﷺ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی نفل کی جماعت

(۳)......عن عبد الله رضى الله عنه قال : صلّيتُ مع النبى صلى الله عليه وسلم ليلةً فلم يَزَلْ قائما حتّى هَمَمْتُ بأمر سوءٍ ، قلنا : وما هَمَمْتَ ؟ قال : هممت أن أَقْعُدَ وأذَرَ النبى صلى الله عليه وسلم۔

(بخاری، باب طول صلوة قيام الليل ، کتاب التّهجد ، رقم الحديث:۱۱۳۵)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایک رات نبی کریم

ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ ﷺ مسلسل کھڑے رہے حتی کہ میں نے ایک بری بات کا ارادہ کیا، (راوی فرماتے ہیں کہ:) ہم نے پوچھا: آپ نے کیا ارادہ کیا تھا: انہوں نے فرمایا: میں نے ارادہ کیا کہ میں بیٹھ جاؤں اور نبی کریم ﷺ کو چھوڑ دوں۔

آپ ﷺ کا حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کے گھر نفل کی جماعت فرمانا

(۴)......عن عِتُبان بن مالک : انّ النبی صلی الله علیه وسلم أتاه فی منزله فقال : أین تُحِبُّ أن اُصلِّیَ لک من بیتک ؟ قال : فأشَرُتُ له الی مکانٍ ، فکبّر النبی صلی الله علیه وسلم و صفَفُنا خلفه ، فصلّی رکعتین۔

(بخاری، باب اذا دخل بیتا یُصلِّی حیث شاء أو حیث اُمِر ، ولا یتجَسَّسُ ،کتاب الصلوۃ ، رقم الحدیث:۴۲۴)

ترجمہ:......حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ ان کے گھر تشریف لائے، آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے گھر میں کس جگہ چاہتے ہو کہ میں وہاں تمہارے لئے نماز پڑھاؤں؟ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا تو نبی کریم ﷺ نے تکبیر پڑھی، ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے صف بنائی، آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔

تشریح:......اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نوافل کی جماعت جائز ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ گھروں میں جماعت جائز ہے:

’’وفیه : جواز الجماعة فی البیوت ، وفیه : جواز النوافل بالجماعة‘‘۔

(عمدۃ القاری ص۲۴۵ ج۴، تحت رقم الحدیث:۴۲۴)

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دن میں نفل کی جماعت کی جاسکتی ہے۔ (نعمۃ الباری ص۱۸۳ ج۲)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا نفل میں آپ ﷺ کی اقتداء کرنا

(۵)......عن حذيفة بن اليمان رضى الله عنه قال : صلَّيتُ مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلةً مِّن رمضانَ فى حُجْرَةٍ من جريد النخل ، قال : فقام فكبّر : فقال : " الله اكبر ذو الجبروت والملكوت ' وذو الكبرياء والعظمة " ثم افتتح البقرة فقرء ' فقلت : يبلُغ رأس المائة ' ثم قلتُ : يبلغ رأس المائتين ' قال : ثم افتتح اٰل عمران فقرأها ' ثم افتتح النساء فقرأها لايمُرُّ بآية التخويف الا وقف فتعوّذ ' ثم ركع مثل ما قام ' يقول :" سبحان ربى العظيم " يُرَدِّدُهُنَّ ' ثم رفع رأسه ' فقال :" سمع الله لمن حمده ' اللهم ربنا لك الحمد " مثل ما ركع ' ثم سجد مثل ما قام ' يقول :" سبحان ربى الاعلى " و يقول بين السجدتين " رب اغفرلى " فما صلى الا أربع ركعات من صلوة العتمة من اول الليل الى آخره ' حتى جاء بلال فآذنه بصلوة الغداة ،

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ، ولم يخرجاه۔

(مستدرک حاکم ص۳۲۱ ج۱، کتاب صلوة التطوع ، رقم الحديث:۱۲۰۱)

ترجمہ:......حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ رمضان المبارک کی رات میں کھجوروں کی ٹہنیوں سے (بنے ہوئے ایک) حجرے میں نماز پڑھی ، (حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ: آپ ﷺ نے قیام فرمایا اور تکبیر کہی ، پھر پڑھا:" الله اكبر ذو الجبروت والملكوت ' وذو الكبرياء والعظمة "پھر آپ ﷺ نے سورۂ بقرہ شروع کی ، میں نے سوچا (کہ شاید) آپ ﷺ ایک سو آیتیں پڑھیں گے (لیکن آپ ﷺ اس سے زیادہ تلاوت کرتے رہے) میں نے سوچا کہ شاید) دو سو آیتیں پڑھیں گے (لیکن آپ ﷺ نے اس سے بھی زیادہ

تلاوت فرمائی یہاں تک کہ) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: پھر آپ ﷺ نے سورہ آل عمران شروع کی یہ بھی پوری پڑھ لی، پھر آپ ﷺ نے سورۂ نساء شروع کی یہ بھی پوری پڑھ لی (آپ ﷺ تلاوت کے دوران) کسی آیت کو پڑھتے جس میں عذاب وغیرہ کا ذکر ہوتا تو وہاں تلاوت موقوف کر کے اللہ تعالی کی پناہ مانگتے ، پھر اس کے بعد آپ ﷺ اتنی دیر رکوع فرماتے جتنی دیر قیام کیا تھا، اس میں آپ ﷺ بار بار ’’سبحان ربی العظیم ‘‘ پڑھتے رہے، پھر آپ ﷺ نے سر مبارک اٹھایا ’’ سمع اللہ لمن حمدہ ‘ اللھم ربنا لک الحمد ‘‘ پڑھا اور (اتنی دیر کھڑے رہے) جتنی دیر رکوع کیا تھا، پھر آپ ﷺ نے اتنی ہی دیر سجدہ کیا جتنی دیر کھڑے رہے اور سجدہ میں ’’ سبحان ربی الاعلی ‘‘ پڑھتے رہے اور دو سجدوں کے درمیان آپ ﷺ کہتے ’’ رب اغفرلی ‘‘ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: آپ ﷺ نے (یہ نماز اتنی لمبی پڑھی کہ) رات کے شروع سے آخر تک عشاء کی یہی چار رکعتیں پوری کی تھیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کو نماز فجر کے لئے بلانے آگئے۔

یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ دونوں کے معیار کے مطابق صحیح ہے، لیکن دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی۔

نوٹ:......امام مسلم رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تخریج فرمائی ہے، اس میں الفاظ کے فرق کے ساتھ تقریباً یہی مضمون آیا ہے:

(۵)......عن حذیفة رضی اللہ عنہ قال : صلَّیتُ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات لیلةٍ ، فافتتح البقرة فقلت : یرکع عند المائة ، ثم مضی فقلتُ : یصلّی بھا فی رکعة ، فمضٰی فقلت ، یرکع بھا ، ثم افتتح النّساء فقرأھا ، ثم افتتح اٰل عمران فقرأھا ، یقرأ

مُتَرسِّلا ، اذا مرّ بآية فيها تسبيح سبّح ، واذا مرّ بسؤال سأل ، واذا مرّ بتعوّذ تعوّذ ، ثم ركع فجعل يقول :" سبحان ربى العظيم " فكان ركوعه نحوا من قيامه ثم قال : " سمع الله لمن حمده " ثم قام طويلا ، قريبا ممّا ركع ، ثم سجد فقال:" سبحان ربى الاعلى " فكان سجودُه قريبا من قيامه ،

قال : وفى حديث جرير الزيادة : فقال : سمع الله لمن حمده ، ربنا لک الحمد۔

(مسلم، باب استحباب تطويل القراء ة فى صلوة الليل ،كتاب صلوة المسافرين ، رقم الحديث: ۷۷۲)

(۶)......عن حذيفة رضى الله عنه : انّه صلّى مع النبى صلى الله عليه وسلم المغربَ ثمّ صلّى حتّى صلّى العشاء۔

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ، ولم يخرجاه۔

(مستدرک حاکم ص۴۳۱ ج۱، كتاب صلوة التطوع ، رقم الحديث:۱۱۷۷)

ترجمہ:......حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی اور پھر عشاء تک نوافل پڑھتے رہے۔

یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ دونوں کے معیار کے مطابق صحیح ہے، لیکن دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی۔

نوٹ:......اس حدیث میں معیت سے مراد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تنہا تنہا پڑھی ہو، اور جماعت کے ساتھ پڑھنے کا بھی امکان ہے۔

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کا نفل کی جماعت کرنا

(۷)......عن قيس بن طلق رحمه الله قال : زارنا طلق بن على رضى الله عنه فى يوم

من رمضان وامسی عندنا وافطر ، ثم قام بنا تلک اللیلة واوتر بنا ، ثم انُحدر الی مسجده فصلی باصحابه ، حتی اذابقی الوتر قدّم رجلا فقال : اوترُ باصحابک ، فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول : لا وتران فی لیلة۔

(ابوداؤد، باب : فی نقض الوتر، کتاب الصلوة ، رقم الحدیث:۱۴۳۹۔نسائی، باب نهی النبی عن الوترین فی لیلة ، کتاب قیام اللیل و تطوع النهار ، رقم الحدیث:۱٦۸۰)

ترجمہ:......حضرت قیس بن طلق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: (ہمارے والد) حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں ایک روز ہمارے گھر تشریف لائے اور شام کو ہمارے ہاں ہی روزہ افطار کیا، آپ نے اس رات ہمیں نماز پڑھائی اور وتر بھی پڑھائے، پھر آپ اپنی مسجد میں چلے گئے اور اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی حتی کہ جب وتر باقی رہ گئے تو ایک صاحب کو آگے کر دیا اور فرمایا کہ: اپنے ساتھیوں کو وتر پڑھاؤ، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ایک رات میں دو دفعہ وتر نہیں۔

تشریح:......حضرت طلق رضی اللہ عنہ نے تہجد کی جماعت کرائی اور وہ بھی مسجد میں، اس سے نوافل کی جماعت کا جواز بھی معلوم ہوتا ہے۔

اگر چہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ نے اس کی توجیہ یہ فرمائی ہے کہ اس حدیث سے دومرتبہ تراویح پڑھنا معلوم ہوتا ہے، تو ممکن ہے کہ انہوں نے پہلے اپنے بیٹے حضرت قیس رحمہ اللہ کے ساتھ کچھ رکعتیں تراویح کی مع وتر پڑھی ہوں، پھر بقیہ تراویح اپنے اصحاب کے ساتھ اپنی مسجد میں ادا کی ہوں۔

راقم عرض کرتا ہے کہ حضرت طلق رضی اللہ عنہ کا مسجد میں اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھا کر وتر کا حکم فرمانا بھی دلیل بن سکتی ہے کہ انہوں نے ساتھیوں کو مکمل تراویح پڑھائی ہوگی، ورنہ

تو وتر کا حکم نہ فرماتے۔

(اور) حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے یہ معنی مراد لئے ہیں کہ پہلے تراویح پڑھی پھر وتر پڑھی پھر اپنی مسجد میں تہجد پڑھائی، اور اس کے بعد وتر نہیں پڑھی اس لئے کہ انہوں نے تراویح کے ساتھ وتر پڑھ لی تھی۔ (حاشیہ: بذل المجہود ص۱۳۹ ج۶)

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ طلق بن علی (رضی اللہ عنہ) نے اول لوگوں کے ساتھ موافق فعل رسول اللہ ﷺ کے اول وقت میں تراویح ادا کی، اور وتر بھی ساتھ پڑھے جیسا کہ فعل رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، اور بعد اس کے اپنی مسجد میں جا کر آخر وقت میں تہجد ادا کی اور اس کے ساتھ وتر نہیں پڑھے، اور مقتدیوں کو حکم کیا کہ تم اپنے وتر پڑھ لو، اور چونکہ رسول اللہ ﷺ تہجد کے ساتھ وتر پڑھتے تھے، لہذا وہ مقتدی تہجد گزار کے ساتھ وتر پڑھنا چاہتے تھے۔ (تالیفات رشیدیہ مع فتاوی رشیدیہ ص۳۱۳)

بظاہر حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی رائے زیادہ قوی ہے، اس لئے کہ حضرت طلق رضی اللہ عنہ سے یہ بعید ہے کہ انہوں نے آدھی تراویح اور وتر پڑھا کر بقیہ تراویح اپنی مسجد میں آ کر پڑھی، اس لئے کہ تراویح کے ساتھ وتر پڑھنا امت کا معمول ہے، بظاہر عجیب سا لگتا ہے کہ کچھ رکعتیں پڑھا کر وتر پڑھا دیں اور پھر بقیہ تراویح پڑھائیں۔

حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہم تحریر فرماتے ہیں کہ:

کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ پیشگی وتر پڑھنے کا کوئی سوال نہیں ہوتا، طلق بن علی (رضی اللہ عنہ) افطار کے وقت اپنے بیٹے قیس بن طلق کے یہاں موجود تھے تو ظاہر ہے کہ تراویح میں ابتدا ہی سے شامل ہوں گے۔ (الیواقت الغالیہ ص۴۸۳ ج۲)

گویا حضرت بھی اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ نے دوسری نماز تہجد کی پڑھائی۔

حضرت طلق رضی اللہ عنہ نے ممکن ہے کہ بیٹے کے گھر پر ہی تراویح اور وتر پڑھائی، اور یہ بھی ممکن ہے کہ بیٹے کے محلّہ کی مسجد میں پڑھائی ہو، مگر حدیث کے الفاظ: ''ثم انحدر الی مسجده'' سے ظاہر یہ لگتا ہے کہ بیٹے کے گھر پر ہی پڑھائی، ورنہ جیسے دوسری نمازوں کے لئے مسجد کا لفظ استعمال کیا ویسے ہی شروع میں بھی مسجد کا لفظ استعمال کیا جاتا، والله اعلم،

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نفلوں کی امامت کرایا کرتے تھے

(۸)......عن الاسود انّ عبد الله بن ربيعة كان يؤم أصحابه فی التطوع فی سوی رمضان۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۵۷ ج۶، فی الرجل يتطوع، يؤمّ؟ كتاب الصلوة، رقم الحديث:۸۹۰۱)

ترجمہ:......حضرت اسود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ رمضان کے علاوہ باقی دنوں میں اپنے ساتھیوں کو نفلوں کی امامت کرایا کرتے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن اسود رحمہ اللہ کا نفل نماز کی جماعت کرنا

(۹)......عن الحسن بن عُبيد الله قال: كان عبد الرحمن بن الاسود يقوم بنا ليلة الفطر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۳۶ ج۵، من كان يقوم ليلة الفطر، كتاب الصلوة، رقم الحديث: ۷۸۱۹)

ترجمہ:......حضرت حسن بن عبید اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عبدالرحمٰن بن اسود رحمہ اللہ ہمیں عیدالفطر کی رات میں نفل نماز پڑھاتے تھے۔

حضرت مدنی کے نفل کی جماعت کرنے پر مولانا خیر محمد صاحب کا جواب

مولانا حافظ تنویر احمد شریفی (کراچی) ’’حضرت مولانا قاری شریف احمد اور خیر العلماء حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہما اللہ تعالیٰ‘‘ کے عنوان سے اپنے مقالہ میں تحریر فرماتے ہیں:

حضرت قاری صاحب کی عمر :۱۸/سال تھی جب تراویح کے علاوہ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں نصف رات کے بعد قرآن پاک نفلوں میں جماعت کثیرہ کے ساتھ پڑھنا شروع کیا، جسے عام عرف میں ’’شبینہ‘‘ بھی کہتے ہیں، آپ کے استاذ محترم ابو حنیفہ وقت مفتی اعظم حضرت العلامہ مفتی کفایت اللہ دہلوی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ: آخری عشرے میں جو قرآن پاک رات کے آخری حصے میں نفلوں میں پڑھتے ہیں، وہ بجائے نفل کے تراویح میں پڑھا کریں تاکہ اختلاف کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے، اور اس کے لئے اول وقت تراویح میں اتنی رکعتیں چھوڑ دیں جتنے میں رات کو پڑھنا ہے، جس کا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ کے پیچھے تراویح بھی پڑھی جاسکتی ہے، اور جس نے تراویح پڑھ لی ہیں وہ تہجد کی نیت کرلے گا۔

حضرت مفتی اعظم کے اس حکم کو حضرت قاری صاحب نے اپنے دامن سے باندھ لیا اور تقریباً پچھتر سال تک یہ عمل رہا، دہلی میں پہاڑ گنج کی مسجد، اس کے بعد نئی سڑک کی حوض والی مسجد، اور تقسیم ملک کے بعد کراچی کی دکھنی مسجد (پاکستان چوک) اور پھر جامع مسجد سٹی اسٹیشن میں یہ عمل اس وقت تک رہا جب تک کہ آپ کی صحت نے اجازت دی، جب صحت متاثر ہوئی تو یہ سلسلہ ہمیں منتقل کردیا، اور اپنی زندگی میں کئی سال تک اس نہج پر ہماری تربیت ہوئی کہ اگر خدانخواستہ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں ہم نرم نرم بستروں

کے مزے لینا چاہیں تو کانٹے چھبیں ۔اللہ تعالی اس عمل کو قیامت تک جاری رکھے،آمین ۔

پاکستان میں جب آپ نے یہ سلسلہ ڈھنی مسجد میں شروع فرمایا تو دارالعلوم کراچی میں ایک صاحب نے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ سے ایک استفتاء کیا،اس میں شیخ الاسلام حضرت السید حسین احمد مدنی قدس سرہ کا عمل جو رمضان المبارک میں تہجد میں جم غفیر کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کا تھا' کے جواز وعدم جواز کا حکم معلوم کیا،حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے اس کا جواب اپنے صاحبزادے (حضرت) مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ سے لکھوایا جس وقت وہ دورۂ حدیث کے طالب علم بننے والے تھے،انہوں نے اس عمل خیر کو ناجائز قرار دیا اور اس کے دلائل بھی ذکر کئے ۔

(دیکھئے!فقہی مقالات ص۳۴ تا ۵۶ ج ۲)

حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ ''مؤطا امام مالک'' کی ایک حدیث سے نفل میں جماعت کثیرہ کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کے جواز کے قائل تھے،آپ کے بعد آپ کے اخلاف نے اس سلسلہ کو جاری رکھا اور بحمد اللہ دیوبند میں یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ حضرت مفتی اعظم پاکستان کے صاحبزادے کے فتوے کی زد میں حضرت قاری صاحب اس لئے بھی آئے کہ آپ کا عمل حضرت شیخ الاسلام کے نقش قدم پر تھا،فرق صرف اتنا تھا کہ حضرت شیخ الاسلام نفلوں (تہجد) میں اور آپ تراویح میں پڑھتے تھے،اگرچہ پڑھنے سے پہلے بتلا دیا کرتے تھے کہ میں تراویح میں پڑھتا ہوں،لیکن جیسا عادت ہے کہ عوام تو عوام خواص تک اکثر بلا تحقیق بات کہہ دیتے ہیں،اس فتوی کے بعد بعض لوگوں نے قاری صاحب سے اس پر بات کی ،حضرت قاری صاحب کو اس سے تکلیف ہوئی تو آپ نے جامعہ خیر المدارس کے بانی اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ

کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا خیر محمد جالندھری نور اللہ مرقدہ سے رابطہ فرمایا اور اپنی الجھن پیش کی، حضرت خیر العلماء نے بڑا ایمان افروز اور محبت بھرا جواب دیا، ارشاد فرمایا:

اگر نفلوں میں بھی پڑھو تو حضرت مدنی رحمہ اللہ کا طرز اختیار کرو، اگر چہ فقہ حنفی کے خلاف بھی ہو، اور اس پر اگر اللہ تعالی قیامت کے دن سوال فرمائیں گے تو ہم کہہ دیں گے جہاں حضرت مدنی رحمہ اللہ کو بھیج رہے ہیں وہیں ہمیں بھی بھیج دیں۔

(تذکرہ الشریف ص۶۳، طبع: دسمبر ۱۹۹۹ء)

اللہ اکبر! حضرت خیر العلماء کو اپنے اکابر پر کس قدر اعتماد تھا؟ اللہ تعالی اس کا شمہ ہمیں بھی عطا فرمادے، آمین۔

حضرت خیر العلماء نے یہ بھی فرمایا کہ: اس وقت ہماری جماعت (دیوبند) کے سرخیل (حکیم الاسلام) حضرت قاری محمد طیب صاحب (مدظلہ جو اس وقت حیات تھے) بھی جماعت کثیرہ کے ساتھ رمضان المبارک میں تہجد میں قرآن پاک پڑھتے تھے، اور اگر حضرت شیخ الاسلام اور حضرت حکیم الاسلام قدس سرہما کے شیوخ واکابر کی طرف نظر کریں تو شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن محدث دیوبندی نور اللہ مرقدہ بھی تہجد میں قرآن کریم جماعت کثیرہ کے ساتھ سنا کرتے تھے، پھر سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس اللہ سرہ کا بھی یہی معمول تھا۔

حضرت قاری شریف احمد قدس اللہ سرہ نے حضرت خیر العلماء کی شفقت آمیز بات کو دل میں بٹھالیا، اور پھر کسی کی پرواہ نہیں کی۔ (ماہنامہ الخیر)

نوٹ:...... راقم کی فائل میں ماہنامہ ''الخیر'' کے اس مضمون کی فوٹو کاپی موجود ہے، مگر اس میں تاریخ کا لکھا ہوا حصہ کٹ گیا ہے، کوئی صاحب نظر اس کو حاصل کرے تو احسان ہوگا۔

آپ ﷺ کا معراج میں نفل نماز جماعت سے پڑھانا

آپ ﷺ نے شب معراج میں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو نفل نماز جماعت سے پڑھائی، جب آپ ﷺ بیت المقدس تشریف لے گئے تو مؤذن نے اذان دی اور نماز کے لئے صف بنائی گئی، آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ: ہم صف میں کھڑے ہوئے اور انتظار میں تھے کہ کون نماز پڑھائے اور کون ہماری امامت کریں؟ تو حضرت جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آگے کر دیا اور میں نے انہیں نماز پڑھائی۔

(۱)......حدثنا انس بن مالک رضی اللہ عنه : انّ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال :...ثم دخلتُ الی بیت المقدس فجُمِع لِیَ الانبیاء علیهم السلام فَقَدّمَنِی جبریل علیه السلام حتی أمَمْتُهم ، الخ۔

(نسائی، فرض الصلوة وذکر اختلاف الناقلین فی اسناد حدیث أنس بن مالک رضی اللہ عنه و اختلاف الفاظهم فیه ، کتاب الصلوة ، رقم الحدیث:۴۵۱)

(۲)......ثم أذن مؤذن ' وأقیمت الصلوة ، قال : فقمنا صفوفا ننتظر من یؤمنا ' فأخذ بیدی جبریل علیه السلام ' فقدّمنی فصلیت بهم ، فلما انصرفت قال جبریل : یا محمد ! أتدری من صلی خلفک ؟ قال : قلت : لا ، قال : صلی خلفک کل نبی بعثه اللہ عز وجل۔ (تفسیر ابن کثیر ص۱۳ ج۵، سورۂ اسراء، تحت آیت نمبر:۱)

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ جو نماز حضور ﷺ نے مسجد اقصی میں پڑھائی وہ نفل تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ: فرض نماز تھی جو معراج سے پہلے آپ پر فرض تھی، واللہ اعلم۔

صحیح یہی ہے کہ وہ نماز نفل تھی، اس لئے کہ روایات سے یہ ثابت ہے کہ حضور ﷺ کا

یہ سفر نماز عشاء اور نماز فجر کے درمیان میں تھا، آپ ﷺ عشاء کی نماز پڑھ کر بستر استراحت پر لیٹ چکے تھے تب (حضرت) جبرئیل (علیہ السلام) براق لے کر آئے اور نماز فجر سے پہلے مکہ مکرمہ آسمانوں سے واپس آ گئے اور صبح کی نماز مکہ میں ادا فرمائی۔

(کمافی فتح الباری ص ۱۵۱ ج ۷، حدیث الاسراء)

معلوم ہوا کہ یہ نماز جو آپ ﷺ نے ملائکہ اور انبیاء (علیہم الصلوۃ والسلام) کو پڑھائی فرض نماز نہ تھی بلکہ نفل نماز تھی، واللہ اعلم۔ (سیرۃ المصطفی ﷺ ص ۳۱۶/۳۱۵ ج ۱)

نوٹ:...... کوئی کہے کہ یہ واقعہ تو معراج کا ہے، اور یہ حجت نہیں، اور اس سے نفل کی جماعت پر دلیل پکڑنا درست نہیں، تو حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کا اسی واقعہ سے قراءت خلف الامام کے لئے دلیل پکڑنا بھی درست نہیں ہونا چاہئے۔

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

مسئلہ:...... حضرات انبیاء اور ملائکہ علیہم الصلوۃ والسلام نے حضور ﷺ کی اقتداء (میں معراج کی رات میں) نماز پڑھی، ظاہر یہ ہے کہ سب نے خاموشی کے ساتھ آپ ﷺ کی قراءت کو سنا، کسی کا آپ ﷺ کے پیچھے پڑھنا کہیں ثابت نہیں، اور قرآن کریم کا حق بھی یہی ہے کہ اس کو خاموشی کے ساتھ سنا جائے: ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا﴾۔ (سورۂ اعراف، آیت نمبر: ۲۰۴)

ترجمہ:...... اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو کان لگا کر سنو، اور خاموش رہو۔

میں رحمت کا وعدہ منصتین (خاموش رہنے والوں) کے لئے ہے، اور امام کے ساتھ پڑھنے والوں کے لئے رحمت کا وعدہ نہیں، اسی وجہ سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ قراءت خلف الامام کے قائل نہیں۔ (حوالۂ بالا)

خاتمہ......حضرت مدنی رحمہ اللہ کا فتوی

سوال:......''فتاوی رشیدیہ'' ج اص ۴۹ / وص ۵۵ / میں جماعت تہجد کو مکروہ لکھا ہے، لیکن حضرت والا رمضان المبارک میں جماعت کثیرہ کے ساتھ تہجد پڑھتے ہیں، یہ امر بہت خلجان کا باعث بنا ہوا ہے۔ امید ہے کہ اس بارے میں تشفی فرمایئے گا۔

الجواب:......فتح القدیر جلد اول ''کتاب الاستسقاء'' ص ۳۳۸ (۴۳۸) میں ہے:

''وقد صرح الحاكم ايضا فى باب صلوة الكسوف من الكافى بقوله : ويكره صلوة التطوع جماعة ما خلا قيام رمضان وصلوة الكسوف هذا خلاف ما ذكر شيخ الاسلام''۔

جلد اول ردالمحتار ص ۲۲۳ (۵۲۳) میں ہے:

''قلت و يؤيده ايضا ما فى البدائع من قوله : ان الجماعة فى التطوع ليست بسنة الا فى قيام رمضان (وفيه) والنفل بالجماعة غير مستحب لانه لم يفعله الصحابه فى غير رمضان''۔

مذکورہ بالا نصوص میں قیام رمضان کی تصریح فرمائی گئی ہے، اس کی تخصیص تراویح کے ساتھ نہیں کی گئی ہے، چونکہ جناب رسول اللہ ﷺ سے تیسری شب میں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آخر شب تک نوافل با جماعت منقول ہے، جیسا کہ ''مؤطا امام مالک'' (وغیرہ) میں بکثرت مروی ہے، اس لئے تمام وہ نوافل جو رمضان کی راتوں میں پڑھی جائیں مراد ہوں گی خواہ تراویح میں خواہ تہجد میں اوائل شب میں ہوں یا اواخر میں سب میں جماعت کی اجازت ہوگی۔

''مؤطا امام محمد'' ص:۱۱۱ / میں ہے:

’’ قال محمد : وبهذا نأخذ لا بأس بالصلوة فی شهر رمضان ان يصلی الناس بامام تطوعا لان المسلمين قد أجمعوا علی ذلک ، الخ ‘‘۔

’’فتح الباری‘‘ جلد رابع ص ۲۱۷/: ’’ باب فضل من قام فی رمضان ‘‘میں ہے:

’’ أی قيام لياليه مصليا والمراد من قيام الليل ما يحصل به مطلق القيام كما قدمناه فی التهجد سواء كان قليلا او كثيرا ، و ذكر النووی ان المراد بقيام رمضان صلوة التراويح يعنی انه يحصل بها المطلوب من القيام لان قيام رمضان لا يكون الا بها ‘ وأغرب الكرمانی فقال : اتفقوا علی ان المراد بقيام رمضان صلوة التراويح ، الخ ‘‘۔

’’عینی شرح بخاری‘‘ ج۵ ص ۳۵۴/ میں ہے:

’’ قال الكرمانی : اتفقوا علی ان المراد بقيام رمضان صلوة التراويح ‘ قلت : قال النووی : ان المراد بقيام رمضان صلوة التراويح ولكن الاتفاق من أين أخذه بل المراد من قيام الليل ما يحصل به مطلق القيام سواء كان قليلا أو كثيرا ، و قال العينی : فی الجلد الاول ص ۲۳/ (۲۸۱) من ” كتاب الايمان “ من ” عمدة القاری “ ما نصه : ومعنی من قام رمضان من قام بالطاعة فی ليال رمضان و يقال يريد صلوة التراويح ، و قال بعضهم : لا يختص ذلک بصلوة التراويح بل فی أی وقت صلی تطوعا حصل له ذلک الفضل ، الخ ‘‘۔

نصوص مذکورہ بالا سے امور ذیل معلوم ہوتے ہیں:

(۱)...... جماعت نوافل کی کراہت مطلقاً نہیں ہے، بلکہ اس سے کچھ مستثنیات بھی ہیں۔

(۲)...... مستثنیات میں لفظ قیام رمضان اور کسوف کو ذکر کیا گیا۔

(۳)......امام محمد وحاکم وصاحب بدائع وغیرہ متقدمین نے لفظ قیام رمضان ذکر فرمایا ہے جومخصوص بالتراویح نہیں ہے۔

(۴)......قیام رمضان کومخصوص بالتراویح قرار دینا قول مرجوح ہے جوکہ علامہ کرمانی اور علامہ نووی رحمہما اللہ کا قول ہے،اس کے خلاف حافظ ابن حجر عسقلانی اور امام عینی رحمہما اللہ تمام نوافل مراد لے رہے ہیں خواہ تراویح ہوں یا تہجد ہو یا دیگر نوافل،اور امام نووی رحمہ اللہ کے قول کو مؤول قرار دیتے ہوئے اپنے قول کی طرف لوٹاتے ہیں،اور کرمانی رحمہ اللہ کے قول کو غریب اور مخدوش قرار دیتے ہیں،اور یہی امر مدلول مطابقی بھی ہے۔

بنابریں ''فتاوی رشیدیہ'' کی تصریح جلد ثانی ص ۵۵ (۵۹) اور جلد اول ص ۴۹/جس میں مستثنیات کومنحصر تراویح کے ساتھ کیا گیا ہے قول مرجوح پر مبنی ہے، پس رمضان کے جملہ نوافل کی جماعت خواہ بالتداعی ہو بلا تداعی سب کی سب ماذون فیہ بلکہ مستحب ہوں گی اور تحت ترغیب ''من قام رمضان'' الحدیث داخل ہوں گی۔اس پر نکیر کرنا غیر صحیح ہوگا، بلکہ جملہ طاعات طواف نفل یا عمرہ وغیرہ اسی میں محسوب اور مرغوب فیہ قرار دیئے جائیں گے،کما ذکرہ العینی رحمہ اللہ تعالی۔

ہم نے قطب العالم حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہ العزیز کا عمل بھی مکہ معظّمہ میں اسی پر پایا،اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ العزیز کا بھی یہی معمول تھا۔ اور حرمین شریفین میں قدیم سے عمل سنت عشریہ وغیرہ کا جوکہ بالخصوص شوافع کا اور چالیس رکعت کا عمل جوکہ موالک کا معمول بہ تھا اور اہل مکہ کا قدیمی عمل ترویحہ پر اسبوع طواف اس کا موید ہے، واللہ اعلم۔

(فتاوی شیخ الاسلام ص ۴۳/۴۴/۴۵۔فقہی مقالات ص ۳۷/۳۸/۳۹/ج ۲)

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا نفل کی جماعت میں گیارہ رکعتیں پڑھانا

(۱)......امر عمر بن الخطاب رضی الله عنه ابی بن کعب و تمیما الداری رضی الله عنهما ان یقوما للناس باحدی عشرة رکعة ، قال : وقد کان القاری یقرأ بالمئین حتی کنا نعتمد علی العِصِیِّ من طول القیام وما کنا ننصرف الا فی فروع الفجر۔

(مؤطا امام مالک، باب ما جاء فی قیام رمضان ، کتاب الصلوة ، رقم الحدیث:۳۱۲۔مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۲۰ ج۵، فی صلوة رمضان ، کتاب الصلوة ، رقم الحدیث:۷۷۵۳)

(۲)......حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہما کو لوگوں کے ساتھ گیارہ رکعت پڑھانے کا حکم فرمایا۔ راوی فرماتے ہیں کہ: قاری سوسو آیتیں (ایک ایک رکعت میں) پڑھتے تھے یہاں تک کہ ہم لاٹھیوں کا سہارا لیتے تھے، اور فجر کے قریب فارغ ہوتے تھے۔

تشریح:......اس حدیث کا بے غبار مطلب یہ لیا جائے کہ: یہ آٹھ رکعتیں نفل کی تھیں اور تین رکعتیں وتر کی، تو تراویح کی بیس رکعت کے بارے میں اس سے کوئی اشکال نہیں ہوگا۔ ورنہ اس طرح کی روایات کی تاویل کرنے پڑے گی۔

اسلاف کا نفل کی جماعت میں آٹھ یا بارہ رکعتیں پڑھنا

(۱)......الاعرج یقول : ما أدرکت النّاس الا وهم یلعنون الکفرة فی رمضان ، قال : وکان القاری یقرأ سورة البقرة فی ثمان رکعاتٍ ' فاذا قام بها فی اثنتی عشرة رکعة رأی الناس انه قد خفّف۔

(مؤطا امام مالک، باب ما جاء فی قیام رمضان ، کتاب الصلوة ، رقم الحدیث:۳۱۴)

(۲)......حضرت (عبدالرحمٰن بن ہرمز) اعرج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اسلاف (حضرات

صحابہ رضی اللہ عنہم وحضرات تابعین رحمہم اللہ) رمضان (کی رات کی نفلوں) میں کافروں کو لعنت کیا کرتے تھے۔اس وقت قاری (امام) آٹھ رکعتوں میں سورہ بقرہ پڑھتے تھے، اگر وہ بارہ رکعتوں میں (سورۂ بقرہ) پڑھتے تو مصلی اسے ہلکا (اور خفیف) خیال کرتے تھے۔

تشریح: ......یعنی رات کی نفلیں آٹھ رکعتیں پڑھتے تھے اوران میں سورہ بقرہ پڑھی جاتی، اور اس سے قیام طویل ہوجاتا، اگر بجائے آٹھ رکعتوں کے بارہ رکعتوں میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی تو کچھ قیام کی طوالت کی تخفیف ہوجاتی۔ یہ مطلب بھی لیا جاسکتا ہے کہ: کبھی امام بارہ رکعتوں میں سورہ بقرہ پڑھتے تھے تو یہ قیام قدرے ہلکا ہوجاتا۔

دونوں صورتوں میں بہتر ہے کہ اس روایت کو نفل پر محمول کی جائے کہ: وہ حضرات کبھی آٹھ رکعتیں تہجد کی پڑھتے تھے اور کبھی بارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔اگر اس کو تراویح پر محمول کیا جائے تو بہت اشکال ہوگا، کہ تراویح کی آٹھ یا بارہ رکعتیں پڑھیں، اور نفل مراد لینے میں کوئی اشکال نہیں ہوگا۔

(۱)......عن الاوزاعی قال : کان النّاس یقرؤون متواترین فی رمضان ' کلّ قارئ فی اِثُر صاحبه ' حتّی وَلِیَ عمر ابن عبد العزیز فقال : لِیَقْرَأ کل قارئ من حیث أحبّ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۴۷ ج ۵، فی القراء ۃ فی رمضان هل یقرأ أحدُهم من حیث یبلغ ، کتاب الصلوۃ ، رقم الحدیث: ۷۸۴۰)

(۲)......حضرت اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: رمضان المبارک میں قرآن سنانے والے قاریوں کا معمول یہ تھا کہ وہ قرآن کریم کو تسلسل پڑھا کرتے تھے، ہر بعد میں آنے والے قاری پہلے قاری کے مقام سے آگے پڑھتے تھے، جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا دور آیا تو آپ نے فرمایا: ہر قاری جہاں سے مرضی ہو پڑھ سکتے ہیں۔

تشریح:......تراویح میں پورا قرآن کریم سنانا سنت مؤکدہ ہے، جب پہلے تسلسل سے قرآن کریم پڑھا جاتا تھا، بعد میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ نے ہر قاری کو اختیار دیا کہ جہاں سے چاہیں پڑھے، گویا پورا قرآن کریم سنانا مطلوب نہیں ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قاری تراویح میں نہیں، نوافل میں قرآن سناتے تھے، واللہ تعالی اعلم۔

(۱)......عن یحی بن وثّاب : انّه كان يؤمُّهم فی شهر رمضان فی القيام ، وكان لا يسلِّم الا فی أربع ركعاتٍ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۳۶ ج۵، فی كم يسلم الامام ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث:۷۸۱۸)

(۲)......حضرت یحی بن وثاب رحمہ اللہ رمضان کے قیام نماز میں امامت کرتے اور چار رکعات پر سلام پھیرتے تھے۔

تشریح:......تراویح میں اسلاف کا معمول دو دو رکعت پر سلام پھیرنے کا تھا، اور آج بھی اسی پر امت کا عمل ہے، چار رکعت پر سلام سے اس کا بھی امکان ہے کہ یہ نوافل کی جماعت ہو، واللہ تعالی اعلم۔

(۱)......عن ابن الاسود : انّه كان يصلّى بهم أربعين ركعة و يُوتِر بهم ، الخ ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۳۵ ج۵، فی الصلوة بين التراويح ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث: ۷۸۱۱)

ترجمہ:......حضرت ابن اسود رحمہ اللہ لوگوں کو (تراویح کی) چالیس رکعات اور وتر پڑھایا کرتے تھے۔

تشریح:......بیس رکعات تو تراویح کی پڑھاتے تھے، اور بقیہ نوافل تھے۔

حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحب جونپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فقہاء احناف کی عبارتیں کچھ مختلف سی ہیں، امام قدوری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مکروہ ہے، اور صاحب خلاصہ نے جواز نقل کیا ہے۔ ہمارے فقہاء نے قدوری اور خلاصہ کے بیان میں یہ جمع کیا ہے کہ مواظبت مکروہ ہے، باقی اگر ویسے ہی بغیر مواظبت کے کوئی پڑھ لے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(الفیض الجاری فی دروس البخاری ص ۵۵۸ ج ۵، باب صلوة النوافل جماعة ، كتاب التهجد ، تحت رقم الحديث: ۱۱۸۵)

حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب رحمہ اللہ کا فتوی

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ نے تداعی کے ساتھ نفل کی جماعت کو مکروہ تحریمی تحریر فرمایا ہے، اس پر مفتی ظفیر الدین صاحب رحمہ اللہ نے حاشیہ میں حضرت مدنی رحمہ اللہ کا موقف نقل کرنے کے بعد فرمایا:

مفتی علام نے بدعت کے لفظ کی وجہ سے مکروہ تحریمی لکھ دیا جیسا کہ پہلے مسئلہ میں انہوں نے بحث کی ہے، لیکن علامہ شامی رحمہ اللہ نے ''بدائع'' وغیرہ کی جو عبارت نقل کی ہے اس سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ طریقہ سنت واستحباب کے خلاف ہے، چنانچہ اخیر میں وہ خود لکھتے ہیں: '' وهو كالصريح فی انها كراهة تنزيهية '' لیکن اگر تہجد کو نوافل رمضان میں شمار کیا جائے اور یقیناً وہ نوافل ہی ہیں اور رمضان میں جماعت کر لی تو کراہت بھی نہیں، واللہ اعلم۔ ظفیر۔

(فتاوی دار العلوم زکریا (جدید) ص ۲۷۷ ج ۳۔ مطبوعہ: المکتبۃ الاشرفیۃ، دیوبند۔ فتاوی دار العلوم دیوبند مدلل ومکمل ص ۲۷۱ ج ۴، سوال نمبر: ۱۷۲۶۔ مطبوعہ: دار الاشاعت، کراچی)

پیراور جمعہ کے دن کی موت

آپ ﷺ کی ولادت اور وفات پیر کے دن ہوئی، آپ ﷺ کو نبوت پیر کے دن عطا ہوئی، ہجرت کے لئے مکہ مکرمہ سے روانگی اور مدینہ منورہ پہنچنا پیر کے دن ہوا، قرآن کریم کا نزول پیر کے دن سے شروع ہوا، بدر کی فتح پیر کے دن ہوئی، پیر اور جمعرات کو روزہ کو حکم دیا گیا، اللہ تعالی کی بارگاہ میں انسانوں کے اعمال پیر اور جمعرات کو پیش کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالی نے زمین (اور ایک روایت میں) درختوں کو پیر کے دن پیدا کیا، وغیرہ امور اس مختصر رسالہ میں مع حوالہ جمع کئے گئے ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آپ ﷺ کی ولادت، اور قرآن کا نزول پیر کے دن ہوا

(۱)......عن أبی قتادة الانصاری رضی الله عنه : ان رسول الله صلی الله علیه وسلم سُئل عن صوم یوم الاثنین ؟ فقال : فیه ولدت ' وفیه انزل القرآن۔

(مسلم، باب استحباب صیام ثلا ثة ایام من کل شهر ' وصوم یوم عرفة ' و عاشوراء ' والاثنین والخمیس، کتاب الصیام ، رقم الحدیث:۱۱۶۰)

ترجمہ:......حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ سے پیر کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسی دن میں پیدا کیا گیا، اور اسی دن مجھ پر قرآن کریم نازل (ہونا شروع) ہوا۔

آپ ﷺ کو پیر کے دن نبوت عطا کی گئی

(۲)......عن انس رضی الله عنه قال : نبئ النبی صلی الله علیه وسلم یوم الاثنین۔

(مستدرک حاکم ص ج (مترجم ص۲۳۱۱ ج۴، باب ما جاء فی صوم یوم الاثنین والخمیس ، ابواب الصیام ، رقم الحدیث:۴۵۸۷)

ترجمہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ کو پیر کے دن نبوت عطا کی گئی۔

آپ ﷺ کی ولادت، وفات، نبوت، ہجرت پیر کے دن ہوئی

(۳)......عن ابن عباس رضی الله عنهما قال : ولد النبی صلی الله علیه وسلم یوم الاثنین ' واستنبیء یوم الاثنین ' وتوفی یوم الاثنین ' وخرج مهاجرا من مکة الی

المدینة یوم الاثنین ‘ ورفع الحجر اسود یوم الاثنین۔

(مسند احمد ص۳۰۴ ج۴ ، تتمة مسند عبد الله بن عباس رضی الله عنهما ، رقم الحدیث:۲۵۰۶)

ترجمہ:......حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت پیر کے دن ہوئی ،اورآپ ﷺ کونبوت سے بھی پیر کے دن عطا ہوئی، اورآپ ﷺ کا وصال مبارک بھی پیر کے دن ہوا،اورآپ ﷺ نے پیر کے دن مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی،اورحجر اسود (اپنی جگہ پر) پیر کے دن رکھا گیا۔

آپ ﷺ کی ولادت ،وفات ،ہجرت اور بدر کی فتح پیر کے دن ہوئی

(۴)......عن ابن عباس رضی الله عنهما قال : ولد نبیکم صلی الله علیه وسلم یوم الاثنین ‘ ویوم الاثنین خرج من مکة ‘ و دخل المدینة یوم الاثنین ‘ وفتح بدر یوم الاثنین ‘ و نزل سورة المائدة یوم الاثنین ﴿ الیوم اکملت لکم دینکم ﴾ ورفع الرکن یوم الاثنین ، وتوفی یوم الاثنین۔

(معجم طبرانی کبیر ص۲۳۷ ج۹ ، تتمة مسند ، رقم الحدیث:۱۲۹۸۴)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:تمہارے نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت پیر کے دن ہوئی ،اورآپ ﷺ پیر کے دن مکہ معظّمہ سے ہجرت کے لئے روانہ ہوئے ،اور مدینہ منورہ پیر کے دن داخل ہوئے ،اور بدر کی فتح پیر کے دن ہوئی،اورسورۂ مائدہ یعنی یہ آیت:﴿ الیوم اکملت لکم دینکم ﴾ پیر کے دن نازل ہوئی، اورحجراسوداسی دن (اپنی جگہ پر) رکھا گیا،اورآپ ﷺ کا وصال مبارک بھی پیر کے دن ہوا۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا پیر کی موت پر باب قائم فرمانا

امام بخاری رحمہ اللہ نے مستقل ایک باب قائم فرمایا ہے: ’’باب موت یوم الاثنین‘‘ پیر کے دن کی موت کا باب، اس باب کے تحت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کا ذکر فرمایا ہے کہ: انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تھا کہ: آپ ﷺ کی وفات کس دن ہوئی تھی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جوابا عرض کیا: پیر کے دن، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سوال کیا: آج کونسا دن ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: پیر کا دن، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اس وقت سے لے کر آج رات تک وفات کی امید ہے۔

(۵)......وقال لها فی أيِّ یوم توفی رسول الله صلى الله عليه وسلم ؟ قالت : یوم الاثنين ، قال فَایُّ یومٍ هذا ؟ قالت یوم الاثنين ، قال : ارجوا فیما بینی و بین اللیل۔

(بخاری، باب موت یوم الاثنین ، کتاب الجنائز ، رقم الحدیث:۱۳۸۷)

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب کو لا کر بتلانے چاہتے ہیں کہ: ہر مسلمان کو یہ تمنا اور خواہش کرنی چاہئے کہ اس کو پیر کے دن موت آئے۔

علامہ ابوالحسن ابن بطال مالکی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

جس دن نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی اس دن وفات کی تمنا کرنی چاہئے، اور اگر وہ شخص اس دن فوت نہیں ہوا تو اسے پیر کے دن کی وفات کی تمنا کرنے کا انشاء اللہ ثواب ملے گا۔ (شرح ابن بطال ص ۳۶۹/۳۷۰ ج ۳، مطبوعہ: بیروت۔ نعمۃ الباری ص ۵۷۶ ج ۳)

نوٹ:......حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پیر کے دن وفات کی تمنا فرمائی، مگر وصال منگل کی رات کو ہوا۔ علامہ زین بن المنیر رحمہ اللہ نے اس کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے خلیفہ تھے، اس لئے آپ کی وفات ذرا پیچھے ہوئی، تاکہ خلافت کے معنی کا تحقق ہوجائے۔(فتح)۔(تحفۃ الباری ص۱۵۴ج۴)

آپ ﷺ پیر اور جمعرات کو روزے رکھتے تھے

(۶)......عن عائشة رضی الله عنها قالت : كان النبی صلی الله عليه وسلم يصوم الاثنين والخميس۔

(نسائی، باب صوم النبی صلی الله عليه وسلم ، كتاب الصيام ، رقم الحديث:۲۳۶۶)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: نبی کریم ﷺ پیر اور جمعرات کو روزے رکھتے تھے۔

(۷)......عن حفصة رضی الله عنها قالت : كان رسول الله صلی الله عليه وسلم يصوم ثلاثة ايام من الشهر : الاثنين والخميس ، والاثنين من الجمعة الاُخرى۔

(ابوداؤد، باب من قال : الاثنين والخميس ، كتاب الصيام ، رقم الحديث:۲۴۵۱)

ترجمہ:......حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ مہینے میں تین دن روزے رکھتے تھے:(مہینہ کی پہلی) پیر اور جمعرات، اور دوسرے ہفتہ کی پیر۔

(۸)......عن ام سلمة رضی الله عنها قالت : كان رسول الله صلی الله عليه وسلم يأمرنی أن أصوم ثلاثة أيام من الشهر ، أولها الاثنين والخميس۔

(ابوداؤد، باب من قال : الاثنين والخميس ، كتاب الصيام ، رقم الحديث:۲۴۵۲)

ترجمہ:......حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ: میں مہینے میں تین دن روزے رکھوں: ان روزوں میں پہلے پیر کا دن اور دوسرے ہفتہ کی جمعرات کا دن (روزہ رکھوں)۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم پیراور جمعرات کوروزے رکھتے تھے

(۹)......انّ عليا رضى الله عنه كان يصوم الاثنين والخميس۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۹۳ج۶، ما ذكر فى صوم الاثنين والخميس ، كتاب الصيام ، رقم الحديث:۹۳۳۰)

ترجمہ:......حضرت علی رضی اللہ عنہ پیراور جمعرات کوروزہ رکھتے تھے۔

(۱۰)......عن عبد الله رضى الله عنه : انه كان يصوم الاثنين والخميس۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۹۳ج۶، ما ذكر فى صوم الاثنين والخميس ، كتاب الصيام ، رقم الحديث:۹۳۲۸)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پیراور جمعرات کوروزہ رکھتے تھے۔

تشریح:......اسلاف میں بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز، حضرت مکحول رحمہما اللہ بھی پیراور جمعرات کوروزہ رکھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۹۱ج۶، ما ذكر فى صوم الاثنين والخميس ، كتاب الصيام ، رقم الحديث:۹۳۲۲/۹۳۲۴)

اللہ تعالی کی بارگاہ میں اعمال پیراور جمعرات کوپیش کئے جاتے ہیں

(۱۱)......عن ابى هريرة رضى الله عنه : ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : تعرض الاعمال يوم الاثنين والخميس ، فأحب ان يعرض عملى وانا صائم۔

(ترمذی، باب ما جاء فى صوم يوم الاثنين والخميس ، ابواب الصيام ، رقم الحديث:۷۴۷)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (اللہ تعالی کی بارگاہ میں)اعمال پیراور جمعرات کوپیش کئے جاتے ہیں، اس لئے مجھے یہ

بات پسند ہے کہ میرے اعمال روزے کی حالت میں پیش ہوں۔

(۱۲)......عن مولی اُسامة بن زیدٍ : أنّه انطلق مع اُسامة الی وادی القُری فی طلب مال له ، فكان يصوم يوم الاثنين و يوم الخميس ، فقال له مولاه : لِمَ تصوم يوم الاثنين و يوم الخميس و انت شيخ كبير ؟ فقال ان نبی الله صلی الله عليه وسلم كان يصوم يوم الاثنين ويوم الخميس ، وسُئل عن ذلك ، فقال ان أعمال العِباد تُعُرَض يوم الاثنين و يوم الخميس۔

(ابوداوٗد، باب فی صوم الاثنین والخمیس ، کتاب الصیام ، رقم الحدیث:۲۴۳۶۔نسائی، صوم النبی صلی الله عليه وسلم بابی هو وامی و ذکر اختلاف الناقلین للخبر فی ذلک ، کتاب الصیام رقم الحدیث:۲۳۶۰/۲۳۵۹)

ترجمہ:......حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام سے روایت ہے کہ: وہ وادی القریٰ تک حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا مال تلاش کرنے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ گئے، اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے، ان کے آزاد کردہ غلام نے عرض کیا: آپ بوڑھے ہیں کیوں پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے، ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ ﷺ فرمایا: ان دنوں میں بندوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے پیر کے دن زمین کو بنایا (وفی روایۃ) درختوں کو پیدا کیا

اللہ تعالیٰ کے ارشاد ہے: ﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ﴾

ترجمہ:...... یقیناً تمہارا پروردگار وہ اللہ تعالیٰ ہیں جنہوں نے سارے آسمان اور زمین چھ دن

میں بنائے۔(پ:۸/سورۂ اعراف،آیت نمبر:۵۴)

مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں چند روایتیں نقل کی ہیں، جن میں پیر کے دن بارے میں ہے: اللہ تعالی نے پیر کے دن زمین کو بنایا۔

(کتاب العظمة ص۲۹۲/۲۹۳،مطبوعہ: دار الکتب، بیروت۔کتاب الاسماء و الصفات للبیهقی ص۳۸۳۔مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت۔تبیان القرآن ص۱۵۶ ج۴)

مسلم شریف کی روایت میں ہے: اللہ تعالی نے پیر کے دن درخت پیدا کئے۔

(۱)......و خلق الشجر یوم الاثنین۔

(مسلم، باب ابتداء الخلق ' وخلق آدم علیه السلام ، کتاب صفات المنافقین واحکامهم ، رقم الحدیث:۲۷۸۹)

خلاصہ یہ کہ پیر کا دن بابرکت ہے، اس میں وفات ہونا باعث خیر ہے، بلکہ اس دن کی موت کی دعا کرنی چاہئے ،اور جسے اللہ تعالی اس دن کی وفات نصیب فرمائے ، یہ اللہ تعالی کی طرف سے ایک نعمت ہے، شرط یہ ہے کہ ایمان والی موت نصیب ہو۔

مرغوب احمد لاجپوری

۲۴/رجب المرجب ۱۴۴۲ھ، مطابق ۸/مارچ ۲۱۲۰ء

پیر

جمعہ کے دن موت کے فضائل

جمعہ کے دن فوت ہونے والا قبر کے فتنے سے محفوظ رہے گا

(۱)......عن عبد الله بن عمرو رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه و سلم : ما من مسلم يموت يوم الجمعة أو ليلة الجمعة الا وقاه الله فتنة القبر۔

(ترمذی، باب ما جاء فيمن يموت يوم الجمعة ، ابواب الجنائز ، رقم الحديث:۱۰۷۴)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو قبر کے فتنے سے محفوظ فرماتے ہیں۔

جمعہ کے دن فوت ہونے والا قبر کے عذاب سے محفوظ رہے گا

(۲)......عن انس رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من مات يوم الجمعة وُقِيَ عذاب القبر۔

(مجمع الزوائد ص۴۲ ج۳، باب فيمن مات يوم الجمعة ،كتاب الجنائز ، رقم الحديث:۳۸۹۱)

ترجمہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جو شخص جمعہ کے دن فوت ہو جائے تو اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔

جمعہ کے دن فوت ہونے والے کے لئے شہداء کی مہر ہوگی

(۳)......عن جابر رضی الله عنه قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من مات يوم الجمعة أو ليلة الجمعة أجيز من عذاب القبر ، وجاء يوم القيامة عليه طابع الشهداء۔

ترجمہ:......حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو فوت ہو جائے تو اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھا جاتا ہے، اور وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس پر شہداء کی مہر ہو گی۔

(کنز العمال ، وجوب الجمعة واحکمها ، رقم الحدیث:۲۱۰۸۴)

جمعہ کے دن فوت ہونے پر ایمان کی مہر لگا دی جاتی ہے

(۴)......عن عکرمة بن خالد المخزومی رضی الله عنه : من مات یوم الجمعة أو لیلة القدر خُتم بخاتم الایمان ووُقِی من عذاب القبر۔

(کنز العمال ، یوم الجمعة و لیلتها و لیلة القدر ، الفضائل ، رقم الحدیث:۳۸۲۹۴)

ترجمہ:......حضرت عکرمہ بن خالد مخزومی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جو شخص جمعہ کے یا جمعہ کی رات میں فوت ہو جائے اس کے لئے ایمان کی مہر لگا دی جاتی ہے (یعنی اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا)، اور وہ عذاب قبر سے بچا لیا جائے گا۔

جمعہ کے دن فوت ہونے والے کو شہید کا ثواب ملے گا

(۵)......عن ایاس بن بکیر رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال : من مات یوم الجمعة کتب له أجر شهید و وقی فتنة القبر۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ ص۲۴۲ ج ۳، باب الجمعة ، الفصل الثالث)

ترجمہ:......حضرت ایاس بن بکیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن فوت ہو جائے تو اسے شہید کا ثواب ملے گا، اور وہ فتنۂ قبر سے محفوظ رہے گا۔

جمعہ کے دن فوت ہونے والے کا حساب نہ ہوگا

(٦)......عن عطاء رحمه الله قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ما من مسلم أو مسلمة يموت في يوم الجمعة الا وقى عذاب القبر ' و لقى الله ولا حساب عليه ' وجاء يوم القيامة و معه شهود يشهدون له أو طابع۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ ص۲۴۲ ج۳، باب الجمعة ، الفصل الثالث)

ترجمہ:......حضرت عطاء رحمہ اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان مرد اور مسلمان عورت جمعہ کے دن فوت ہو جائے تو وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا، اور وہ اس حال میں اللہ تعالی سے ملاقات کرے گا کہ اس کا کوئی حساب نہ ہوگا، اور وہ قیامت کے دن ایسے گواہوں ساتھ آئے گا جو گواہی دیں گے، اور اس کے پاس شہادت کی مہر ہوگی۔

نوٹ:......علامہ نسفی نے یہاں تک کہا کہ: کافر سے بھی عذاب قبر (عذاب برزخ) جمعہ اور اس کی رات میں روک دیا جاتا ہے۔ (شرح الصدور ص۱۸۱۔شمائل کبری ص۴۶۲، جلد دہم)

رمضان میں موت کی فضیلت

(۱)......حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کی موت رمضان المبارک میں ہو وہ جنت میں داخل ہوگا، جس کی موت عرفہ کے دن ہوجائے وہ جنت میں داخل ہوگا، جس کی موت صدقہ کے موقعہ پر (یعنی صدقہ خیرات کے بعد ہو) وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(ابونعیم شرح الصدور ص۳۱۴۔شمائل کبری ص ۲۴۶، جلد دہم، مطبوعہ: زمزم پبلیشرز، کراچی)

(۲)......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ماہ رمضان میں مرنے والوں سے عذاب قبر اٹھالیا جاتا ہے۔

(شرح الصدور ص ۲۰۷۔شمائل کبری ص ۴۶۱، جلد دہم)

علامہ نسفی نے یہاں تک کہا کہ: کافر سے بھی عذاب قبر (عذاب برزخ) رمضان میں روک دیا جاتا ہے۔(شرح الصدور ص ۱۸۱۔شمائل کبری ص ۴۶۲، جلد دہم)

رؤیت ہلال

ہلال اور رؤیت کی تعریف، گواہی قبول کرنے میں احتیاط، بڑا چاند دیکھ کر دوسری تاریخ کا کہنا جائز نہیں، قرب قیامت میں چاند پہلے سے دیکھ لیا جائے گا، شریعت میں چاند کے بارے میں حساب کا اعتبار نہیں، امکان رؤیت کا مسئلہ، اختلاف مطالع کی بحث، رؤیت ہلال کے متعلق آپ ﷺ کی احادیث، اور مفید فقہی مسائل، اور چاند دیکھ کر پڑھنے کی دعائیں وغیرہ امور اس مختصر رسالہ میں مع حوالہ جمع کئے گئے ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

مقدمہ

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں: ﴿يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ط قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾۔(پ۲/سورۂ بقرہ،آیت نمبر:۱۸۹)

ترجمہ:......لوگ آپ سے نئے مہینوں کے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں۔آپ انہیں بتا دیجئے کہ یہ لوگوں کے (مختلف معاملات کے) اور حج کے اوقات متعین کرنے کے لئے ہیں۔

تفسیر:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک خاص شان ہے کہ انہوں نے بوجہ عظمت و ہیبت اپنے رسول ﷺ سے سوالات بہت کم کئے ہیں، بخلاف پچھلی امتوں کے کہ جنہوں نے بکثرت سوالات کئے اور اس ادب کو ملحوظ نہیں رکھا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوالات جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے کل چودہ ہیں۔

(معارف القرآن ص۴۶۶/۴۶۷ ج۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس ارشاد سے بھی رؤیت ہلال کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو چودہ سوالات کئے ان میں ایک ہلال کے متعلق تھا۔

حضرت معاذ بن جبل انصاری اور حضرت ثعلبہ انصاری رضی اللہ عنہما نے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! یہ کیا بات ہے کہ ہلال اول تو باریک سا ظاہر ہوتا ہے، پھر بڑھتے بڑھتے بالکل بھر جاتا ہے اور پورا ہو جاتا ہے، اس کے بعد پھر

باریک ہونا شروع ہوتا ہے یہاں تک کہ ویسا ہی ہوجاتا ہے جیسا کہ اول تھا، ایک حالت پر نہیں رہتا، اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری مترجم ص۳۲۴ ج۱)

اسلام میں بہت سے احکام کا مدار رؤیت ہلال پر ہے جیسے: حج، عیدین، رمضان کے روزے، کفارہ کے روزے، قربانی، تکبیر تشریق، اعتکاف، زکوۃ کی تاریخ کا تعین، عورت کی عدت وفات، ایلاء کے لئے چار ماہ کی مدت، قرض کی ادائیگی کی تاریخ وغیرہ۔

ہلال اور رؤیت کی تعریف

ہلال پہلی تاریخ سے لے کر سات تاریخ تک اور چھبیس وستائیس تاریخ کے چاند کو کہتے ہیں۔ باقی پورے مہینے کے چاند کو ''قمر'' کہا جاتا ہے۔ خوب روشن اور بھرپور چاند کے لئے ''بدر'' کا لفظ ہے، چونکہ عام طور پر چودھویں کے شب میں چاند اپنی روشنی کے اعتبار سے مکمل حجم کا نظر آتا ہے، اس لئے چودھویں کے چاند کو ''بدر'' کہا جاتا ہے۔

(القاموس المحیط۔ قاموس الفقہ ص۳۴۲ ج۴)

رؤیت: آنکھ سے کسی چیز کو معلوم کرنا، ابن سیدہ نے کہا: رؤیت' آنکھ اور دل سے دیکھنا ہے، یہ ''رأی'' کا مصدر ہے۔ (الصحاح للجوہری۔ لسان العرب لابن منظور)

رؤیت ہلال سے مقصود: پچھلے مہینہ کی انتیس تاریخ کا سورج غروب ہونے کے بعد بینا آنکھ کے ذریعہ، ایسے شخص کی طرف سے اس کا معائنہ ومشاہدہ کرنا ہے، جس کی خبر پر اعتماد ہو، اور اس کی گواہی قبول ہو، اور اس کی رؤیت سے مہینہ کا آغاز ثابت ہوجائے گا۔

(حاشیہ ابن عابدین۔ موسوعہ فقہیہ (اردو) ص۱۴۰ ج۳۸)

اس دور میں گواہی کو قبول کرنے میں پوری احتیاط برتنی چاہئے

اس دور پرفتن میں جبکہ جھوٹ اور کذب وخیانت عام ہے، دیندار سمجھا جانے والا طبقہ

بھی اس گناہ کبیرہ میں مبتلا ہے، ایسے وقت میں رؤیت ہلال کی گواہی بھی قبول کرنے میں بہت احتیاط کرنی چاہئے، ہر ایرے غیرے کی گواہی پر جلد بازی میں فیصلہ کردینا فرض روزے کے ضیاع کا سبب ہوسکتا ہے۔اس وقت اس اہم مسئلہ میں عوام تو عوام خواص کی طرف سے کچھ نہ کچھ احتیاط میں کمی کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔

خیر القرون کے اس زمانہ میں جس کے عدل وسچائی کی گواہی زبان صاحب شریعت ﷺ سے مروی ہے، اس میں بھی ایسی گواہی آئی تو اسے رد کیا گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رؤیت کی گواہی دینے والے کو ابرو دھونے کا حکم

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو جس نے کہا تھا کہ: میں نے چاند دیکھا ہے، فرمایا تھا کہ: اپنی ابروؤں کو پانی سے صاف کرو، پھر فرمایا کہ: اب بتاؤ چاند کہاں ہے؟ اس نے کہا: وہ تو گم ہوگیا، تو آپ نے فرمایا: وہ بال تھا جو تیری ابروؤں میں قائم ہوگیا تھا (آنکھ کے ابرو کے سامنے آ گیا تھا) اور تو نے اس کو ہلال سمجھ لیا تھا۔

(عمدۃ الفقہ ص ۲۳۱ ج ۳، رؤیت ہلال کا ثبوت)

(۱)......''شامی'' میں ہے: یروی ان عمر رضی الله عنه أمر الذی قال : رأیت الهلا ل أن یمسح حاجبیه بالماء ، ثم قال له : أین الهلال ؟ فقال : فقدته ، فقال : شعرة قامت بین حاجبیک فحسبتها هلالا۔

(شامی ص ۳۵۱ ج ۳، مطلب : فی صوم یوم الشک ،کتاب الصوم ، تحت قوله : ما رآه یحتمل ان یکون خیالا لا هلالا ، ط : مکتبة دار الباز ، مکة المکرمة)

قاضی ایاس بن معاویہ رحمہ اللہ کی رؤیت کی گواہی پر حکیمانہ تدبیر

قاضی ایاس بن معاویہ رحمہ اللہ نے ایک نہایت قابل احترام شخصیت حضرت انس رضی

اللہ عنہ کے چاند کی رؤیت کے دعوی کو حکیمانہ تدبیر سے واہمہ قرار دیا جس کا حضرت نے خود بھی اقرار کیا۔

(۲)......حکی عن انس بن مالک رضی الله عنه انه حضر مع جماعة فيهم اياس بن معاوية ' فأخبر انس رضی الله عنه أنه رأى الهلال ولم يره أحد من الجماعة ، فتفطن اياس بذكائه و نظر الى عين انس رضى الله عنه فوجد عليها شعرة بيضاء ' وقد نزلت من حاجبه ' فرفعها اياس بيده ' و قال : أرنی الهلال ؟ قال : لا انظره۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: آپ ایک جماعت کے ساتھ قیام فرما تھے، ان میں قاضی ایاس بن معاویہ رحمہ اللہ بھی تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ: میں نے چاند دیکھا اور مجلس میں سے کسی نے نہیں دیکھا، قاضی ایاس رحمہ اللہ نے اپنی ذہانت وفطانت سے کام لیا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی آنکھ کی طرف دیکھا تو اس پر سفید بال نظر آیا جو ان کی بھوؤں پر آ گیا تھا، قاضی ایاس رحمہ اللہ نے اسے اپنے ہاتھ سے ہٹایا اور عرض کیا: اب چاند دکھلایئے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب تو نظر نہیں آتا۔ (رسالۃ الہلال (علامہ طنطاوی) ص۲۹، فصل كيف يعتبر الحساب فی الهلال ، الخ)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا گواہی کو رد کرنا اور گواہوں کو سزا دینا

(۳)......عن عبد الكريم الجَزرى ' قال : شهد قوم عند عمر بن عبد العزيز على هلال رمضان ' فَاتَّهَمهم فضربهم سبعين سبعين ، وأبطل شهادتَهم۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۶۲۶ ج۱۱، شاهد الزور ما يُصنع به ؟ كتاب البيوع والاقضية ، رقم الحديث:۲۳۵۰۳)

ترجمہ:......حضرت عبدالکریم جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ

اللہ کے سامنے کچھ لوگوں نے رمضان کے چاند کی گواہی دی، آپ نے ان کو جھوٹا قرار دیا اوران سب کو (جھوٹی گواہی کی سزامیں) ستر ستر کوڑے مارے، اوران کی شہادت کو باطل قرار دیا۔

تشریح:...... یہ روایت بہت قابل غور ہے کہ: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ایک دو آدمی کی نہیں ایک قوم کی گواہی ردفرمادی۔

ایک جماعت کی شہادت کے باوجود علامہ نجم الدین کا عدم عید کا فیصلہ

علامہ نجم الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اہل سمرقند نے رمضان کا چاند:۵۳۱ھ میں پیر کی رات کو دیکھا اوراسی کے مطابق روزہ رکھا، پھرایک جماعت نے قاضی القضاۃ کے سامنے :۲۹/رمضان کو پیر کی رات گواہی دی کہ: اہل کش نے اتوار کی رات کو رمضان کا چاند دیکھا تھا اس لئے آج تیس رمضان ہے، اس گواہی پر قاضی نے اعلان کردیا کہ آج آخری رمضان ہے اورکل عید ہوگی ، مگر شام کو اہل سمرقند میں سے کسی نے بھی چاند نہیں دیکھا، اورمطلع بالکل صاف تھا، اورابرآلود بھی نہیں تھا، اس کے باوجود انہوں نے منگل کو عید کا فیصلہ کیا، تو علامہ نجم الدین رحمہ اللہ نے فرمایا: میں فتوی دیتا ہوں کہ آج رات تراویح نہ چھوڑی جائے، اورکل افطار بھی جائز نہیں، اورعید کی نماز بھی جائز نہیں، اورفرمایا: یہی صحیح ہے۔

’’قال نجم الدین : اھل ’’ سمرقند ‘‘ رأوا ھلال رمضان سنة احدی و ثلا ثین مائة بسمرقند لیلة الاثنین و صاموا کذلک ، ثم شھد جماعة عند قاضی القضاة یوم الاثنین ‘ وھو الیوم التاسع والعشرون ان اھل ’’ کش‘‘ رأوا الھلال لیلة الاحد وھذا الیوم آخر الشھر ‘ وقضی به و نادی المنادی فی الناس ان ھذا آخر یوم و غدا یوم

العيد ، فلما امسوا لم ير أحد من اهل سمرقند الهلال ، والسماء مصحية لا علة بها اصلا و مع هذا عيدوا يوم الثلاثاء ، قال نجم الدين : انا أفتيت بانه لا يترك التراويح فى هذه الليلة ، ولا يجوز الافطار يوم الثلاثاء ، ولا صلوة العيد ، قال : والصحيح هذا ''۔

(فتاوی تاتارخانیہ ص۳۶۶ ج۳، الفصل: روية الهلال ،كتاب الصوم ، رقم المسئلة :۴۵۸۵)

گواہوں پر جرح کرنا چاہئے اور اسلاف سے اس کا ثبوت

یہ دور کذب کا ہے، اس لئے ہر آدمی کی گواہی بغیر تحقیق کے قبول نہیں کرنی چاہئے، بلکہ اس گواہ پر جرح کرنا چاہئے، حضرات سلف سے بھی گواہی کے بعد قسم لینا ثابت ہے۔

(۱)......عن على : انه استحلف عبيد الله بن الحُرّ مع بينته۔

ترجمہ:......حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عبید اللہ بن حر سے گواہ کے ساتھ قسم بھی طلب کی۔

(۲)......عن شريح قال ، قبّح الله بينتك اِن لم تَحلِفُ على حقِك۔

ترجمہ:......حضرت شریح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اگر تم اپنے حق پر قسم نہ اٹھاؤ گے تو اللہ تعالی تمہارے گواہ کو ہر اچھائی اور بھلائی سے دور رکھے (تمہارے گواہ کا برا ہو)۔

(۳)......عن شريح انه كان يستحلف مع البيِّنة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۶۲۹ ج۱۱، من كان يستحلف الرجل مع بينته ، كتاب البيوع والاقضية ، رقم الحديث::۲۳۵۱۶/۲۳۵۱۸/۲۳۵۲۰)

ترجمہ:......حضرت شریح رحمہ اللہ گواہ کے ساتھ قسم بھی لیتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سینکڑوں کی گواہی کو رد کرنا

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے بحرین کے

گورنر مقرر تھے، یہاں کی رعایا نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی شکایت کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول کر دیا، معزولی کے بعد بحرین کی رعایا نے ایک چال یہ چلی کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ پر ایک الزام لگایا تا کہ ان کی واپسی ممکن نہ رہے، وہ یہ کہ زمینداروں سے ایک لاکھ کی رقم جمع کر کے دربار خلافت میں جمع کرائی اور کہا کہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے سرکاری محاصل سے خیانت کر کے ہمارے پاس جمع کرائی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سختی سے باز پرس کی، معاملہ بہت نازک تھا، رقم موجود تھی، سینکڑوں شاہد تھے، کسی مزید ثبوت کی ضرورت نہ تھی، لیکن حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے دماغی توازن قائم رکھا اور نہایت اطمینان سے کہا کہ: میں نے تو دو لاکھ جمع کئے تھے، ایک لاکھ کی اس نے خیانت کی، یہ سن کر زمین دار بہت گھبرایا اور حلف لے کر اپنی صفائی پیش کی، ورنہ ان کو دو لاکھ بیت المال میں داخل کرنا پڑتے تھے، مگر یہ واقعہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے کے لئے بنایا گیا تھا، اور تحقیقات سے غلط ثابت ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: تم نے دو لاکھ کا کیوں اقرار کیا، انہوں نے جواب دیا کہ: مجھ پر تہمت لگائی گئی تھی، اور اس کے سوا بدلہ لینے کی کوئی صورت نہ تھی۔

(مستفاد: سیر الصحابہ رضی اللہ عنہم ص ۱۸۲ ج ۲، مہاجرین حصہ دوم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ میں جبکہ رقم موجود تھی، سینکڑوں شاہد تھے، مگر ان کی گواہی پر کوئی فیصلہ نہیں فرمایا۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ کا اکتیسواں روزہ رکھنا

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

خود میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ: حضرت (مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری

رحمہ اللہ) کے اخیر رمضان المبارک میں شعبان کے چاند کی گڑبڑ سے یہ بحث شروع ہوئی کہ آج مطلع صاف ہے تیس روزے پورے ہوجانے کے بعد اگر شام کو رؤیت نہ ہوئی تو کل روزہ رکھنا چاہئے یا نہیں؟ حضرت کا ارشاد مبارک تھا کہ: شعبان کے چاند میں جس شہادت پر مدار تھا بعض وجوہ سے شرعی حجت نہ تھی، اس لئے روزہ ہے، اور میرا ناقص خیال تھا کہ وہ شرعی حجت سے صحیح تھی، اس لئے کل کا روزہ نہیں ہے، دن بھر بحث رہی، شام کو چاند نظر نہیں آیا، حضرت نے طے فرمادیا کہ میں روزہ رکھوں گا، میں نے عرض کیا: میرے لئے کیا ارشاد ہے؟ فرمایا کہ: میرے اتباع کی ضرورت نہیں، سمجھ میں آگیا ہو تو رکھو ورنہ نہیں، بالآخر حضرت کا روزہ تھا اور میرا افطار۔ (الاعتدال فی مراتب الرجال: اسلامی سیاست ص ۲۰۹)

بہت غور کا مقام ہے کہ حضرت رحمہ اللہ نے کس قدر احتیاط کا پہلو اختیار فرمایا، شعبان کی رؤیت میں غلطی کے شبہ پر اکتیسواں روزہ رکھا۔

بادشاہ کے اعلان پر امام الحرمین رحمہ اللہ کا عید نہ کرنا

امام الحرمین ابو المعالی عبد الملک الجوینی رحمہ اللہ کا جب دور تھا اور ملک شاہ سلجوقی نے عید کے چاند کا اعلان کرادیا، امام الحرمین رحمہ اللہ کے نزدیک رویت ثابت نہیں تھی، انہوں نے منادی کروادی کہ ابو المعالی کہتا ہے کہ: کل تک ماہ رمضان ہے، جو میرے فتوی پر عمل کرنا چاہتا ہے اسے لازم ہے کہ وہ کل بھی روزہ رکھے، ملک شاہ نے باز پرس کی، تو فرمایا کہ:

جو امور فرمان سلطانی پر موقوف ہیں ان کی اطاعت ہم پر فرض ہے، اور جو حکم فتوی سے متعلق ہے وہ بادشاہ کو مجھ سے پوچھنا چاہئے، کیونکہ بحکم شریعت علماء کا فتوی حکم شاہی کے برابر ہے، روزہ رکھنا، عید کرنا یہ امور فتوی پر موقوف ہیں بادشاہ وقت کو ان سے کوئی تعلق

نہیں، چنانچہ بادشاہ نے اعلان کرادیا کہ میرا حکم درحقیقت غلط تھا اور امام الحرمین کا حکم صحیح ہے۔(تاریخ دعوت وعزیمت ص ۱۱۷ ج۱)

حکومت کے اعلان پر اکابر علماء دیوبند کا عید نہ کرنا

حضرت مولانا محمود اشرف عثمانی صاحب مدظلہم' حضرت مولانا مفتی جمیل صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''صدر ایوب خان مرحوم کے زمانہ میں ایک مرتبہ رویت ہلال کا مسئلہ درپیش آیا، آخر شب میں حکومت نے چاند کا اعلان کردیا، شہادتیں ناکافی تھیں، فجر کی نماز کے بعد احقر اپنے والد ماجد مولانا زکی کیفی مرحوم کے ہمراہ جامعہ اشرفیہ حاضر ہوا تو مدرسہ کے دفتر میں - جو اس وقت مسجد کے حوض کی بالائی سطح پر تھا- علماء جمع تھے، حضرت مولانا عبید اللہ مدظلہم' شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی تشریف رکھتے تھے، لوگوں کا تانتا بندھا ہوا تھا، باہر سے ٹیلی فون کی بھر مار تھی ، لوگ مہتمم صاحب سے مسئلہ پوچھتے تو مہتمم صاحب حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کی طرف اشارہ کردیتے، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ فرماتے کہ: بھائی یہ تو شرعی مسئلہ ہے اس میں تو مفتی صاحب کی بات چلے گی اور پھر حضرت مولانا مفتی جمیل صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی طرف اشارہ فرمادیتے، مفتی صاحب فرماتے کہ: حکومت جانے اور اس کا مسئلہ، میں تو بہرحال روزہ سے ہوں، (یعنی آج عید نہیں ہے)اسی دوران کراچی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ سے بات ہوئی اور پھر بالآخر مسئلہ کا صاف اعلان کردیا گیا''۔

(ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی، بابت: رمضان المبارک ۱۴۱۸ مطابق جنوری ۱۹۹۸ء)

اکا دکا آدمی کی شہادت پر اعتماد کرنا لاکھوں انسانوں کو اندھا فرض کرنا ہے

امام ابوبکر جصاص رازی رحمہ اللہ نے ''احکام القرآن'' میں بڑے پتے کی بات لکھی کہ:

ہمارے ائمہ نے یہ فتوی دیا ہے کہ اگر مطلع بالکل صاف ہو تو رمضان اور عید کے چاند کے لئے ایک دو آدمیوں کی شہادت کافی نہیں، بلکہ شہادت دینے والی اتنی بڑی جماعت ہونی چاہئے کہ غلطی کا احتمال نہ رہے، اس لئے کہ اکا دکا آدمی کی شہادت پر اعتماد کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم اس علاقے کے لاکھوں انسانوں کو گویا اندھا فرض کر رہے ہیں۔

(اختلاف امت اور صراط مستقیم ص۱۰۲ ج۱)

رؤیت ہلال میں اتحاد امر مستحسن نہیں

مسئلہ:...... رؤیت ہلال میں اتحاد و اتفاق ضروری نہیں، بلکہ صحت اور صحیح رؤیت پر عمل کرنا ضروری ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

اگر عید کا ایک دن منانا کوئی امر مستحسن ہے تو پھر سارے عالم کے مسلمانوں کو ایک ہی دن عید منانی چاہئے۔ (رویت ہلال ص۲۳۔ جواہر الفقہ ص۴۶۳ ج۳)

تمام شہروں میں ایک ہی دن رمضان یا عید منانا نہ مسلمانوں پر لازم ہے نہ اس کے اہتمام میں پڑنا کوئی اسلامی خدمت یا شرعی اجر ہے، اور نہ عادۃً ایسا ہوسکتا ہے، کیونکہ مغربی اور مشرقی ممالک میں مسافت طویلہ کے بعد اختلاف مطالع کا وجود یقینی اور اس کا اعتبار جمہور کے نزدیک ثابت ہے، اس لئے عہد صحابہ میں رمضان و عید مدینہ میں کسی روز مکہ میں کسی روز، شام میں کسی دن عراق و مصر میں کسی دن ہوتی تھی، ان سب شہروں میں ایک ہی دن رمضان یا عید منانے کا جو اہتمام اس زمانہ میں ممکن تھا حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم و

تابعین رحمہم اللہ نے اس کا بھی اہتمام نہیں فرمایا۔

(آلات جدیدہ کے شرعی احکام، ص ۱۷۶۔ جواہر الفقہ ص ۴۶۴ ج ۷)

رؤیت ہلال کے اختلاف کو ختم کرنے کی سعی قدرت کا مقابلہ کرنا ہے

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''چاند کے مسئلہ میں گڑ بڑ اور اختلافی صورت ہمیشہ سے رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی، قرون مشہود لہا بالخیر: خلافت راشدہ کے دور میں بھی یہ رہا، اس اختلاف کو ختم کرنے کی سعی قدرت کا مقابلہ کرنا ہے۔ (فتاوی محمودیہ ص ۴۷ ج ۱۰، مطبوعہ: جامعہ فاروقیہ کراچی)

نوٹ:...... تفصیل کے لئے دیکھئے! راقم کا رسالہ ''رؤیت ہلال میں اتحاد کا مسئلہ''۔

(مرغوب الفقہ ص ۲۲ ج ۶)

بڑا چاند دیکھ کر دوسری تاریخ کا کہنا جائز نہیں

مسئلہ:...... چاند دیکھ کر یہ کہنا کہ چاند بہت بڑا ہے، کل کا معلوم ہوتا ہے، بری بات ہے۔

(بہشتی زیور ص ۲۰۰ رتیسرا حصہ، چاند دیکھنے کا بیان (درسی بہشتی زیور خواتین کے لئے ص ۲۰۷)

(۱):...... عن ابی هريرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله عليه وسلم : من اقتراب الساعة انتفاخ الاهلة ، وأن يری لليلة ، فيقال هو ابن ليلتين۔

(مجمع الزوائد ص ۲۶۳ ج ۳، باب فی الاهلة و قوله : صوموا لرؤيته ، كتاب الصوم ، رقم الحديث : ۴۸۰۸)

ترجمہ:...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: قرب قیامت کی علامات میں چاند کا بڑا نظر آنا ہے، اور یہ کہ چاند پہلی رات کا دیکھا جائے گا اور کہا جائے کہ یہ دوسری رات کا چاند ہے۔

نوٹ:......تفصیل کے لئے دیکھئے! راقم کا رسالہ ''قرب قیامت اور رؤیت ہلال''۔

(مرغوب الفقہ ص ۱۴۷ ج ۶)

قرب قیامت میں چاند پہلے سے دیکھ لیا جائے گا

قیامت کی علامتوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ چاند پہلے دیکھ لیا جائے گا، جیسا کہ اس وقت دنیا کے کئی اسلامی ممالک میں بھی رؤیت کا نظام درست نہیں ہے، اور رؤیت کا فیصلہ وقت سے پہلے ہی اکی دکی گواہی پر کر دیا جاتا ہے، حدیث شریف میں ہے:

(۲):......عن انس رضی اللہ عنه قال: من اقتراب الساعة ان یری الهلال قَبَلا ، فیقال للیلتین ، الخ۔(جمع الفوائد ص ۱۴۷ ج ۴)

ترجمہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: قرب قیامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ چاند پہلے سے دیکھ لیا جائے گا، اور (پہلی تاریخ کے چاند) کو کہا جائے گا کہ یہ دوسری تاریخ کا ہے۔

وقت سے پہلے روزہ رکھنے پر آیت کا نزول

(۱)......﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَىِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ﴾۔

(پ ۲۶/سورۂ حجرات، آیت نمبر:۱)

ترجمہ:......اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے آگے نہ بڑھا کرو۔

تفسیر:......زجاج نے کہا:

لا تقدموا أعمال الطاعات قبل وقتها الذی أمر الله تعالی به و رسوله صلی الله علیه وسلم۔

جن عبادات کے اوقات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے مقرر ہیں

ان کے وقت آنے سے پہلے ان عبادات کو ادا نہ کرو۔

(الجامع لاحکام القرآن ص۳۵۴ ج۱۹، سورۂ حجرات (تفسیر قرطبی)۔النکت والعیون ص۳۲۶ ج۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ: نبی کریم ﷺ سے پہلے روزہ نہ رکھو۔ایک روایت میں ہے کہ: حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم ایک یا دو دن رمضان سے پہلے ہی آپ ﷺ کی موجودگی میں روزہ شروع کردیتے تھے۔

''طبرانی'' کی روایت میں ہے کہ: مہینہ کی ابتدا جلدی سے شروع فرمادیتے اور روزہ رکھنے لگتے تھے، اس پر اللہ تعالی نے اس آیت کو نازل فرماکر حکم فرمایا کہ: اس طرح وقت سے پہلے روزہ نہ رکھو۔

(۲)......أخرج ابن مردوية عن عائشة رضى الله عنها فى قوله ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَىِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ﴾ قالت : لا تصوموا قبل أن يصومَ نبيُّكم۔

(۳)......وأخرج ابن النجار فى " تاريخه " عن عائشة رضى الله عنها قالت : كان الناس يتقدّمون بينَ يدى رمضانَ بصيامٍ– يعنى يوما أو يومين – فانزل الله : ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَىِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ﴾۔

(۴)......وأخرج الطبرانى فى "الاوسط" وابن مردوية عن عائشة رضى الله عنها ' ان ناسا كانوا يتقدّمون الشهر فيصومون قبل النبى صلى الله عليه وسلم فأنزل الله : فى قوله ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَىِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ﴾۔

(الدر المنثور فى التفسير بالمأثور ص۵۲۹/۵۲۸ ج۱۳، سورۂ حجرات)

روزے کے افطار سے قبل افطار کرنے کی سزا

(۲۵)...... ابو اُمامة الباهلى رضى الله عنه قال : سمعت رسول صلى الله عليه و

سلم يقول : بينا أنا نائم اذ أتانی رجلان فأخذا بضَبُعَیَّ فأتيا بی جبلا وعرًا فقالا : اصعَدْ ، فقلت : انِّی لا اُطيقُه ، فقالا : انّا سَنَسُهلُهُ لک ، فصعدتُّ حتّی اذا کنتُ فی سواء الجبل اِذا بأصواتٍ شديدةٍ ' قلتُ : ما هذه الاصوات ؟ قال : هذا عُواء أهل النّار ' ثم انطلق بی فاذا أنا بقومٍ معلِّقين بعَراقيبِهم ' مُشقّقةٍ أشداقُهُم تسيل اشداقُهم دماً ' قال :قلتُ : من هؤلاء ؟ قال : هؤلاء الذين يُفطِرون قبل تَحِلَّةِ صومهم ' فقال : خابت اليهود والنّصاری ، فقال سليمان : ما أدری أسَمِعَه ابوامامة من رسول الله صلی الله عليه وسلم ' أم شیءٌ من رأيه ، ثم انطلق فاذا بقوم أشدّ شیءٍ اِنتِفاخا ' وأنتَنِه ريحا ' وأسوئه مَنْظرا ، فقلت : مَن هؤلاء ؟ فقال : هولاء قَتْلی الكُفّار ، ثم انطلق بی فاذا أشد شیء انتفاخا وانتنه ريحا كأن ريحهم المَراحِيض ، فقلت : من هؤلاء ؟ قال : هؤلاء الزّانون والزّوانی ' ثم انطلق بی فاذا بنساء تَنْهَشُ ثَدْيَهُنّ الحيّات ' قلت : ما بال هؤلاء ؟ قال هؤلاء يمنَعْنَ اولادَهُنّ البانَهُنّ ، ثم انطلق بی فاذا انا بغلمانٍ يلعبون بين نهرين ' قلت : من هؤلاء ؟ قال : هؤلاء ذَراری المؤمنين ، ثم شَرَف شرفًا فاذا أنا بنفرٍ ثلا ثةٍ يشربون من خمرٍ لّهم ، قلت : من هؤلاء ؟ قال : هؤلاء جعفرٌ و زيدٌ وابن رواحةَ ، ثم شرفنی شرفا آخر ، فاذا انا بنفرٍ ثلا ثةٍ ، قلت : من هولاء ؟ قال : هذا ابراهيم وموسی وعيسی وهم ينظُرُونی۔

(*صحیح ابن خزیمہ،* باب ذکر تعليق المفطرين قبل وقت الافطار بعراقيبهم و تعذيبهم فی الآخرة بفطرهم قبل تحلة صومهم ، جماع ابواب فضائل شهر رمضان و صيامه ، رقم الحديث:۱۹۸۶۔ *صحیح ابن حبان (آخری حدیث)،* باب ذكر وصف عقوبة اقوام من اجل اعمال ارتكبوها اری رسول الله صلی الله عليه وسلم اياها ، كتاب اخباره نن مناقب الصحابة ، رقم الحديث:۷۴۹۴)

ترجمہ:......حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ: میں سورہا تھا کہ دو شخص میرے پاس (خواب میں) آئے اور میرے بازو پکڑ کو مجھ کو ایک سخت پہاڑ پر لائے اور کہا کہ چڑھو، میں نے کہا کہ: مجھ میں اس کی طاقت نہیں ہے، انہوں نے کہا کہ: ہم اس کو آپ لئے آسان بنادیں گے، چنانچہ میں چڑھا، اور جب پہاڑ کی ہموار سطح پر پہنچا تو بہت کچھ سخت آوازیں سنائی دیں، میں نے پوچھا: یہ آواز کیسی ہیں؟ فرشتوں نے کہا کہ: یہ عام دوزخی ہیں، پھر مجھ کو آگے چلایا گیا تو دیکھتا کیا ہوں کہ کچھ آدمی پنڈلیوں کے بل لٹکے ہوئے ہیں اور ان سے خون بہہ رہا ہے، میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا کہ: یہ وہ لوگ ہیں کہ جو روزے کے افطار سے قبل افطار کیا کرتے تھے، پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ: بڑے خسارے میں رہے یہود ونصاری (کہ انہوں نے قبل از وقت افطار کیا) سلیم راوی کہتے ہیں کہ: اس لفظ کہ متعلق میں نہیں کہہ سکتا کہ: ابوامامہ نے اس کو رسول اللہ ﷺ سے سنا (اور نقل کیا) یا اپنی طرف سے کہا۔ پھر مجھ کو آگے چلایا تو دیکھتا کیا ہوں کہ کچھ آدمی نہایت درجہ پھولے ہوئے اور نہایت بد بودار تھے کہ پاخانہ کی سی بد بو آتی تھی، اور نہایت بدشکل تھے، میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ فرشتوں نے کہا کہ: یہ زنا کرنے والے مرد اور زنا کرنے والی عورتیں ہیں، پھر مجھ کو چلایا گیا تو عورتیں نظر پڑیں کہ ان کی پستانیں سانپ نوچ رہے تھے، میں نے پوچھا کہ: ان کا کیا قصہ ہے؟ جواب ملا کہ: یہ وہ عورتیں ہیں کہ جو اپنے بچوں کو دودھ نہیں پلاتی تھیں۔ پھر مجھ کو چلایا گیا تو بچوں کو دیکھا کہ دو نہروں کے درمیان کھیل رہے ہیں، میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ جواب ملا کہ: یہ مسلمانوں کی صغیر سن اولاد ہیں۔ پھر مجھ کو اوپر چڑھایا گیا تو تین آدمی نظر آئے کہ اپنی شراب پی رہے ہیں، میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ فرشتوں نے کہا کہ: یہ

حضرت جعفر اور حضرت زید اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہم ہیں جو غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے تھے۔ پھر مجھ کو دوسری طرف اوپر چڑھایا گیا تو تین اشخاص نظر آئے، میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ فرشتوں نے کہا کہ: یہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم الصلوۃ والسلام ہیں اور وہ مجھے دیکھ رہے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا چاند کے ثبوت کے بغیر رمضان شروع کرنے پر ارشاد

(۱):......عن عتبة بن عمار بن عياش ، عن أبيه ، قال : أتيت ابن مسعود ، فقلت : صام ناس من الحيّ و ناس من جيراننا اليوم ، فقال : عن رؤية الهلال ؟ فقلت : لا ، قال : لان أفطر يوما من رمضان ثم أقضيه ، أحب اليّ من أن أصوم يوما من شعبان۔

ترجمہ:......حضرت عتبہ بن عمار بن عیاش اپنے والد سے روایت نقل فرماتے ہیں کہ: میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور میں نے عرض کیا کہ: محلّہ کے کچھ لوگوں نے اور ہمارے کچھ پڑوسیوں نے آج (شعبان کے آخری دن کا) روزہ رکھا ہے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا (رمضان کے) چاند کی رویت (کے ثبوت کے بعد) روزہ رکھا ہے؟ میں نے کہا: نہیں تو آپ نے فرمایا: میں رمضان کا ایک روزہ افطار کروں اور پھر اس کی قضا کروں، یہ مجھے پسند ہے اس بات سے کہ میں شعبان کے دن کی (آخری تاریخ کا جو یوم شک ہے) روزہ رکھوں۔

(معجم طبرانی کبیر ص۳۶۲ ج۹، رقم الحدیث :۹۵۶۴۔ مجمع الزوائد ص۲۶۷ ج۳، باب فيمن يتقدم رمضان بصوم ، كتاب الصوم ، رقم الحديث :۴۸۲۹)

تشریح:......رمضان کے چاند کے ثبوت کے بغیر شعبان کے آخری دن کا روزہ رکھنے پر یہ

ارشاد فرمایا: کہ اگر بعد میں کسی کی گواہی پر رمضان کا چاند ثابت بھی ہو جائے اور اس پہلی رمضان کا روزہ قضا کرنا پڑے یہ مجھے پسند ہے اس بات سے کہ چاند کے ثبوت سے پہلے ہی رمضان شروع کردوں۔

شریعت میں چاند کے بارے میں حساب کا اعتبار نہیں

مسئلہ:……شریعت نے چاند کے بارے میں حساب کا اعتبار نہیں کیا، یعنی فلکیات کے ماہرین جس دن چاند دیکھے جانے کا امکان بتائیں، اس دن بغیر چاند دیکھے صرف اہل فلکیات کی رائے پر چاند کا فیصلہ کردینا درست نہیں۔

ضروری نوٹ:……اس کذب و خیانت کے دور میں مناسب بلکہ ضروری ہے کہ جب ماہرین فلکیات کے مطابق چاند کی رویت کا امکان نہ ہو تو اکی دکی شہادتوں پر چاند کا فیصلہ نہیں کرنا چاہئے، ہاں جم غفیر کی گواہی آجائے تو اور بات ہے، مگر جب رویت کا امکان نہ ہو تو انشاء اللہ جم غفیر کی شہادتیں نہیں آئیں گی۔ امکان رویت کے بارے میں راقم نے اپنے رسالہ ''رویت ہلال اور حساب فلکیات'' میں لکھا ہے:

امکان رؤیت کا مسئلہ

اہل حساب و ماہرین فلکیات کے نزدیک جس دن چاند کی رؤیت ممکن نہ ہو، ایسے وقت میں اکی دکی شہادت یقیناً رد کردی جائے گی، اس لئے ضروری ہے کہ اس دور پرفتن میں جس میں جھوٹ اور کذب عام ہو (جس کی خبر خود آنخضرت ﷺ نے بھی دی ہے کہ ''ثم یفشو الکذب''، یعنی پھر جھوٹ پھیل جائے گا) ماہرین فلکیات سے بھی تحقیق کی جائے کہ آج چاند کے نظر آنے کا امکان ہے یا نہیں؟ اگر اس دن رویت ممکن نہ ہو تو ایسی گواہی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ہمارے اکابر نے واضح طور پر لکھا ہے کہ: رؤیت کے سلسلہ میں اہل

حساب کی بات کو یکسر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

اور یہ رائے اکابر علماء کی ہے، جیسے: حضرت مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ، حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب رحمہ اللہ، حضرت مولانا یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مد ظلہم، مولانا مفتی محمد فیصل صاحب مدظلہ، حضرت مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی مدظلہ، حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ، حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہ، حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمہ اللہ، حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمہ اللہ۔

نوٹ:......ان اکابر کی آراء کی عبارات اور حوالوں کے لئے دیکھئے! راقم الحروف کا رسالہ ''رویت ہلال اور حساب فلکیات''۔ مرغوب الفقہ ص۱۲۴ ج۶۔

اس مختصر رسالہ میں اس مقدمہ کے ساتھ آپ ﷺ کی احادیث اور چند فقہی مسائل ذکر کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالی اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے، اور پوری امت کو صحیح رؤیت کی تحقیق کر کے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور حق کو اپنانے اور حق پر استقامت نصیب فرمائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

۲۶/شوال المکرّم ۱۴۴۲ھ، مطابق: ۷/جون ۲۰۲۱ء،

پیر

آپ ﷺ شعبان کے چاند دیکھنے کا خوب اہتمام فرماتے

(۱)......عن عائشة رضی الله عنها تقول : كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتحفّظ من شعبان ما لا يتحفّظ من غيره ، ثم يصوم لِرؤية رمضان ، فاِنْ غُمَّ عليه عدّ ثلاثين يوما ثمّ صام۔

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ جتنا شعبان کے چاند کا اہتمام فرماتے تھے اتنا کسی دوسرے ماہ کا نہیں فرماتے تھے، پھر رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھتے تھے، لیکن مطلع غبار آلود ہونے (اور کہیں سے رویت کی اطلاع نہ ملنے) کی صورت میں (شعبان کے) تیس دن پورے فرمایا کرتے تھے۔

(ابوداؤد، باب اذا اغمی الشهر ، کتاب الصیام ، رقم الحدیث:۲۳۲۵)

ہم لکھی پڑھی امت نہیں ہیں

(۲)......عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما عن النبی صلى الله عليه وسلم انه قال : اِنّا اُمَّة اُمِّيَّة لا نكتب ولا نحسب ، الشهر هٰكذا و هٰكذا ' يعنى مرّة تِسعةً و عشرين و مرة ثلاثين۔

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہم ایسی امت ہیں جو (مکتب میں) پڑھی ہوئی نہیں ہے، ہم نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں، مہینہ اس طرح یا اس طرح ہوتا ہے یعنی کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے اور کبھی تیس دن کا ہوتا ہے۔

(بخاری، باب قول النبی صلى الله عليه وسلم : لا نكتب ولا نحسب ، كتاب الصوم ، رقم الحديث:۱۹۱۳)

تشریح:......علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

اس حدیث میں مذکور ہے کہ ہم امی امت ہیں، اس کے حسب ذیل معانی ہیں:

(۱)......امّی کا معنی ہے: جوام (ماں) کی طرف منسوب ہو، اور ماں عموما مکتب میں پڑھی ہوئی نہیں ہوتی۔

(۲)......اس سے مراد ہے: امت عرب (یعنی عرب والے) اور وہ عموما لکھتے نہیں تھے۔

(۳)......ہم جس کیفیت سے اپنی ماؤں سے پیدا ہوئے، اسی کیفیت پر باقی ہیں۔

(۴)......ہم ام القری یعنی مکہ کی طرف منسوب ہیں یا اپنی امہات کی طرف منسوب ہیں۔

(۵)......ہم نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں، کیونکہ عربوں میں لکھنا پڑھنا بہت نادر تھا، قرآن مجید میں ہے:

﴿ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ﴾۔ (پ:۲۸/سورۃ الجمعہ، آیت نمبر:۲)

ترجمہ:......وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے (عظیم) رسول بھیجا۔

(۶)......حساب نہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ ہم علم نجوم کا حساب نہیں کرتے یا ستاروں کے چلنے اور ان کی رفتار کا حساب نہیں رکھتے۔

(۷)......ہم ایسی امت ہیں جس کو اپنے روزوں اور دیگر عبادات میں حساب وکتاب کی معرفت کا مکلّف نہیں کیا گیا، ہماری عبادات واضح نشانیوں اور امور ظاہرہ کے ساتھ مربوط ہیں۔

(۸)......اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ روزہ کے تعین میں علم نجوم کا دخل نہیں ہے، اور ستاروں کی رفتار کے حساب کا دخل نہیں ہے۔

(۹)......نبی ﷺ نے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا کہ روزہ تیس کا بھی ہوتا ہے اور انتیس کا

بھی ہوتا ہے، اس کا معنی ہے کہ ہاتھ کے اشارے سے عدد کا تعین صحیح ہے، لہذا کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے اور انگلیوں سے تین کا اشارہ کرے تو تین طلاقیں ہو جائیں گی۔

(نعمۃ الباری ص ۳۹۷ ج ۴)

چاند دیکھے بغیر روزہ نہ رکھو

(۳)......عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما انّ رسول الله صلی الله علیه وسلم قال : الشهر تِسع و عشرون لیلةً فلا تصوموا حتّی تَرَوه ' فَاِنُ غُمَّ علیکم فأکمِلوا العدّة ثلا ثین۔

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مہینہ انتیس راتوں کا بھی ہوتا ہے، اس لئے تم روزہ نہ رکھو حتی کہ تم (رمضان کے چاند کو) دیکھ لو، پس اگر تم پر چاند مستور ہو جائے تو تم تیس دن کی گنتی پوری کرو۔

(بخاری، باب قول النبی صلی الله علیه وسلم : اذا رأیتم الهلال فصوموا ' واذا رأیتموه فأفطروا ، کتاب الصوم ، رقم الحدیث:۱۹۰۷)

تم میں سے کوئی رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے

(۴)......عن ابی هریرة رضی الله عنه : عن النبی صلی الله علیه و سلم قال : لا یتقدمَنَّ احدُکم رمضان بصوم یوم أو یومین ، الا ان یکون رجل کان یصوم صومه ' فَلْیَصُمْ ذلک الیوم۔

(بخاری، باب لا یتقدّمنّ رمضان بصوم یوم ولا یومین ، کتاب الصوم ، رقم الحدیث:۱۹۱۴)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص رمضان سے ایک دن پہلے یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے مگر یہ کہ ایک آدمی

کی عادت اس دن روزہ رکھنا ہوتو وہ اس دن کا روزہ رکھ لے۔

(۵)......عن ابن عباس رضی الله عنهما قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لا تصوموا قبل رمضان ، الخ ۔

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان سے پہلے روزہ نہ رکھو۔

(ترمذی، باب ما جاء ان الصوم لرؤية الهلال والافطار له ، ابواب الصوم ، رقم الحديث:۶۸۸)

دو عادل آدمیوں کی گواہی پر رویت کا فیصلہ

(۶)......عن حسين بن الحارث الجدلي : اَنّ أمير مكّةَ خطب ثم قال : عَهِد الينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان ننسُک للرؤية ' فان لم نره و شهد شاهدا عدل نَسَكْنا بشهادتِهما۔

ترجمہ:......حضرت حسین بن حارث جدلی فرماتے ہیں کہ: امیر مکہ نے خطبہ دیا، پھر فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تاکیداً یہ حکم دیا تھا کہ: ہم عید بقر عید صرف چاند دیکھ کر کیا کریں اور اگر (ابر یا غبار کی وجہ سے) ہم چاند نہ دیکھ سکیں (یعنی رویت عامہ نہ ہو) مگر دو (معتبر اور) عادل گواہ رویت کی گواہی دیں تو ہم ان کی گواہی پر عید بقر عید کر لیا کریں۔

(ابوداؤد، باب شهادة رجلين على رؤية هلال شوال ، كتاب الصوم ، رقم الحديث:۲۳۳۸)

(۷)......اختلف الناس فی آخرِ یومٍ من رمضان ، فقَدِمَ أعرابِیّان فشهدا عند النبی صلی الله علیه وسلم بالله لأهَلّا الهلال أمس عشيّة ، فأمر رسول الله صلی الله علیه وسلم النّاس ان يُفْطِروا ، زاد خلف فی حديثه : وأن يَغْدُوا الی مصلاهم۔

ترجمہ:......حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں رمضان کے آخری دن میں (چاند کے متعلق)

اختلاف ہوا (کہ چاند نظر آیا یا نہیں؟) دو اعرابی (صحابہ رضی اللہ عنہما) آئے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے اس بات کی حلفیہ گواہی دی کہ: انہوں نے کل شام چاند دیکھا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے لئے حکم فرمایا کہ: روزہ افطار کرلیں۔ اور خلف کی حدیث میں اس بات کی زیادتی ہے کہ: کل نماز عید ادا کریں۔

(ابوداؤد، باب شهادة رجلين على رؤية هلال شوال ، كتاب الصوم ، رقم الحديث:۲۳۳۹)

آپ ﷺ کا ایک آدمی کی گواہی پر فیصلہ

(۸)......عن ابن عباس رضی الله عنهما قال : جاء اعرابیٌّ الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال : انِّی رأیتُ الهلال ...فقال : أتشهد أن لا اله الا الله ؟ قال : نعم ، قال : أتشهد ان محمّدًا رسول الله ؟ قال : نعم ، قال : یا بلال ! اَذِّنْ فی النّاس فَلْیصوموا غدا۔

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک اعرابی آئے اور عرض کیا: میں نے چاند دیکھا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود نہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ: محمد ﷺ اللہ تعالی کے رسول ہیں؟ اس نے کہا: جی ہاں، آپ ﷺ نے (حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا:) اے بلال لوگوں میں اعلان کردو کہ کل روزہ رکھیں۔

(ابوداؤد، باب فی شهادة الواحد علی رؤیة هلال رمضان ، كتاب الصوم ، رقم الحديث:۲۳۴۰)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاشم بن عتبہ کی گواہی قبول نہ فرمانا

(۹)......عن عمرو بن دینار قال : أبی عثمان أن یُجیزَ شهادة هاشم بن عتبة علی

رؤية الهلال۔

ترجمہ:......حضرت عمرو بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہاشم بن عتبہ کی گواہی کو رویت ہلال کے بارے میں قبول نہیں فرمایا۔

اکیلا چاند دیکھنے والا سب کے ساتھ عید کرے اور اپنی رویت پر متوجہ نہ ہو

(۱۰)......عن الحسن : انه كان يقول فى الرّجل يرى الهلال وحده قبل الناس ' قال : لا يصوم الا مع الناس ، ولا يفطر الا مع الناس۔

ترجمہ:......حضرت حسن رحمہ اللہ اس شخص کے بارے میں جس نے اکیلے چاند دیکھا ہو فرماتے تھے کہ: وہ لوگوں کے ساتھ روزہ رکھے اور لوگوں کے ساتھ عید کرے۔

(۱۱)......عن الحسن : فى رجل شهد على رؤية الهلال وحده ' قال : لا يُلتفت اليه۔

ترجمہ:......حضرت حسن رحمہ اللہ اس شخص کے بارے میں جس نے اکیلے چاند دیکھا ہو فرماتے تھے کہ: وہ اپنی رویت کی طرف توجہ نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۵۷ ج ۶ ، من كان يقول لا يجوز الا شهادة رجلين ، كتاب الصوم ، رقم الحديث: ۹۵۶۳/۹۵۶۴/۹۵۶۵)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا پہلے عید کر لینے پر تنبیہ فرمانا

(۱۲)......عن عمرو بن مهاجر : ان محمد بن سويد الفِهرى أفطر أو ضحّى قبل الناس بيوم ' فكتب اليه عمر بن عبد العزيز ما حملك على ان افطرتَ قبل الناس ؟ فكتب اليه محمد : انه شهد عندى حزام بن حكيم القُرشى انه رأى الهلال ، فكتب اليه عمر : أوَ احدُ النّاس ؟ أوَ ذو اليدين هو ؟ ۔

ترجمہ:......حضرت عمرو بن مہاجر فرماتے ہیں کہ: محمد بن سوید فہری نے لوگوں سے ایک دن

پہلے عید الفطر یا عید الاضحیٰ منائی، حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے انہیں خط لکھا کہ: کس بات نے تمہیں ابھارا کہ تم لوگوں سے پہلے افطار کرلو؟ تو محمد نے ان کی طرف خط لکھا کہ: حزام بن حکیم قرشی نے میرے سامنے چاند دیکھنے کی گواہی دی تو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے انہیں خط لکھا کہ: کیا ایک آدمی کی گواہی پر؟ کیا وہ (حضرت) ذوالیدین (رضی اللہ عنہ) ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۵۷ ج ٦، فی الهلال يرى و بعض الناس قد أكل، كتاب الصوم، رقم الحديث: ۹۵٦۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اہل شام کی رؤیت پر عمل نہ کرنا

(۱۳)......عن كريب، انّ أُمّ الفضل بنتَ الحارث بعثته الى معاوية بالشام، قال: فقدمتُ الشام، فقضيتُ حاجتها، واستُهِلَّ عَلَيَّ رمضانُ وانا بالشام، فرأيتُ الهلال ليلة الجمعة، ثم قدِمتُ المدينة فى آخِر الشهر، فسألنى عبد الله بن عباس رضى الله عنهما، ثم ذكر الهلال فقال: متى رأيتُمُ الهلال؟ فقلت رأيناه ليلة الجمعة، فقال أنت رأيتَه؟ فقلت: نعم، ورآه النّاس و صاموا وصام معاوية، فقال: لٰكِنّا رأيناه ليلة السّبت، فلا نزال نصوم حتى نُكمِّل ثلاثين، أو نراه، فقلت: أوَلا تكتفى برؤية معاوية و صيامِه؟ فقال: لا، هٰكذا أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

ترجمہ:......حضرت کریب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: (حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی والدہ) حضرت ام الفضل بنت حارث نے انہیں (کسی کام سے) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ملک شام بھیجا، تو میں شام آیا اور ان کا کام انجام دیا اور شام ہی میں رمضان کا چاند طلوع ہوا اور میں نے جمعہ کی رات چاند دیکھا، پھر رمضان کے آخر میں، میں

مدینہ منورہ پہنچا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے شام کے حالات کے بارے میں پوچھا اور رؤیت ہلال کا تذکرہ بھی آیا تو سوال کیا: تم نے کب چاند دیکھا؟ میں نے کہا: ہم نے جمعہ کی رات کو دیکھا، پھر پوچھا: کیا تم نے خود دیکھا؟ میں نے کہا: میں نے بھی دیکھا اور لوگوں نے بھی دیکھا اور انہوں نے روزہ رکھا، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی روزہ رکھا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم نے چاند سنیچر کی رات میں دیکھا اور ہم تو تیس روزے پورے کریں گے، یا ہم (انتیسویں کا) چاند دیکھ لیں، میں نے پوچھا: کیا آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے روزے رکھنے اور ان کے چاند دیکھنے کو کافی نہیں سمجھتے؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں، ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کا حکم فرمایا ہے۔

(مسلم، باب بیان ان لکل بلد رؤیتھم ' وانھم اذا رأوا الھلال ببلد لایثبت حکمه لما بَعُدَ عنھم، کتاب الصیام، رقم الحدیث:۱۰۸۷)

تشریح:...... یہ حدیث دلیل ہے ان حضرات کی جو فرماتے ہیں کہ اختلاف مطالع کا اعتبار ہے، اور ایک ملک کی رویت دوسرے ملک کے لئے حجت نہیں:

”و ھذا الحدیث حجة لمن قال باعتبار اختلاف المطالع فلا یلزم الصوم برویة أھل بلد علی أھل بلد آخر“۔

(بذل المجھود ص۴۶۴ ج۸، باب اذا رُوِی الھلال فی بلد قبل الآخرین بلیلة، کتاب الصیام، تحت رقم الحدیث:۲۳۳۲)

آپ ﷺ چاند دیکھتے وقت اس سے چہرہ مبارک پھیر لیتے تھے

(۱۴)......عن قتادة: ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کان اذا رأی الھلال صرف

وجهه عنه۔

(ابوداؤد، باب ما یقول الرجل اذا رأی الهلال ، کتاب الادب ، رقم الحدیث:۵۰۹۳)

ترجمہ:......حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ جب نیا چاند دیکھتے تو اس کی طرف سے چہرہ مبارک پھیر لیتے تھے۔

تشریح:......بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ'' هِلَالُ خَيْرٍ وَ رُشْدٍ ، هِلَالُ خَيْرٍ وَ رُشْدٍ ، هِلَالُ خَيْرٍ وَ رُشْدٍ ،آمَنْتُ بِالَّذِیْ خَلَقَکَ ، آمَنْتُ بِالَّذِیْ خَلَقَکَ ، آمَنْتُ بِالَّذِیْ خَلَقَکَ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ ذَهَبَ بِشَهْرِ کَذَا وَ جَاءَ بِشَهْرِ کَذَا'' دعاء پڑھتے وقت آپ ﷺ ایسا کرتے تھے تاکہ کسی کو یہ واہمہ اور شبہ نہ ہو کہ چاند سے دعاء مانگی جارہی ہے۔

(الدر المنضود ص ۶۳۷ ج ۶)

و کتب مولانا محمد یحی المرحوم فی '' التقریر '' قوله :'' صرف وجهه عنه '' و ذلک لئلا یلزم حین یدعو بالدعوات تشبه بعبدة الشمس والقمر۔

(بذل المجهود فی حل سنن ابی داود ص ۴۸۹ ج ۱۳)

چاند دیکھنے کے چند مسائل

مسئلہ:......شعبان کی انتیس کو رمضان کا چاند دیکھنا واجب علی الکفایہ ہے۔

مسئلہ:......اسی طرح شعبان کی گنتی پوری کرنے کے لئے رجب کی تیسویں کا حکم ہے۔

مسئلہ:......اسی طرح شوال کے چاند کا رمضان کی انتیسویں کو دیکھنا بھی واجب ہے۔

مسئلہ:......شوال کا چاند تیسویں کو نظر آئے تو عید کرلیں، اور اگر چاند نظر نہ آئے تو رمضان کے تیس دن پورے کریں، اس کے بعد عید کریں۔

مسئلہ:......ذی الحجہ اور ذیقعدہ کا چاند بھی انتیس کو دیکھنا واجب علی الکفایہ ہے۔

مسئلہ:......ان پانچ مہینوں کے علاوہ باقی مہینوں کے چاند انتیس کو دیکھنا مستحب علی الکفایہ ہے۔

مسئلہ:......رویت ہلال میں نجومیوں اور حساب دانوں کے قول کا اعتبار نہیں۔

مسئلہ:......چاند دیکھتے وقت چاند کی طرف اشارہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

’’و تکره الاشارة الی الهلال عند رؤیته ‘ لانه فعل اهل الجاهلیة۔

(فتح القدیر ص۵۳ ج۲ (ص۳۱۸ ج۲، ط: بیروت) فصل فی رؤیة الهلال ، کتاب الصوم)

ترجمہ:......اور چاند دیکھتے وقت اس کی طرف اشارہ کرنا مکروہ ہے، اس لئے کہ یہ اہل جاہلیت کا فعل ہے۔

رؤیت ہلال کا ثبوت

مسئلہ:......چاند کا ثبوت چار طریقوں سے ہوتا ہے:

(۱)......کسی نے خود چاند دیکھنے کی گواہی دی ہو۔

(۲)......کسی چاند دیکھنے والے کی گواہی پر گواہی دینا۔

(۳)......چاند ثابت ہونے کے متعلق قاضی کے حکم پر گواہی دی ہو۔

(۴)......چاند کی خبر شہرت وتواتر کو پہنچ گئی ہو۔

نوٹ:......چاند کے ثبوت کے مسائل کی دو قسمیں ہیں: (اول): وہ مسائل جو آسمان پر رویت ہلال کے وقت علت ہونے سے متعلق ہیں۔(دوسرا): آسمان پر کوئی علت نہ ہو۔

مسئلہ:......رمضان کا چاند علت کے دن ایک مسلمان، عادل، عاقل مرد یا عورت کی گواہی سے ثابت ہو جاتا ہے۔

مسئلہ:......علت سے مراد: ابر یا غبار یا ایسا اندھیرا، یا دھواں یا کہر (دھند) ہے۔

مسئلہ:......عادل سے مراد وہ شخص ہے جس کی نیکیاں، گناہوں سے زیادہ ہوں۔

مسئلہ:......عدالت وہ ملکہ ہے جو کہ انسان کو تقوی اور مروت لازم پکڑنے پر قائم کرے۔ اور اس کا ادنی درجہ یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں کو ترک کرے اور صغیرہ پر اصرار نہ کرے۔

مسئلہ:......کوئی عادل رمضان کا چاند دیکھے تو اسی رات اس کو گواہی دینا لازم ہے، عورت کے لئے بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ:......فاسق بھی گواہی دے، شاید کہ قاضی قبول کرے۔قاضی کو چاہئے کہ فاسق کی گواہی قبول نہ کرے۔اگر فاسق کو یقین ہے کہ میری گواہی قبول ہوگی تو اس کو بھی گواہی دینا واجب ہے۔

مسئلہ:......فاسق کی گواہی پر قاضی نے فیصلہ کردیا تو سب پر روزہ رکھنا واجب ہے۔

مسئلہ:......اکیلے شخص نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا (اور تیس کو بھی چاند نظر نہ آیا تو) تو یہ عید امام کے ساتھ کرے گا، (یعنی اکتیس روزے رکھے)۔

مسئلہ:......گاؤں وغیرہ میں جہاں قاضی نہ ہو ایک آدمی نے چاند دیکھا تو مسجد والوں کو

گواہی دے، اور وہ روزہ رکھیں، اگر آسمان پر بادل ہو تو دو آدمیوں کی گواہی پر عید کریں۔

مسئلہ:......جس کی گواہی قبول نہ کی گئی تو اس پر روزہ رکھنا واجب ہے۔

مسئلہ:......اکیلے چاند دیکھنے والے کا کوئی دوست تصدیق کرے تو اس کے لئے بھی روزہ رکھنا واجب ہے۔

مسئلہ:......اکیلے چاند دیکھنے والے پر تراویح پڑھنا لازم نہیں۔

مطلع صاف ہونے کی حالت میں رویت ہلال کے مسائل

مسئلہ:......مطلع صاف ہو تو بڑی جماعت کی گواہی ضروری ہے۔

نوٹ:...... بڑی جماعت کی تعداد امام کی رائے پر موقوف ہے۔ بڑی جماعت کی مقدار یہ ہے کہ جن کے خبر دینے پر یقین حاصل ہو جائے۔ یا پچاس مرد ہوں۔ یا ہر مسجد کے ایک دو آدمیوں نے دیکھا ہو۔ بلخ (وغیرہ بڑے شہروں) میں پانچ سو آدمی بھی بڑی جماعت کہلانے کے مستحق نہیں۔

مسئلہ:......اگر گواہوں نے رمضان کی انتیس کو گواہی دی کہ ہم نے تمہارے روزہ رکھنے سے ایک دن پہلے چاند دیکھا تھا، اگر وہ اسی شہر کے لوگ ہیں تو ان کی گواہی قبول نہ ہوگی۔

مطلع صاف نہ ہونے کی حالت میں شوال کے چاند کا ثبوت

مسئلہ:......شوال کا چاند صرف ایک شخص دیکھے تو وہ روزہ افطار نہ کرے۔

مسئلہ:......ایک شخص نے شوال کا چاند دیکھا اور گواہی قبول نہ کی گئی تو اس کے لئے رمضان کا تیسواں روزہ رکھنا (جو اس کی عید کا دن ہے) واجب ہے۔

مسئلہ:......قاضی نے اکیلے عید کا چاند دیکھا تو نہ روزہ توڑے، نہ عید کرے۔

مسئلہ:......مطلع صاف نہ ہونے کی حالت میں عید کے لئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی

گواہی ضروری ہے۔

مسئلہ:......رمضان کے چاند کی گواہی بہت سے فاسق دیں، یا عید کی گواہی کئی عورتیں دیں، اور گواہی قبول نہ ہوتو ان پر روزہ رکھنا واجب ہے۔

مطلع صاف ہونے کی حالت میں شوال کے چاند کا ثبوت

مسئلہ:......مطلع صاف ہوتو جب تک بڑی جماعت گواہی نہ دیں گواہی قبول نہ ہوگی۔

مسئلہ:......دو آدمیوں کی شہادت بھی اس وقت قبول کرلی جائے گی جب وہ دونوں کسی دوسری جگہ سے آئے ہوں، یا کسی بلند جگہ پر دیکھ رہے ہوں۔

عیدالاضحیٰ اور باقی نومہینوں کے چاند کا ثبوت

مسئلہ:......عیدالاضحیٰ اور باقی نومہینوں کے چاند کا حکم صحیح مذہب کی بناپر عیدالفطر کی طرح ہے،

نوٹ:......شہادت یقین کا فائدہ نہیں دیتی، اس لئے اس وقت قبول کی جاتی ہے جبکہ قاضی کے حکم پر شہادت دی ہو یا کسی دوسرے آدمی کی شہادت پر شہادت دی ہوتا کہ وہ شہادت معتبر ہوسکے، ورنہ باقی صورتوں میں وہ صرف خبر کا درجہ رکھتی ہے، بخلاف خبر کے پھیل جانے اور مشہور ہوجانے کے، کیونکہ وہ خبر یقین کا فائدہ دیتی ہے۔

مسئلہ:......چاند کی رویت کسی شخص کی رویت کی گواہی پر گواہی دینے سے بھی ثابت ہوجاتی ہے۔

مسئلہ:......دو آدمیوں نے گواہی دی کہ دومردوں نے فلاں شہر کے قاضی کے پاس فلاں رات چاند دیکھنے کی گواہی دی ہے، اور وہاں کے قاضی نے اس پر چاند ہوجانے کا فیصلہ جاری کیا ہے، یہ گواہی معتبر ہے۔

مسئلہ:......لیکن اگر گواہ دوسرے کی رویت پر گواہی دے تو قاضی چاند کے ثبوت کا حکم نہ

دے، مثلاً ایک جماعت نے گواہی دی کہ فلاں شہر والوں نے رمضان کا چاند دیکھا تھا اور آج کے حساب سے وہ تیسواں دن ہے تو ان کی گواہی معتبر نہیں، اس لئے کہ دوسروں کی شہادت پر گواہی نہیں دی بلکہ دوسروں کی رویت کی حکایت بیان کی ہے۔

مسئلہ:......ایک شخص کی گواہی پر رمضان شروع کیا، پھر تیس دن کے بعد بھی چاند نظر نہ آیا تو بعض فقہاء کے نزدیک اکتیسواں روزہ نہیں رکھا جائے گا، اور بعض فقہاء کے نزدیک اکتیسواں روزہ رکھا جائے گا۔

مسئلہ:......مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں ایک شخص کی گواہی پر رمضان شروع کیا تھا، اور تیس دن کے بعد بھی چاند نظر نہ آیا تو شیخین کے نزدیک لوگ اکتیسواں روزہ رکھیں۔

مسئلہ:......اور امام محمد کے نزدیک افطار کریں۔اور بعض نے افطار حلال نہ ہونے کی تصحیح کی ہے، اس لئے کہ آسمان صاف ہوتے ہوئے چاند کا نظر نہ آنا رمضان کے چاند کے ان گواہوں کی غلطی کی دلیل ہے، لہٰذا ان کی شہادت باطل ہو جائے گی۔

مسئلہ:......ایک شہر سے متعدد جماعتیں آکر یہ بیان کریں کہ وہاں کے لوگوں نے چاند دیکھا ہے تو یہ خبر معتبر ہے، اس کو خبر استفاضہ کہتے ہیں۔

مسئلہ:......اگر (چاند کے دیکھنے کی) خبر شائع ہو جائے اور یہ معلوم نہ ہو کہ کس نے دیکھا ہے تو صرف ایسی شہرت کا کوئی اعتبار نہیں، اس لئے کہ بعض مرتبہ پورے شہر میں خبر پھیل جاتی ہے اور یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ کس نے یہ خبر شائع کی ہے۔

مسئلہ:......کسی شہر والوں نے شعبان کے تیس دن بعد رمضان شروع کیا، اور رمضان کے اٹھائیس روزے رکھے اور شوال کا چاند نظر آ گیا تو اگر انہوں نے شعبان کا چاند دیکھ کر تیس دن پورے کئے تھے اور رمضان کا چاند نہیں دیکھا تو وہ ایک دن کا روزہ قضا کریں گے۔اور

اگرانہوں نے انتیس روزے رکھے پھر شوال کا چاند نظر آ گیا تو کوئی قضا نہیں۔

مسئلہ:......اور اگر انہوں نے شعبان کا چاند نہیں دیکھا اور رجب کا چاند دیکھ کر اس کے حساب سے تیس دن پورے کر کے شعبان کا مہینہ شروع کیا تھا پھر رمضان کا چاند نظر آیا تو انہوں نے شعبان کے تیس دن پورے کر کے رمضان کے روزے شروع کئے اور اٹھائیسویں روزے کے بعد شوال کا چاند نظر آ گیا تو وہ لوگ احتیاطاً دو روزے قضا کریں گے۔(مستفاد از: عمدۃ الفقہ ص۲۲۴ تا ۲۴۵ ج ۳)

چند جدید مسائل

مسئلہ:......دوربین اور خوردبین سے بھی چاند دیکھنا شرعاً معتبر ہے۔

مسئلہ:......اگر ہیلی کاپٹر سے افق پر جا کر چاند دیکھا جائے اور وہ چاند زمین سے دیکھنے والوں کو نظر نہ آئے تو شرعاً اس چاند دیکھنے کا اعتبار ہے۔

مسئلہ:......ہوائی جہاز سے جو چاند دیکھا جائے اور وہ زمین پر نظر نہ آئے، تو اگر ہوائی جہاز سے نیچے سے پرواز کر کے وہیں سے چاند دیکھ لیا گیا تو اس کا شرعاً اعتبار ہے۔ اور اگر ہوائی جہاز سے اتنی بلندی پر جا کر چاند دیکھا کہ وہاں کا مطلع بدل جاتا ہے تو اس خبر کو مان لینے سے مہینہ: ۲۸/ دن کا ہونا لازم آ جائے تو ہوائی جہاز سے دیکھے ہوئے چاند کا اعتبار نہ ہوگا۔

مسئلہ:......اگر شرعی رویت ہلال کمیٹی یا مسلم حاکم کی طرف سے ریڈیو یا ٹیلی ویژن پر شرعی ضابطہ کے مطابق چاند کا اعلان ہو، اور اس کی سچائی کا گمان غالب ہو جائے تو ایسے اعلان کا شرعاً اعتبار ہے۔

مسئلہ:......اگر دوسری جگہ سے تار، ٹیلی فون یا فیکس وغیرہ کے ذریعہ چاند کے ثبوت کی متواتر

خبریں اس طرح آئیں کہ ان پر یقین ہو جائے تو ایسی خبروں کا اعتبار کیا جائے گا۔

مسئلہ:......چاند کے متعلق اگر ٹیلی فون سے خبریں آتی ہیں تو دیکھا جائے گا کہ خبر دینے والا کن الفاظ میں خبر دے رہا ہے، اگر صرف یہ خبر دی کہ یہاں چاند ہو گیا ہے، یا یہاں بہت سے لوگوں نے چاند دیکھ لیا ہے، تو محض ان خبروں کا کوئی اعتبار نہیں، چاہے کتنی ہی خبریں کیوں نہ ہوں، اور اگر خبر دینے والے نے اس طرح خبر دی کہ خود میں نے چاند دیکھا ہے، یا چاند دیکھنے والے فلاں شخص نے خود مجھ سے بیان کیا ہے، یا یہ کہ یہاں کے قاضی یا رویت ہلال کمیٹی یا ذمہ دار اور مفتی نے چاند کی گواہی قبول کر لی ہے، تو ایسی صورت میں اگر اس طرح کے مضمون کے ٹیلی فون اتنی زیادہ تعداد میں آئیں کہ ان سے سچائی کا گمان غالب ہوتا ہو تو ایسی ٹیلی فون کی خبروں کا شرعا اعتبار کیا جائے گا، اور ان کی روشنی میں کسی دوسرے شہر میں چاند کے ثبوت کا اعلان کرنا قاضی یا رویت ہلال کمیٹی وغیرہ کے لئے جائز ہوگا۔

مسئلہ:......متعدد اخبارات میں اگر ذمہ دار حضرات کی طرف سے شرعی فیصلہ کا اعلان آجائے اور سچائی کا گمان غالب ہو تو اس اعلان پر عمل جائز ہے۔

(کتاب المسائل ص۱۲۴/۱۳۱ ج۲)

اختلاف مطالع

مطلع کا معنی چاند کے طلوع ہونے کی جگہ ہے، اس طرح ''اختلاف مطلع'' کا مطلب یہ ہوا کہ دنیا کے مختلف خطوں میں چاند کے طلوع ہونے اور نظر آنے کی جگہ الگ الگ ہوا کرتی ہے، لہذا ممکن ہے کہ ایک جگہ چاند نمودار ہو اور دوسری جگہ نہ ہو، ایک جگہ چاند ایک دن نظر آئے اور دوسری جگہ دوسرے دن۔

اب یہاں دو سوالات ہیں: ایک یہ کہ ''اختلاف مطلع'' پایا بھی جاتا ہے یا نہیں؟ دوسرے اگر پایا جاتا ہے تو اس کا اعتبار بھی ہوگا یا نہیں؟

پہلا مسئلہ اب نظری نہیں رہا، بلکہ یہ بات مشاہدہ اور تجربہ کی سطح پر ثابت ہو چکی ہے کہ دنیا کے مختلف علاقوں میں مطلع کا اختلاف پایا جاتا ہے، اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کے بعض مقامات ایسے ہیں جن کے درمیان بارہ بارہ گھنٹوں کا فرق ہے، عین اس وقت جب ایک جگہ دن اپنے شباب پر ہوتا ہے تو دوسری جگہ رات اپنا آدھا سفر طے کر چکی ہوتی ہے، ٹھیک اس وقت جب ایک مقام پر ظہر کا وقت ہوتا ہے تو دوسری جگہ مغرب کا وقت ہو چکا ہوتا ہے، ظاہر ہے ان حالات میں ان کا مطلع ایک تو ہو ہی نہیں سکتا، فرض کیجئے کہ جہاں مغرب کا وقت ہے اگر وہاں چاند نظر آئے تو کیا جہاں ظہر کا وقت ہے وہاں بھی چاند نظر آجائے گا؟ یا اس کو مغرب کا وقت کر لیا جائے گا۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مطلع کا اختلاف معتبر بھی ہوگا یا نہیں؟ احناف کا مشہور مسلک یہی ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہے، یعنی اگر مشرق کے کسی خطہ میں چاند نظر آیا تو وہ مغربی خطوں کے باشندوں کے لئے حجت ہوگا اور یہی رؤیت ان کے لئے عیدین و رمضان ثابت کرنے کو کافی ہوگی۔

امام شافعی رحمہ اللہ اور کچھ دوسرے فقہاء کے یہاں اس اختلاف مطالع کا اعتبار ہے، اوران کے یہاں ایک مقام کی رؤیت دوسرے مقام کے لئے بھی رؤیت اور چاند دیکھے جانے کی دلیل نہیں ہے، وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک حدیث سے استدلال کرتے ہیں، لیکن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی جس روایت کو وہ اپنی دلیل بناتے ہیں وہ ان کے نقطہ نظر کے لئے صریح اور واضح نہیں ہے۔

البتہ یہ بات واضح ہے کہ نمازوں کے اوقات میں سب ہی اختلاف اوقات کا اعتبار کرتے ہیں، اگر ایک جگہ ظہر یا عشاء کا وقت ہو چکا ہو اور دوسری جگہ نہ ہوا ہو تو جہاں وقت نہ ہوا ہو وہاں کے لوگ محض اس بناء پر ظہر وعشاء کی نماز ادا نہیں کر سکتے کہ دوسری جگہ ان نمازوں کا وقت ہو چکا ہے، یا اگر ایک جگہ مہینہ کا اٹھائیسواں دن ہے اور دوسری جگہ انتیسواں، جہاں چاند نظر آ گیا تو محض اس بناء پر اٹھائیسویں تاریخ ہی پر مہینہ ختم کر کے اگلے دن رمضان یا عید نہیں کی جائے گی کہ دوسری جگہ چاند نظر آ گیا ہے۔

اس لئے یہ بات انتہائی منطقی ہے کہ مطلع کا اختلاف اور اسی لحاظ سے رمضان وعید کا اختلاف تسلیم کرنا پڑے گا، فقہائے متقدمین کے دور میں ایک تو معلوم کائنات کی یہ وسعت دریافت ہی نہ ہوئی تھی، اور ممالک ہی نہیں، کئی براعظموں سے دنیا بے خبر اور ناآشنا تھی، پھر اس میں بھی مسلمان جزیرۃ العرب اور خلیجی علاقوں میں محدود تھے، اس وقت تک شاید یہ بات ممکن رہی ہو اور ان کے مطلع میں اتنا فرق نہ رہا ہو کہ اس کو الگ الگ سمجھا جائے اس لئے فقہاء نے ایسا کہا ہو، چنانچہ خود فقہاء احناف میں بھی متأخرین نے اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے۔ صاحب مراقی الفلاح علامہ شرنبلالی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

(۱)......وقيل يختلف ثبوته باختلاف المطالع، واختاره صاحب التجريد وغيره كما

اذا زالت الشمس عند قوم وغربت عند غيرهم فالظهر على الأولين لا المغرب لعدم انعقاد السبب في حقهم۔

(طحاوی مع مراقی ص۶۵۶، فصل فيما يثبت به الهلال وفی صوم ، كتاب الصوم ، ط : بيروت)

ترجمہ:......بعض حضرات کی رائے ہے کہ اختلاف مطالع کی وجہ سے رؤیت ہلال کے ثبوت میں بھی اختلاف ہوسکتا ہے، تجرید القدوری کے مصنف نے اسی کو ترجیح دی ہے جیسا کہ جب کچھ لوگوں کے یہاں آفتاب ڈھل جائے اور دوسروں کے یہاں غروب ہوجائے تو پہلے لوگوں پر ظہر ہے نہ کہ مغرب، اس لئے کہ ان کے حق میں مغرب کا سبب متحقق نہیں ہوا ہے۔

نیز اسی کے حاشیہ پر علامہ طحاوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

(۲)......وهو الاشبه ...لان انفصال الهلال من شعاع الشمس يختلف باختلاف الأقطار كما في دخول الوقت وخروجه .....وهذا مثبت في علم الأفلاك والهيئة عيني ' وأقل ما تختلف فيه المطالع مسيرة شهر كما في الجواهر۔

(طحاوی مع مراقی ص۶۵۶، فصل فيما يثبت به الهلال وفی صوم ، كتاب الصوم ، ط : بيروت)

ترجمہ:......یہی رائے زیادہ صحیح ہے، اس لئے کہ چاند کا سورج کی کرنوں سے خالی ہونا علاقوں کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے، جیسا کہ اوقات (نماز) کی آمد ورفت میں، اور یہ فلکیات اور علم ہیئت کے مطابق ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ نیز کم سے کم جس سے اختلاف مطالع واقع ہوتا ہے وہ ایک ماہ کی مسافت ہے جیسا کہ ''جواہر'' نامی کتاب میں ہے۔

''فتاوی تاتارخانیہ'' میں ہے:

(۳)......أهل بلدة رأوا الهلال هل يلزمه ذلك في حق أهل بلدة اخرى ؟ اختلف المشايخ فيه ، بعضهم قالوا : لا يلزم ...،

وفي القدوري : اذا كان بين البلدتين تفاوت لا يختلف المطالع لزم حكم احدى البلدتين البلدة الاخرى۔

(فتاوی تاتارخانیہ ص۳۶۵ ج۳، الفصل الثانی فيما يتعلق برؤية الهلال ، كتاب الصوم ، رقم : ۴۵۸۰/۴۵۸۲)

ترجمہ:......ایک شہر والے جب چاند دیکھ لیں تو کیا تمام شہر والوں کے حق میں رؤیت لازم ہوجائے گی؟ اس میں اختلاف ہے، بعض حضرات کی رائے ہے کہ لازم نہیں ہوگی......

اور ’’قدوری‘‘ میں ہے کہ: اگر دو شہروں کے درمیان ایسا تفاوت ہو کہ مطلع تبدیل نہ ہوتا ہو تو اس صورت میں رؤیت لازم ہوگی۔

صاحب ہدایہ اپنی کتاب ’’مختارات النوازل‘‘ میں ان الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار فرماتے ہیں:

(۴)......واهل بلدة صاموا تسعة وعشرين يوما بالرؤية ' واهل بلدة أخرى صاموا ثلاثين بالرؤية ، فعلى الأولين قضاء يوم اذا لم يختلف المطالع بينهما ، وأما اذا اختلف لا يجب القضاء۔ (مختارات النوازل۔مجموعۃ الفتاوی اردو ص۴۴۸ ج۱)

ترجمہ:......ایک شہر والوں نے رؤیت ہلال کے بعد: ۲۹/روزے رکھے اور دوسرے شہر والوں نے چاند ہی کی بناپر: ۳۰/روزے رکھے تو اگر ان دونوں شہروں میں مطلع کا اختلاف نہ ہو تو: ۲۹/روزے رکھنے والوں کو ایک دن کی قضا کرنی ہوگی، اور دونوں شہروں کا مطلع جدا گانہ ہو تو قضا کی ضرورت نہیں۔

محدث علامہ زیلعی رحمہ اللہ نے ''کنز الدقائق'' کی شرح ''تبیین الحقائق'' میں اس پر تفصیل سے گفتگو فرمائی ہے، انہوں نے اختلاف مطالع کی بحث میں فقہاء احناف کا اختلاف نقل کرنے کے بعد خود جو فیصلہ کیا وہ یہ ہے:

(۵)......الاشبة ان یعتبر ' لان کل قوم مخاطبون بما عندھم وانفصال الھلال عن شعاع الشمس یختلف باختلاف المطالع کما فی دخول وقت الصلوة و خروجه یختلف باختلاف الاقطار۔ (تبیین الحقائق ص۳۲۱ ج۱۔مجموعۃ الفتاوی اردوص ۴۴۷ ج۱)

ترجمہ:......زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہے، اس لئے کہ ہر جماعت اسی کی مخاطب ہوتی ہے جو اس کو درپیش ہو، اور چاند کا سورج کی کرنوں سے خالی ہونا مطالع کے اختلاف سے مختلف ہوتا رہتا ہے جیسا کہ نمازوں کے اوقات ابتدائی اور انتہائی علاقائی اختلاف کی بناء پر مختلف ہوتے رہتے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالحئ فرنگی محلی رحمہ اللہ نے اس موضوع پر مفصل بحث کرنے کے بعد جو جچا تلا فیصلہ کیا، وہ انہیں کے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے:

(۶)......اصح المذاہب عقلا ونقلا ہمیں است کہ ہر دو بلدہ کہ فیما بین آنہا مسافتے باشد کہ دراں اختلاف مطالع می شود وتقدیرش مسافت یک ماہ است دریں صورت حکم رؤیت یک بلدہ بہ بلدہ دیگر نخواہد شد ودر بلاد متقاربہ کہ مسافت کم از کم یک ماہ داشتہ باشند حکم رؤیت یک بلدہ بہ بلد دیگر لازم خواہد باشد۔

(مجموعۃ الفتاوی علی ھامش خلاصۃ الفتاوی ص ۲۵۵/۲۵۶ ج۱)

ترجمہ:......عقل ونقل ہر دو لحاظ سے سب سے صحیح مسلک یہی ہے کہ ایسے دو شہر جن میں اتنا فاصلہ ہو کہ ان کے مطلع بدل جائیں جس کا اندازہ ایک ماہ کی مسافت سے کیا جاتا ہے، اس

میں ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر کے لئے معتبر نہیں ہونی چاہئے ،اور قریبی شہروں میں جن کے مابین ایک ماہ سے کم کی مسافت ہو ایک شہر میں رؤیت دوسرے شہر کے لئے لازمی اور ضروری ہوگی۔ (مجموعۃ الفتاوی اردو ص ۴۴۹ ج ۱)

حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہ حضرت مولانا عبدالحئی صاحب رحمہ اللہ کی رائے نقل فرمانے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

راقم الحروف کے خیال میں یہ رائے بہت معتدل' متوازن اور قرین عقل ہے، البتہ اختلاف مطالع کی حد یں متعین کرنے میں ''ایک ماہ کی مسافت'' کی قید کے بجائے جدید ماہرین فلکیات کے حساب اور ان کی رائے پر اعتماد کیا جانا زیادہ مناسب ہوگا۔

(جدید فقہی مسائل ص ۲۱/۱۸ ج ۲ ، ط : زمزم کراچی)

اختلاف مطالع کسے کہتے ہیں؟

مطالع لغت میں ''مطلع'' (لام کے فتح وکسرہ کے ساتھ) کی جمع ہے، طلوع یا ظہور کی جگہ، اسی مفہوم میں یہ فرمان باری تعالی ہے: ﴿ حتی اذا بلغ مطلع الشمس ﴾۔
(یہاں تک کہ جب طلوع آفتاب کے موقع پر پہنچے)۔

یعنی مشرق کی طرف آباد زمین کی آخری حد۔

اصطلاحی معنی' لغوی معنی سے الگ نہیں، یعنی یہ طلوع یا ظہور کی جگہ ہے، اور یہاں اس سے مقصود: مغرب کی طرف چاند کے طلوع ہونے کی جگہ ہے۔ (موسوعہ فقہیہ ص ۱۴۰ ج ۳۸)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں:

اختلاف مطالع کا معتبر ہونا ایک ایسی بدیہی حقیقت ہے کہ اس سے انکار کرنا مشکل ہے، اور سمجھ لو کہ اختلاف مطالع کسے کہتے ہیں؟

اختلاف مطالع سے لوگ سمجھتے ہیں کہ جگہ اگر دور ہے تو مطلع مختلف ہوگا، اور اگر قریب ہے تو مطلع متحد ہوگا، حالانکہ حقیقت یہ نہیں ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب کبھی چاند افق پر طلوع ہوتا ہے تو وہ اپنے دیکھنے والوں کے حساب سے زمین پر ایک قوس بناتا ہے، جو شخص اس قوس کے اندر ہوگا وہ چاند دیکھ سکے گا اور جو قوس سے باہر ہوگا وہ چاند نہیں دیکھ سکے گا، مثال کے طور پر یہ سمجھ لو جیسے چاند طلوع ہوا اور یہ ڈیسک کی طرح جو رقبہ ہے وہ قوس ہے، جس میں کہ چاند دیکھا جا سکتا ہے تو ایک آدمی ڈیسک کے ایک کونے پر کھڑا ہے اور ایک آدمی ڈیسک کے دوسرے کونے پر کھڑا ہے اور دونوں کے درمیان ہزارہا میل کا فاصلہ ہے، مگر دونوں کے لئے مطلع متحد ہے، اس واسطے کہ دونوں قوس کے اندر ہیں اور چاند کو دیکھ رہے ہیں، اور ایک آدمی یہاں اندر کھڑا ہے اور دوسرا باہر تو دونوں کے درمیان ہوسکتا ہے کہ ایک میل کا بھی فاصلہ نہ ہو لیکن مطلع مختلف ہوگیا۔

اس کی ایک حسی مثال لیجئے کہ دارالعلوم کے باہر ایک اونچی سی ٹنکی لگی ہوئی ہے تو اس کو دیکھتے چلے جائیں یہ دور تک نظر آئے گی، اور نظر آتی رہے گی یہاں تک کہ ایک نقطہ ایسا آئے گا کہ نظر آنی بند ہوجائے گی، جہاں وہ آخری بار نظر آئی اور پھر دور قائد آباد (مشرق) کی طرف چلے جائیں تو یہاں بھی دور تک نظر آتی رہے گی اور جہاں آخری بار نظر آئے گی تو یہ دونوں کا مطلع ایک ہے، جبکہ دونوں کے درمیان چار پانچ میل کا فاصلہ ہے، لیکن جہاں آخری بار نظر آئی اور اس سے آگے جہاں نظر نہیں آرہی تو ان کے درمیان ہوسکتا ہے ایک ہی گز کا فاصلہ ہو لیکن دونوں کا مطلع مختلف ہے، تو معلوم ہوا کہ مطلع کے اتحاد اور اختلاف کا تعلق فاصلے کی کمی اور زیادتی پر نہیں، بلکہ نظر آنے کی صلاحیت پر ہے۔ پھر اگر یہ ہوتا کہ دائمی طور پر چاند ایک ہی قوس بناتا کہ جب بھی طلوع ہوتا تو ساری دنیا کو دو حصوں میں تقسیم

کر دیتا اور ایک حصہ میں نظر نہیں آتا تو بھی معاملہ آسان تھا کہ حساب لگا کر دیکھ لیتے کہ قوس میں کون کون سا ملک آ رہا ہے اور کون سا نہیں آ رہا، جو آ رہا ہے اس کو کہتے کہ اس کا مطلع متحد ہے اور جو نہیں آ رہا ہے اس کو کہتے کہ اس کا مطلع مختلف ہے، لیکن ہوتا یہ ہے کہ ہر مرتبہ جب چاند طلوع ہوتا ہے تو وہ زمین پر نئی قوس بناتا ہے، مطلب یہ ہے کہ جو ملک یا جو علاقے پچھلے مہینے اس قوس میں داخل تھے تو ہوسکتا ہے کہ اس مہینے وہ سب خارج ہو گئے ہوں اور نئے علاقے قوس میں آ گئے ہوں، اور ہر ماہ اسی طرح یہ قوس بدلتی رہتی ہے، لہذا کوئی دائمی فارمولہ ایسا وضع نہیں کیا جا سکتا کہ یوں کہا جائے کہ کراچی اور حیدر آباد کا مطلع تو ایک ہے اور کراچی اور لاہور کا مختلف، بلکہ ہر مرتبہ نئی صورت حال پیدا ہوتی ہے، لہذا اختلاف مطالع کو اگر معتبر مانا جائے جیسا کہ ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں تو عین ممکن ہے کہ کورنگی میں چاند نظر آئے اور صدر میں نظر نہ آئے، تو کہنا چاہئے کہ کورنگی اور صدر کا مطلع بھی مختلف ہے، اور چونکہ مطلع مختلف ہے اس لئے اگر کورنگی میں چاند نظر آئے تو صدر والوں پر حجت نہ ہونا چاہئے، اور صدر میں نظر آئے تو کورنگی والوں پر حجت نہ ہونا چاہئے، اور اگر اختلاف مطالع کو بالمعنی الحقیقی معتبر مانا جائے تو ایک شہر میں بھی ایک آدمی کی رؤیت دوسرے کے لئے کافی نہ ہونی چاہئے، لیکن یہ حضور اقدس ﷺ کے عمل اور ہدایات کے خلاف ہے۔

چنانچہ "سنن ابی داؤد" میں واقعہ مذکور ہے کہ: حضور اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں چاند دیکھا تو نظر نہیں آیا تو آپ ﷺ نے اعلان فرما دیا کہ آج چاند نظر نہیں آیا، اگلے دن عصر کے بعد ایک قافلہ آیا اور اس نے کہا کہ ہم نے کل شام مغرب کے وقت چاند دیکھا تھا، تو چوبیس گھنٹے بعد آ کر انہوں نے شہادت دی، تو چوبیس گھنٹے تک چاند دیکھنے کے بعد وہ سفر میں رہے جو تقریباً ایک مرحلہ کا سفر ہوگا، اور ایک مرحلہ تقریباً سولہ سے بیس میل تک کا فاصلہ

ہوتا ہے تو وہاں کی رؤیت حضور اکرم ﷺ نے اہل مدینہ کے لئے حجت قرار دیا، اگر اختلاف مطالع معتبر ہوتا تو حضور اکرم ﷺ ان کی رؤیت کو اہل مدینہ کے لئے حجت قرار نہ دیتے تو معلوم ہوا کہ اختلاف مطالع کا عدم اعتبار ہی صحیح مسلک ہے جو حنفیہ نے اختیار کیا ہے اور جو ان کی ظاہر الروایۃ ہے۔

متأخرین حنفیہ نے بلاد نائیہ اور بلاد قریبہ کا جو فرق کیا ہے، یہ اختلاف مطالع کی حقیقت کے خلاف ہے، اس لئے کہ بلاد نائیہ اور قریبہ سے کوئی فرق نہیں پڑتا، لہذا حنفیہ کی ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ ساری دنیا میں کسی ایک جگہ بھی چاند نظر آجائے تو دوسرے اہل دنیا کے لئے وہ حجت ہوسکتا ہے، بشرطیکہ اس کا ثبوت دوسری جگہ شرعی طریقہ سے ہوجائے، اور اگر اس اصول پر آج تمام ممالک متفق ہوجائیں تو پھر مہینہ اٹھائیس یا اکتیس دن کے ہونے کا سوال بھی باقی نہ رہے اور مختلف ملکوں میں انتشار بھی ختم ہوجائے۔

(انعام الباری ص۴۹۲/۴۹۴ ج ۵)

چاند دیکھنے کی دعائیں

(۱)......اَللّٰھُمَّ اَھْلِلْهُ عَلَیْنَا بِالْیُمْنِ وَالْاِیْمَانِ ، وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ ، رَبِّیْ وَ رَبُّکَ اللّٰهُ۔

(ترمذی، باب ما یقول عند رؤیة الهلال ، ابواب الدعوات ، رقم الحدیث:۳۴۵۱)

(۲)......اَللّٰھُمَّ اَھْلِلْهُ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ ، وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ ، وَالتَّوْفِیْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی ، رَبُّنَا وَ رَبُّکَ اللّٰهُ۔

(مجمع الزوائد ص۱۴۹ ج۱۰، باب : ما یقول اذا رأی الهلال ، کتاب الاذکار ، رقم الحدیث:

۱۷۱۴۸)

(۳)......اَللّٰھُمَّ اَدْخِلْهُ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ ، وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ ، وَ رِضْوَانٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ ، وَجَوَازٍ مِّنَ الشَّیْطَانِ۔

(اخرجه الطبرانی فی الاوسط ، رقم الحدیث:۶۲۳۹۔مجمع الزوائد ص۱۴۹ ج۱۰، باب : ما یقول اذا رأی الهلال ، کتاب الاذکار ، رقم الحدیث:۱۷۱۵۰)

(۴)......اَللّٰھُمَّ اَدْخِلْهُ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ ، وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ ، وَالسَّکِیْنَةِ وَالْعَافِیَةِ ، وَالرِّزْقِ الْحَسَنِ۔

(عمل الیوم واللیلة ص۳۶۶، باب : ما یقول اذا رأی الهلال ، رقم الحدیث:۶۴۵)

(۵)......اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ شَھْرَنَا الْمَاضِیَ خَیْرَ شَھْرٍ وَ خَیْرَ عَافِیَةٍ ، وَ اَدْخِلْ عَلَیْنَا شَھْرَنَا ھٰذَا بِالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ ، وَالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ ، وَالْمُعَافَاةِ وَالرِّزْقِ الْحَسَنِ۔(عمل الیوم واللیلة ص۳۶۷، باب : ما یقول اذا رأی الهلال ، رقم الحدیث:۶۴۶)

(۶)......اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ ھِلَالَ یُمْنٍ وَ رُشْدٍ [وَ بَرَکَةٍ]، آمَنْتُ بِاللّٰهِ الَّذِیْ

خَلَقَکَ فَعَدَلَکَ ' فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ۔

(عمل الیوم واللیلۃ ص۳۶۶، باب: ما یقول اذا رأی الھلال ، رقم الحدیث:۶۴۰/۶۴۳)

(۷)......ھِلَالُ خَیْرٍ وَ رُشْدٍ ، ھِلَالُ خَیْرٍ وَ رُشْدٍ ، ھِلَالُ خَیْرٍ وَ رُشْدٍ ،آمَنْتُ بِالَّذِیْ خَلَقَکَ ، آمَنْتُ بِالَّذِیْ خَلَقَکَ ، آمَنْتُ بِالَّذِیْ خَلَقَکَ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ذَھَبَ بِشَھْرِ کَذَا وَ جَاءَ بِشَھْرِ کَذَا۔

(ابوداؤد، باب ما یقول الرجل اذا رأی الھلال ، کتاب الادب ، رقم الحدیث:۵۰۹۲)

(۸)......ھِلَالُ خَیْرٍ وَ رُشْدٍ ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ مِنْ خَیْرِ ھٰذَا الشَّھْرِ ' وَ خَیْرِ الْقَدْرِ ' وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّہٖ۔(تین مرتبہ پڑھے)

(مجمع الزوائد ص۱۴۹ ج۱۰، باب : ما یقول اذا رأی الھلال ، کتاب الاذکار ، رقم الحدیث: ۱۷۱۴۷)

(۹)......ھِلَالُ خَیْرٍ وَ رُشْدٍ ، آمَنْتُ بِالَّذِیْ خَلَقَکَ فَعَدَلَکَ۔

(اخرجہ الطبرانی فی الاوسط ، رقم الحدیث:۳۱۱۔مجمع الزوائد ص۱۴۹ ج۱۰، باب : ما یقول اذا رأی الھلال ، کتاب الاذکار ، رقم الحدیث:۱۷۱۴۹)

(۱۰)......اَللّٰہُ اَکْبَرُ ' اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ' لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ خَیْرَ ھٰذَا الشَّھْرِ' وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ الْمَحْشَرِ۔

(مجمع الزوائد ص۱۴۸ ج۱۰، باب : ما یقول اذا رأی الھلال ، کتاب الاذکار ، رقم الحدیث: ۱۷۱۴۶)

(۱۱)...... رَبِّیْ وَ رَبُّکَ اللّٰہُ ، آمَنْتُ بِالَّذِیْ اَبْدَاکَ ' ثُمَّ یُعِیْدُکَ۔

(عمل الیوم واللیلۃ ص۳۶۶، باب : ما یقول اذا رأی الھلال ، رقم الحدیث:۶۴۴)

(۱۲)......ہِلَالُ خَیْرٍ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ذَھَبَ بِشَھْرِ کَذَا وَ کَذَا، وَجَاءَ بِشَھْرِ کَذَا وَکَذَا ، اَسْأَلُکَ مِنْ خَیْرِ ھٰذَا الشَّھْرِ، وَ نُوْرِہٖ، وَبَرَکَتِہٖ، وَھُدَاہُ، وَطُھُوْرِہٖ، وَمُعَافَاتِہٖ۔

(عمل الیوم واللیلۃ ص۳۶۷، باب : ما یقول اذا رأی الھلال ، رقم الحدیث:۶۴۷)

(۱۳)......اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ خَیْرَ ھٰذَا الشَّھْرِ وَفَتْحَہٗ وَ نَصْرَہٗ وَ بَرَکَتَہٗ وَرِزْقَہٗ وَ نُوْرَہٗ وَطُھُوْرَہٗ وَھُدَاہُ، وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَ شَرِّ مَا فِیْہِ وَ شَرِّ مَا بَعْدَہٗ۔

(کنز العمال ، فصل فی احکام الصوم ، رؤیۃ الھلال ، رقم الحدیث:۲۴۳۱۰)

رمضان کا چاند دیکھ کر پڑھنے کی دعائیں

آپ ﷺ رمضان کا چاند دیکھ کر اس کی طرف منہ کر کے یہ دعا پڑھتے تھے:

(۱۴)......اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ، وَالسَّلَامَۃِ وَالْاِسْلَامِ ، وَالْعَافِیَۃِ الْمُجَلَّلَۃِ وَ دِفَاعِ الْاَسْقَامِ، وَالْعَوْنِ عَلَی الصَّلٰوۃِ وَالصِّیَامِ وَتِلَاوَۃِ الْقُرْآنِ، اَللّٰھُمَّ سَلِّمْنَا لِرَمَضَانَ، وَ سَلِّمْہُ لَنَا، وَسَلِّمْہُ مِنَّا حَتّٰی یَخْرُجَ رَمَضَانُ وَقَدْ غَفَرْتَ لَنَا وَ رَحِمْتَنَا وَ عَفَوْتَ عَنَّا۔

(کنز العمال ، الصوم ، فصل فی فضلہ و فضل رمضان ، رقم الحدیث:۲۴۲۸۸)

رمضان کی دعاء

(۱۵)......اَللّٰھُمَّ سَلِّمْنِیْ لِرَمَضَانَ وَ سَلِّمْ رَمَضَانَ لِیْ وَ سَلِّمْہُ لِیْ مُتَقَبَّلاً۔

(کنز العمال ، الصوم ، فصل فی فضلہ و فضل رمضان ، رقم الحدیث:۲۴۲۷۷)

(۱۶)......اَللّٰھُمَّ اَظَلَّ شَھْرُ رَمَضَانَ وَحَضَرَ، فَسَلِّمْہُ لِیْ وَسَلِّمْنِیْ فِیْہِ، وَتَسَلَّمْہُ مِنِّیْ، اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ صِیَامَہٗ وَ قِیَامَہٗ صَبْرًا وَّاِحْتِسَابًا، وَارْزُقْنِیْ فِیْہِ

الْـجِـدَّ وَالْاِجْتِهَـادَ وَالْقُوَّةَ وَالنَّشَاطَ ، وَ اَعِذْنِیْ فِیْہِ مِنَ السَّآمَۃِ وَ الْفِتْرَۃِ وَ الْـکَسْـلِ وَالـنُّـعَـاسِ ، وَ وَفِّـقْـنِیْ فِیْہِ لِلَیْلَۃِ الْقَدْرِ وَاجْعَلْهَا خَیْرًا لِیْ مِنْ اَلْفِ شَهْرٍ۔

(کتاب الدعاء (للطبرانی) ص۲۸۴، باب القول عند دخول رمضان ، رقم الحدیث:۹۱۴)

(۱۷)......اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔

(کتاب الدعاء (للطبرانی) ص۲۸۴، باب القول عند دخول رمضان ، رقم الحدیث:۹۱۵۔

کنز العمال ، الصوم ، فصل فی فضلہ و فضل رمضان ، رقم الحدیث:۲۴۲۸۲)

مقالہ

کرونا کی وجہ سے مردوں کا گھر میں اعتکاف کرنا

اس وقت کرونا کی وجہ سے کوئی آدمی گھر میں اعتکاف کرنا چاہے تو وہ گھر میں اعتکاف کرسکتا ہے یا نہیں؟ بعض آثار سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے، مگر جمہور کا مسلک یہی ہے کہ اعتکاف کے لئے مسجد شرط ہے، اس لئے مردوں کے لئے گھر میں اعتکاف کرنا درست نہیں۔اس مقالہ میں اسی مسئلہ کی وضاحت کی گئی ہے، اور قرآن وحدیث اور فقہاء کے اقوال سے ثابت کیا گیا ہے کہ مرد کے لئے گھر میں اعتکاف کرنا جائز نہیں ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

کرونا کی وجہ سے مردوں کا گھر میں اعتکاف کرنا

اعتکاف کے لغوی معنی کسی جگہ ٹھہرنے کے ہیں۔اور اصطلاح قرآن وسنت میں خاص شرائط کے ساتھ مسجد میں ٹھہرنے اور قیام کرنے کا نام اعتکاف ہے۔

مسئلہ:......فقہاء نے مردوں کے لئے مسجد کو اعتکاف کا رکن اور شرط قرار دیا ہے، اس لئے مردوں کے لئے گھر میں اعتکاف کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ:......اعتکاف کا رکن مسجد میں مخصوص طریقہ پر ٹھہرنا ہے۔

مسئلہ:......صاحبین کے نزدیک ہر مسجد میں اعتکاف جائز ہے چاہے اس میں پانچ وقت کی نماز ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو۔اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جس مسجد میں پانچ وقت کی نماز جماعت سے ہوتی ہو اسی مسجد میں اعتکاف جائز ہے۔

(مستفاد: عمدۃ الفقہ ص۳۹۳ ج۳، اعتکاف کا بیان)

(۱)......ثم الاعتکاف لا یصح الا فی مسجد الجماعة۔

(ہدایہ ص۲۴۷ ج۱، باب الاعتکاف ، کتاب الصوم)

(۲)......وکذا المسجد من الشروط أی کونه فیه۔

(فتح القدیر ص۳۰۶ ج۲، باب الاعتکاف)

(۳)......اما الفریضة والاعتکاف فهو فی المسجد کما لا یخفی۔

(شامی ص۴۲۹ ج۳، باب الاعتکاف ، کتاب الصوم)

(۴)......علامہ شوکانی لکھتے ہیں کہ: علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اعتکاف کے لئے مسجد شرط ہے۔(نیل الاوطار ص۲۶۸ ج۴)

(۵)......علامہ کاسانی رحمہ اللہ نے تو یہاں تک صراحت کی ہے کہ: اعتکاف چاہے نفلی ہی

کیوں نہ ہو مسجد جماعت کے علاوہ میں درست نہیں۔

(۶)......فدل ان مکان الاعتکاف هو المسجد ، ويستوى فى الاعتكاف الواجب والتطوع ' لان النص مطلق۔(بدائع الصنائع ص۱۸ ج ۳، باب الاعتکاف)

(۷)......فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مرد اور مخنث کا اعتکاف صرف مسجد میں صحیح ہے، اس لئے کہ اللہ تعالی کا قول ہے:﴿ وَاَنۡتُمۡ عٰكِفُوۡنَ ۙ فِى الۡمَسٰجِدِ ﴾،(جب کہ تم مسجدوں میں معتکف ہو)اور اس لئے بھی کہ آپ ﷺ نے صرف مسجد میں اعتکاف کیا ہے۔

(موسوعہ فقہیہ اردو ص۳۱۴ ج ۵، اعتکاف)

قرآن کریم میں اعتکاف کے لئے مسجد کی صراحت

قرآن کریم میں دو جگہوں پر اعتکاف کا ذکر ہے، اور دونوں میں اعتکاف کے ساتھ مسجد کا ذکر ہے، یہ بھی دلیل ہے کہ اعتکاف گھر میں جائز نہیں ہے۔

(۱)......اَنۡ طَهِّرَا بَيۡتِىَ لِلطَّآئِفِيۡنَ وَالۡعٰكِفِيۡنَ۔(پ:۱،سورۂ بقرہ، آیت نمبر:۱۲۵)

ترجمہ:......میرے گھر کو ان لوگوں کے لئے پاک کرو جو (یہاں) طواف کریں اور اعتکاف میں بیٹھیں۔

(۲)......وَلَا تُبَاشِرُوۡهُنَّ وَاَنۡتُمۡ عٰكِفُوۡنَ ۙ فِى الۡمَسٰجِدِ۔(پ۲:،سورۂ بقرہ، آیت نمبر:۱۸۷)

ترجمہ:......اور ان (اپنی بیویوں) سے اس حالت میں مباشرت نہ کرو جب تم مسجدوں میں اعتکاف میں بیٹھے ہو۔

تفسیر:......حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: لوگ اعتکاف کی حالت میں جماع کرتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

”عن الضحاک قال : كانوا يجامعون وهم معتكفون حتى نزلت ﴿ وَلَا

تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ لا فِي الْمَسٰجِدِ ﴾۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۰۹ ج۲، من قال : لا اعتكاف الا فی مسجد يجمع فيه ، كتاب الصيام ، رقم الحديث:۹۶۷۷)

یعنی اعتکاف کی حالت میں دن مسجد میں گزارتے اور رات میں گھر جا کر بیوی سے جماع کر لیتے تھے۔ یہ نہیں کہ مسجد میں بیوی جماع کرتے تھے۔

علامہ بغوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: یہ آیت چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارہ میں نازل ہوئی ہے، وہ مسجد میں اعتکاف کرتے تھے، جب کسی کو ان میں سے اپنی بیوی کے پاس جانے کی ضرورت ہوتی تو اعتکاف سے نکل کر اس سے صحبت کر لیتے اور پھر غسل کر کے مسجد میں آجاتے تھے۔ (تفسیر مظہری ص۳۲۰ ج۱)

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے بھی اس آیت کے تحت چند آثار نقل فرمائے ہیں۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت قتادہ، حضرت مجاہد اور حضرت ربیع رحمہم اللہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ: شروع میں انصار اور دیگر بعض حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اعتکاف کی حالت میں استنجاء کے لئے نکلتے اور ضرورت ہوتی تو بیوی سے جماع کر لیتے، پھر غسل کر کے مسجد میں آجاتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (الدر المنثور ص۲۹۵ ج۲)

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ: (اس آیت) سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتکاف سوائے مسجد کے اور کسی جگہ صحیح نہ ہوگا، اور مسجد سے مراد وہ مسجد ہے جس میں جماعت ہوتی ہو گھر کی مسجد مراد نہیں۔ (تفسیر مظہری ص۳۲۱ ج۱)

احادیث میں اعتکاف کے لئے مسجد کی صراحت

(۱)......عن عائشة رضي الله عنها قالت :...... ولا اعتكاف الا فی مسجد جامع۔

ترجمہ:……حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: اعتکاف مسجد جماعت کے علاوہ میں نہیں ۔(ابوداؤد، باب المعتکف یعود المریض ، کتاب الصیام ، رقم الحدیث:۲۴۷۳)

(۲)……عن علی رضی الله عنه قال : لا اعتکاف الا فی مسجد جماعة۔

ترجمہ:……حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: اعتکاف مسجد جماعت کے علاوہ میں نہیں ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۰۹ ج۲، من قال : لا اعتکاف الا فی مسجد یجمع فیه ،کتاب الصیام ، رقم الحدیث:۹۶۷۳۔مصنف عبدالرزاق ص۳۴۶ ج۴، باب لا جِوار الا فی مسجد جماعة ، کتاب الاعتکاف ، رقم الحدیث:۸۰۰۹)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

حضرات فقہاء نے جو یہ شرط بیان کی ہے کہ اعتکاف صرف اس مسجد میں ہوسکتا ہے جس میں جماعت ہوتی ہو، غیر آباد مسجد جہاں جماعت نہ ہوتی ہو اس میں اعتکاف درست نہیں ، یہ شرط درحقیقت مسجد کے مفہوم ہی سے مستفاد ہے، کیونکہ مساجد کے بنانے کا اصل مقصد جماعت کی نماز ہے، ورنہ تنہا نماز تو ہر جگہ دوکان مکان وغیرہ میں ہوسکتی ہے۔

(معارف القرآن ص۴۵۶ ج۱،سورۂ بقرہ، آیت نمبر:۱۸۷)

امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی ساری مساجد مراد لی ہیں، چاہے اس میں جماعت ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو''والاعتکاف فی المساجد کلها''۔

(بخاری، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر ، کتاب الاعتکاف ، قبل : رقم الحدیث:۲۰۲۵)

(۳)……عن ابن عباس قال : انّ ابغض الامور الی الله البِدَعُ ' وان من البدع الاعتکاف فی المساجد التی فی الدّور۔

ترجمہ:……حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالی کے نزدیک

سب سے زیادہ مبغوض اور ناپسندیدہ چیز بدعت ہے، اور بدعتوں میں یہ بھی ہے کہ ایسی مساجد میں اعتکاف کیا جائے جو گھروں میں ہیں۔

(سنن کبری بیہقی ص۱۷۶ ج۹، باب الاعتکاف فی المسجد ، کتاب الصوم ، رقم الحدیث : ۸۶۴۸)

گھروں میں اعتکاف کے چند آثار اور ان کے جوابات

گھر میں اعتکاف کے بارے میں کتب احادیث میں چند آثار نظر سے گذرے، ان سے کسی کو یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ گھر میں بھی مردوں کے لئے اعتکاف درست ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ ان کی وضاحت بھی کردی جائے، وہ آثار یہ ہیں۔

(۱)......عن مجاهد قال : الحرم كلُّه مسجد ' يعتكف فی ايِّه شاء ' وان شاء فی منزله الا انه لا يصلی الا فی جماعة۔

(مصنف عبدالرزاق ص۳۴۶ ج۴، باب الجِوار و الاعتكاف ، كتاب الاعتكاف ، رقم الحديث: ۸۰۰۵)

ترجمہ:......حضرت مجاہد رحمہ اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: پورا حرم مسجد ہے، آدمی اس میں جہاں چاہے اعتکاف کرسکتا ہے، اور اگر چاہے تو اپنے گھر میں اعتکاف کرلے، البتہ وہ نماز با جماعت ادا کرے گا۔

(۲)......عن الشعبی قال : لا بأس ان يعتكف الرجل فی مسجد بيته۔

ترجمہ:......حضرت شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: مرد کے لئے اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(مصنف عبدالرزاق ص۳۵۰ ج۴، باب لا جوار الا فی مسجد جماعة ، رقم الحديث:۸۰۲۴)

(۳)......عن ابن جریج قال : قلت لعطاء : ارایت لو ان انسانا من اهل هذه المِیاہ نذر جِوارا سمَّیتُ له الظهران وعُسفان فی مسجدهم ؟ قال : یقضیه اذا جعله علیه فی ذلک المسجد ، قلتُ : نذر جِوارا فی مسجد منًی ؟ قال : فلْیُجاوِرُ فیه ، فانّ له شأناً ، قلتُ : ایجعل بنائه ، ثم بمنی فی الدار ؟ قال : لا من اجل عتب الباب قلت : ففی مسجدنا اذاً مثلُ ذلک ؟ قال : لا ، انّما ذلک العَتَبُ للدّار ، ولیس کَهَیئة مسجدنا هذا ، ثم قال بعد : لا جِوار الا فی مسجد مکة و مسجد المدینة قال : وانّ اهل البصرة لَیُجاورون فی مسجدهم حتی انّ احدَهم لَیُجاوِر مسجدَہ فی بیته۔

ترجمہ:......حضرت ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عطاء سے عرض کیا: یہ مسئلہ بتلائیے کہ: ان پانیوں کے آس پاس لوگوں میں سے کوئی شخص جوار کی نیت کرتا ہے تو میں اسے ظہران یا عسفان کی مسجد میں اعتکاف کا کہہ سکتا ہوں؟ تو فرمایا: اگر وہ اپنے ذمہ اس مسجد میں اعتکاف لازم کرتا ہے تو وہ اسے ادا کرے گا۔ میں نے پوچھا کیا: اگر وہ منی کی مسجد میں جوار کی نذر مانتا ہے؟ تو فرمایا: وہ منی کی مسجد میں جوار کرے، کیونکہ اس کی (ایک خاص) شان (اور حیثیت) ہے۔ میں نے پوچھا: کیا منی میں اس جگہ کوئی عمارت تعمیر کرے گا؟ فرمایا: نہیں، کیونکہ دروازے کی چوکھٹ موجود ہے۔ میں نے پوچھا: پھر اس صورت میں ہماری (گھر کی) مسجد بھی اس کی مانند ہو جائے گی؟ فرمایا: نہیں، کیونکہ وہ گھر کی چوکھٹ ہے، اور اس کی ہیئت (صورت) ہماری (شرعی) مسجد کی مانند نہیں ہے، پھر فرمایا کہ: جوار صرف مکہ کی مسجد میں یا مدینہ کی مسجد میں کیا جا سکتا ہے، اور فرمایا کہ: بصرہ والے اپنے علاقہ کی مسجد میں جوار کرتے ہیں، یہاں تک کہ ان میں سے کوئی اپنے گھر کی مسجد (اور اپنے گھر کی نماز کی جگہ) میں بھی جوار کر لیتا ہے۔

(۴)......عن ابن ابی ملیکة قال : اعتکفت عائشة بین حراء و ثبیر فکنا نأتیها هناک و عبدٌ لها یؤُمُّها۔

ترجمہ:......حضرت ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حراءاور ثبیر (نامی پہاڑوں) کی (غاروں میں) اعتکاف فرمایا تھا، ہم وہاں ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، (نماز کے وقت) ان کا ایک غلام ان کی امامت کیا کرتا تھا۔

(۵)......عن عطاء : انّ عائشة نذرت جوارا فی جوف ثبیر مما یلی منی ، قلتُ : فقد جاورتَ ؟ قال : اجل ، وقد کان عبد الرحمن بن ابی بکر نهاها ان تُجاوِر خشیة ان یُتَّخذ سنة ، فقالت عائشة : حاجةً کانت فی نفسی۔

ترجمہ:......حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ نذر مانی کہ وہ منی کے قریب موجود ثبیر نامی پہاڑ کی (غار میں) جوار کریں گی، حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے پوچھا: کیا آپ نے جوار کیا؟ تو فرمایا: ہاں، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا تھا اس خوف سے کہ کہیں (لوگ) اس طریقہ کو سنت نہ سمجھ لیں، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میرے نفس میں (یعنی میری ایک) حاجت (اور ضرورت) ہے۔ (اس کے پورا ہونے کے لئے میں نے یہ منت مانی ہے)۔

(مصنف عبدالرزاق ص۳۵۰ ج۴، باب لا جوار الا فی مسجد جماعة ، کتاب الاعتکاف ، رقم الحدیث:۸۰۲۴/۸۰۱۹/۸۰۲۱/۸۰۲۲)

ان پانچ روایتوں کی وجہ سے کوئی استدلال کرسکتا ہے کہ مسجد کے علاوہ میں بھی اعتکاف ہوسکتا ہے۔ اس کے چند جوابات ہیں:

(۱)......اولاتو جمہور کا مسلک یہ ہے کہ مردوں کے لئے اعتکاف مسجد ہی میں ہوسکتا ہے، اور جمہور کے دلائل قوی ہیں، اور آپ ﷺ کا دائمی عمل بھی مسجد ہی میں اعتکاف کا تھا، اس لئے ان دلائل قویہ کے مقابلہ میں شاذ اقوال قابل التفات نہیں ہوتے۔

(۲)......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دو آثار تو منت کے سلسلہ میں ہیں، انہوں نے اس جگہ کی تعیین کے ساتھ اعتکاف کی منت مانی تھی، اس لئے انہوں نے اپنی منت کی جگہ ثبیر پہاڑ کی غار میں اعتکاف فرما کر اسے پورا فرمایا۔

(۳)......اثر نمبر:۳؍ میں بصرہ والوں میں سے کسی ایک کا اپنے گھر کی مسجد (اور اپنے گھر کی نماز کی جگہ) میں اعتکاف اور جوار کرنا نذر اور منت پر محمول ہوسکتا ہے کہ وہ بھی اپنی منت کے مطابق اپنے گھر میں اعتکاف کرتا ہو۔

(۴)......اعتکاف کے لئے ایک اور لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے، مثلا جوار، اور جوار اور اعتکاف میں فرق ہے یا دونوں ایک ہیں؟ اس میں اسلاف کا اختلاف ہے، بعض حضرات دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں سمجھتے تھے، اور بعض حضرات کے نزدیک دونوں میں فرق ہے۔ اس لئے بہت ممکن ہے کہ حضرت مجاہد اور حضرت شعبی رحمہما اللہ جو مسجد بیت (گھر کی مسجد) میں اعتکاف کے قائل ہیں کے نزدیک جوار سے مراد منت یا خلوت مراد ہو۔

جوار کا معنی......اعتکاف کا ایک نام ''جِـــوار'' بھی ہے، جوار کا معنی ہے رہائش میں ایک دوسرے سے متصل اور قریب ہونا۔ (موسوعہ فقہیہ اردو ص۳۱۰ ج۵، اعتکاف)

حدیث شریف میں بھی اعتکاف کے لئے جوار کا لفظ آیا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ:'' وھو مجاور فی المسجد ''یعنی آپ ﷺ مسجد میں مجاور (معتکف) ہوتے۔ (بخاری، باب الحائض تُرجِّل المعتکف، رقم الحدیث:۲۰۲۸)

ایک اور روایت میں خود آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:’’کنت اجاور ھذہ العشر‘‘ میں نے ان دس دنوں میں اعتکاف کیا تھا۔

(بخاری، باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر ، کتاب فضل لیلۃ القدر ، رقم الحدیث:۲۰۱۸)

اوپر ذکر کردہ آثار میں سے نمبر:۳/اور۵/میں یہ لفظ (یعنی جوار) آیا ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اعتکاف اور جوار دونوں ایک ہیں، مگر جس شخص نے مثلا مکہ کے جوار کی نذر مانی تو وہ دن میں مکہ میں رہے گا اور رات اپنے گھر لوٹ آئے گا۔امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: جو شخص اس طرح جوار اختیار کرے جس میں وہ رات اپنے گھر میں لوٹ آئے تو اس پر اپنے جوار میں روزہ نہیں ہے۔اس اعتبار سے جوار اعتکاف سے عام ہے،اس لئے کہ وہ مسجد میں بھی ہوتا ہے اور غیر مسجد میں بھی،اور روزہ کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور بغیر روزہ کے بھی۔(موسوعہ فقہیہ اردو ص ۳۱۰ ج ۵،اعتکاف)

امام مالک رحمہ اللہ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ جوار اور اعتکاف من وجہ ایک ہیں اور من وجہ مختلف ہیں، جوار میں گھر اور مسجد دونوں میں بیٹھنا درست ہے۔

’’مصنف عبدالرزاق‘‘ میں تو اعتکاف کے متعلق کئی ابواب لفظ جوار ہی سے منعقد کئے گئے ہیں۔اس میں ’’کتاب الاعتکاف‘‘ کی پہلی روایت میں اس فرق کا تذکرہ ہے۔

(۴)......عن ابن جریج قال : قلت لعطاء : ارایت الجوار والاعتکاف أمختلفان ھما ام شیء واحد ؟ قال : بل ھما مختلفان ، کانت بیوت النبی صلی اللہ علیہ و سلم فی المسجد فلمّا اعتکف فی شھر رمضان خرج من بیوتہ الی بطن المسجد فاعتکف فیہ ، قلت لہ : فان قال انسان : عَلَیَّ اعتکاف ایام ففی جوفہ لابد ؟ قال :

نعم ، وان قال : عليَّ جِوار ايام فببابه أو في جوفه ان شاء۔

ترجمہ:......حضرت ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے پوچھا کہ: جوار اور اعتکاف دونوں مختلف چیزیں ہیں یا ایک ہی ہیں؟ حضرت عطاء رحمہ اللہ نے فرمایا: دونوں مختلف ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے مکانات مسجد کے ساتھ تھے، جب نبی کریم ﷺ رمضان کے مہینہ میں اعتکاف فرماتے تھے تو اپنے گھر سے باہر نکل کر مسجد میں تشریف لے آتے تھے، اور اس میں اعتکاف فرماتے تھے۔

میں نے پوچھا: اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ: مجھ پر کچھ دن کا اعتکاف لازم ہے تو کیا اس کے لئے مسجد کے اندر آنا ضروری ہے؟ فرمایا: جی ہاں، اور اگر وہ شخص یہ کہتا ہے کہ مجھ پر کچھ دن کا جوار لازم ہے تو اس کی مرضی وہ چاہے تو مسجد کے دروازے پر رہے (یعنی وہ دروازہ جو اس کے گھر اور مسجد کے درمیان ہے) اور اگر چاہے تو مسجد کے اندر آجائے۔

(۴)......قال عمرو بن دينارٍ : الجِوار والاعتكاف واحد۔

ترجمہ:......عمرو بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اعتکاف اور جوار ایک ہی چیز ہیں۔

(مصنف عبدالرزاق ص ۳۴۵ ج ۴، باب الجوار والاعتكاف ، كتاب الاعتكاف ، رقم الحديث : ۸۰۰۳/۸۰۰۴)

نوٹ:...... یہ سارے جوابات راقم نے اپنی سمجھ سے لکھے ہیں" ان كان صوابا فمن الله وان كان خطأً فمني ومن الشيطان ، والله تعالى اعلم"۔

کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

۱۹/ رمضان ۱۴۱۴ھ مطابق: ۱۳/ مئی ۲۰۲۰ء

بدھ

دوسری منزل میں اعتکاف

اس مختصر رسالہ میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ مسجد کی دوسری منزل میں اعتکاف کے وقت مسجد سے باہر کی سیڑھی سے اترنا و چڑھنا جائز ہے، اور اس ضمن میں بعض اور جزئیات بھی نقل کئے گئے ہیں جن میں معتکف کے لئے سہل اور رخصت والے قول پر ارباب افتاء نے فتاوی تحریر فرمائے ہیں۔ رسالہ کے آخر میں آپ ﷺ کا ایک عمل اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم و حضرات تابعین رحمہم اللہ کے چند آثار بھی نقل کئے گئے ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

پیش لفظ

مسجد کے دوسری یا تیسری منزل میں اعتکاف کرنے والے کے لئے باہر کی سیڑھی سے مسجد کی پہلی یا دوسری منزل میں جانے کا کیا حکم ہے؟ اس بارے میں اہل فتاوی کی رائے مختلف پائی، راقم سے بھی یہ سوال کیا گیا تو عرض کیا کہ: اجازت ہے، مگر کوئی احتیاط کرے تو بہتر ہے۔ اس پر بعض اہل علم کو اشکال ہے، اور وہ اس رائے سے متفق نظر نہیں آئے، ان کی خدمت میں کچھ گذارشات پیش کرنے کی نیت سے یہ تحریر لکھی گئی ہے۔

ارباب افتاء کے مختلف جزئیات سے اس بات کو ثابت کیا گیا ہے کہ مسجد سے باہر کی سیڑھی سے اترنے و چڑھنے سے زیادہ بڑے اعمال کی ارباب افتاء نے اجازت دی ہے، تو سیڑھی سے اترنا و چڑھنا تو ان کے مقابلہ میں ایک معمولی عمل ہے۔

پھر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور حضرات تابعین رحمہم اللہ کے آثار بھی اس رائے کی تائید میں نظر سے گذریں تو وہ بھی آخر نقل کر دیئے گئے۔

نوٹ:......ارباب افتاء کے فتاوی اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم وحضرات تابعین رحمہم اللہ کے آثار سے اختلاف کی گنجائش ہے، اور دوسرے ارباب افتاء کے فتاوی اور بعض آثار ان سے مختلف بھی منقول ہیں۔ اکابر سے اختلاف سے مسلک میں شدت کم ہو جاتی ہے۔ اس ضروری نوت کو مدنظر رکھنا چاہئے، اور کوئی اس رائے کا رد کرنے والا ان فتاوی کا سہارا لے کر رد کر سکتا ہے، اس لئے پہلے ہی یہ صراحت کر دی گئی ہے۔

اللہ تعالی اس مختصر کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے، اور ذخیرۂ نجات بنائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

۲؍رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ، مطابق: ۴؍اپریل ۲۰۲۲ء، پیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسجد کی دوسری منزل میں اعتکاف کا مسئلہ

مسئلہ:...... مسجد کی دوسری یا تیسری منزل میں اعتکاف کرنا درست ہے، اس لئے کہ مسجد زمین سے آسمان تک مسجد ہی کے حکم ہے۔اب مسئلہ یہ قابل غور ہے کہ مسجد کی دوسری یا تیسری منزل میں کوئی اعتکاف کرے تو وہ اس سیڑھی سے نیچے اتر کر پہلی منزل میں نماز کے لئے جاسکتا ہے یا نہیں جو مسجد سے باہر ہو؟ اس مسئلہ میں اہل علم کی رائے مختلف ہے، بعض حضرات اس کی اجازت نہیں دیتے، اور اس عمل کو مفسد اعتکاف مانتے ہیں، اور بعض اہل علم کے نزدیک اگر معتکف نے شروع سے نیت کرلی ہو کہ وہ سیڑھی سے نیچے اتر کر نماز کے لئے جائے گا تو اس کی اجازت ہے، اگر نیت نہ کی ہو تو اجازت نہیں، اور بعض حضرات کے نزدیک مطلقا معتکف کا سیڑھی سے نیچے اتر کر مسجد کی پہلی منزل میں جانا درست ہے۔اور یہی رائے شریعت کے مزاج سہل اور یسر کے موافق اور عوام کے لئے مناسب ہے۔

اس وقت عوام تو عوام خواص تک میں اعتکاف جیسی اہم سنت سے بے پرواہی عام ہوتی جارہی ہے جو آپ ﷺ نے بعض اعذار کی وجہ سے زندگی میں صرف دو مرتبہ ترک فرمائی ہے، ایسے حالات میں حضرات صاحبین رحمہ اللہ کے مسلک پر جسے ابن ہمام رحمہ اللہ جیسے فقیہ نے راجح تک کہا ہے کو ترک کرنا حالات حاضرہ کے متقاضی نہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک معتکف تھوڑی دیر کے لئے بلاضرورت مسجد سے نکلے تو اعتکاف فاسد ہوجائے گا۔ یہ قول احتیاط پر مبنی ہے۔اور حضرات صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک بلا عذر بھی معتکف آدھے دن سے زیادہ باہر رہے تو اعتکاف فاسد نہیں ہوگا، علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ نے امام صاحب رحمہ اللہ کے قول کو اور علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ نے

صاحبین رحمہما اللہ کے قول کو راجح کہا ہے۔

علماء نے صراحت کی ہے کہ حضرات صاحبین رحمہما اللہ کے قول میں توسع اور آسانی ہے۔

(۱)......فأما اذا خرج ساعة من المسجد فعلى قول ابى حنيفة يفسد اعتكافه ' وعند ابى يوسف ومحمد لا يفسد ما لم يخرج اكثر من نصف يوم ، و قول أبى حنيفة أقيس ، وقولهما أوسع ، قالا : اليسير من الخروج عفو لدفع الحاجة ' فانه اذا خرج لحاجة الانسان لا يؤمر بأن يسرع المشى ' وله ان يمشى على التؤدة ' فظهر أن القليل من الخروج عفو ، والكثير ليس بعفو ، فجعلنا الحد الفاصل أكثر من نصف يوم ' فان الاقل تابع للأكثر ' فاذا كان فى أكثر اليوم فى المسجد جعل كأنه فى جميع اليوم فى المسجد۔

(المبسوط للسرخسی ص ۱۱۸/۱۱۹ ج ۳، باب الاعتكاف ، كتاب الصوم ، ط: دار الکتب، بیروت۔
فتاوی تاتارخانیہ ص ۴۴۴ ج ۳، الفصل الثانى عشر فى الاعتكاف ، كتاب الصوم ، رقم :۴۸۰۳)

''فتاوی دینیہ'' میں ہے: بلا ضرورت شرعی یا طبعی مسجد سے تھوڑی دیر کے لئے باہر نکل گیا چاہے بھول سے ہو یا جان بوجھ کر تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک ایک ساعت کے لئے بھی باہر جانے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا، اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک دن کا اکثر حصہ باہر رہے گا تو اعتکاف ٹوٹے گا۔ شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ نے امام صاحب کے قول کو اور علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ نے صاحبین رحمہما اللہ کے قول کو ترجیح دی ہے۔

نیز ''خلاصۃ الفتاوی'' میں علامہ سرخسی رحمہ اللہ سے نقل کیا گیا ہے کہ:

’’قولهما أيسر على المسلمين‘‘۔(ص۲۶۸ج۱)

یعنی صاحبین رحمہما اللہ کے قول میں مسلمانوں کے لئے آسانی ہے۔

اس لئے اچھا تو یہ ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ کے قول کو احتیاطاً مدنظر رکھ کر عمل کرے، باقی صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر عمل کرنے کی بھی گنجائش ہے۔(فتاوی دینیہ ص۱۲۹ج۳)

معتکف کا دکان کی چھت پر نکل کر جانا......حکیم الامت رحمہ اللہ کا فتوی

سوال:......جن مساجد کا اندر کا درجہ تو بھراؤ پر بنا ہوا اور صحن دوکانوں پر ہو، یہ تو معلوم ہے کہ صحن میں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب تو نہیں ملے گا۔ دریافت کرنا یہ ہے کہ جو شخص اندر کے درجہ میں اعتکاف کرے اس کو جماعت سے نماز ادا کرنے کو صحن مسجد میں آنا (کیونکہ جماعت اکثر اوقات آج کل باہر ہی ہوتی ہے) مفسد اعتکاف ہوگا یا نہیں؟ اور صاحبین اور امام صاحب رحمہم اللہ سے جو اختلاف مفسد اعتکاف مسجد سے نکلنے میں ایک ساعت اور ایک وقت نماز کامل خارج مسجد سے رہے، اس میں کون سا قول راجح تر ہے؟

جواب:......اول تو اگر دوکانیں مسجد کے لئے وقف ہوں تو بعض روایات فقہیہ کی رو سے اس سطح کو مسجد کہنے کی گنجائش ہے۔ضرورت جماعت میں اس روایت پر عمل جائز ہے۔اور ودسرے اگر قول راجح ہی لیا جاوے کہ اس کا حکم مسجد کا نہیں تاہم معتکف کو ضرورت کی وجہ سے خروج عن المسجد جائز ہے خواہ وہ ضرورت طبعی ہو یا دینی، اور ادراک جماعت مثل ادراک جمعہ ضرورت دینیہ ہے، اس لئے خروج جائز ہے۔تیسرے جب پہلے سے معلوم ہے کہ مجھ کو یہاں تک آنا پڑے گا تو گویا نیت استثناء کی ہوگئی، اور استثناء کے وقت خروج جائز ہے۔چوتھے صاحبین رحمہما اللہ کے قول کو بعض نے ترجیح دی ہے۔

(امداد الفتاوی جدید مطول حاشیہ ص۲۹۵/۲۹۶ج۴،سوال نمبر:۹۸۶)

دارالعلوم کراچی کا فتوی

م:......مسجد کی دوسری منزل پر اعتکاف کرنا صحیح ہے، اگر چہ دوسری منزل کا راستہ مسجد کی صحن سے جاتا ہو۔ ''دارالافتاء دارالعلوم کراچی'' کے فتاوی میں ہے:

سوال:......ایک جامع مسجد ہے جو کہ تعمیری اعتبار سے دو چھتی ہے، اس مسجد کی انتظامیہ یہ چاہتی ہے کہ رمضان المبارک میں اعتکاف کا انتظام اوپر کی چھت پر کیا جائے، کیونکہ نیچے اعتکاف کی صورت میں ایک تو صفوں کے درمیان اتصال باقی نہیں رہتا، اور پھر بعض اوقات حرج بھی لازم آتا ہے، اور دوسرا غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ دوسری چھت کے لئے سیڑھی مسجد کے صحن سے جاتی ہے، اور اس پر معتکف کے مرور کی صورت میں کیا اعتکاف پر کوئی خلل پڑے گا؟ دونوں مسئلوں کو دلائل کے ساتھ واضح فرمائیں؟

الجواب:......مذکورہ مسجد کی دوسری منزل میں اعتکاف میں بیٹھنا جائز ہے، اور جب دوسری منزل کی سیڑھی مسجد کے صحن میں ہے تو آنے جانے کے لئے اس سیڑھی کو استعمال کرنا بھی درست ہے، اس سے اعتکاف پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

وفی الدر المختار : (وحرم علیه) أی علی المعتکف ...(الخروج الا لحاجة الانسان) طبعیة ...(أو) شرعیة کعید وأذان لو مؤذنا و باب المنارة خارج المسجد ، وفی الشامیة : قوله : لو مؤذنا : هذا قول ضعیف ' والصحیح انه لا فرق بین المؤذن و غیره کما فی البحر والامداد ، قوله :(وباب المنارة خارج المسجد) أما اذا کان داخله فکذلک بالاولی ' قال فی البحر : وصعود المأذنة ان کان بابها فی المسجد لا یفسد ، والا فکذلک فی ظاهر الروایة ، ولو قال الشارح وأذان ولو

ل......شامی ص۴۳۶ ج۳، باب الاعتکاف ،کتاب الصوم ، ط : مکتبة دار الباز، مکة المکرمة۔

غير مؤذن و باب المنارة خارج المسجد لكان أولى ،

قلت : بل ظاهر البدائع أن الاذان أيضا غير شرط ، فانه قال : ولو صعد المنارة لم يفسد بلا خلاف وان كان بابها خارج المسجد لانها منه ، لانه يمنع فيها من كل ما يمنع فيه من البول ونحوه فاشبه زاوية من زوايا المسجد ، لكن ينبغي فيما اذا كان بابها خارج المسجد ان يقيد بما اذا خرج للاذان ' لان المنارة وان كانت من المسجد لكن خروجه الى بابها لا للاذان خروج منه بلا عذر۔(در ۴۴۶ ج ۲) اِ

وهكذا في البدائع ،(ص۱۱۵ ج ۲) و البحر ،(ص۳۰۳ ج ۲) والمبسوط۔

کتبہ: عبدالودود عفی عنہ

۴؍رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح	الجواب صحیح
محمد عبدالمنان	سبحان محمود

(مجموعہ فتاوی دارالعلوم کراچی (غیر مطبوعہ) ص۳۹۳ ج ۳، باب الاعتکاف، کتاب الصوم)

مولانا رفعت صاحب قاسمی رحمہ اللہ کا فتوی

م:......اگر زینہ مسجد سے باہر ہوکر جاتا ہو اور اوپر جانا ضروری ہو تو اس کی ایک صورت یہ ہے کہ اعتکاف میں بیٹھنے کے وقت جب اعتکاف کی نیت کرے تو اسی وقت نیت میں یہ شرط لگالے کہ میں فلاں زینہ سے اوپر جایا کروں گا تو یہ شرط کر لینے سے زینہ سے اوپر جانا جائز ہو جائے گا۔(مدلل و مکمل مسائل اعتکاف ص ۶۵، مطبوعہ: حامد کتب خانہ، کراچی)

نوٹ:......اس طرح کے تکلف کی ضرورت ہی نہیں، بلا کسی استثناء اور بلا کسی شرط کے جائز ہے۔از: مرغوب احمد

کھانا لانے کے لئے باہر جانا

فقہاء اور ارباب افتاء کے نزدیک اعتکاف میں بعض ایسی رخصتیں ہیں جو مسجد کی سیڑھی سے اترنے و چڑھنے کے عمل سے کہیں زیادہ ہے، مثلاً:

(۱)......کوئی کھانا لانے والا نہ ہو تو گھر جا کر کھانا لانا جائز ہے، اس سے اعتکاف میں کوئی حرج و نقص نہیں آتا۔ (مستفاد: فتاوی حقانیہ ص۲۰۹ ج۴)

(۲)......حرمین شریفین میں مسجد کے اندر کھانا لانے کی اجازت نہیں (جبکہ ارباب انتظام کو حرمین شریفین کے معتکفین کے لئے مسجد کے اندر کھانا لانے کی اجازت دینی چاہئے) مگران کی اپنی انتظامی مجبوریاں ہوں گی اور یقیناً ہیں، اس لئے وہاں اجازت نہیں تو معتکف کو مسجد سے باہر جا کر کھانا کھانے کی اجازت ہے۔

(۳)......کوئی کھانا لانے والا نہ ہو تو گھر جا کر کھانا کھا بھی سکتا ہے۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ ص۲۶۵ ج۱۰۔ مطبوعہ: جامعہ فاروقیہ، کراچی۔ کتاب المسائل ص۱۸۴ ج۲)

(۱)......و قيل : يخرج بعد الغروب للأكل والشرب ، قال في البحر : وينبغي حمله على ما اذا لم يجد من يأتي له به ' فحينئذ يكون من الحوائج الضرورية۔

(طحطاوی علی المراقی ص۷۰۴، باب الاعتکاف ، کتاب الصوم ، ط: دار الکتب العلمیہ ، بیروت)

(۴)......معتکف کھانا لینے کے لئے گھر گیا تو معلوم ہوا کہ کھانا بننے کی تیاری میں کچھ دیر ہے، مثلاً سالن کو بگھار لگ رہا ہے، تو کھانا تیار ہونے تک گھر میں انتظار کر سکتا ہے۔

(احسن الفتاوی ص۵۰۷ ج۴، بتصرف)

کھانے پینے کی اشیاء کی خرید و فروخت کے لئے باہر نکلنا

(۵)......کوئی خادم نہ ہو تو کھانے پینے کی اشیاء کی خرید و فروخت کے لئے بھی معتکف کو مسجد

سے باہر نکلنا جائز ہے۔

(۱)......فان خرج لضرورة كشراء مأكول أو مشروب ...فلا يبطل اعتكافه، الخ۔

(الفقه الاسلامی وادلته ص۶۳۲ ج ۲، مبطلات الاعتكاف، كتاب الاعتكاف، ط: الہدیٰ، دیوبند)

ضرورۃً معتکف کا گھر یا ہوٹل چائے پینے کے لئے جانا

(۶)......معتکف چائے کا شدت سے عادی ہو اور کوئی چائے لانے والا نہ ہو تو گھر یا ہوٹل چائے پینے کے لئے جانے کی گنجائش ہے۔ (فتاوی محمودیہ ص۲۸۳ ج ۱۰۔ط: جامعہ فاروقیہ)

معتکف کا صبح وشام استنجاء جاتے اور آتے ہوئے دوکان کھولنا اور بند کرنا

(۷)......معتکف کا صبح کو قضائے حاجت کے لئے جاتے ہوئے دوکان کھولنا اور شام کو قضاے حاجت کے لئے جاتے ہوئے دوکان کو بند کرنے کی گنجائش ہے۔

(فتاوی محمودیہ ص۲۸۵ ج ۱۰۔مطبوعہ: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

معتکف کا صبح وشام استنجاء جاتے اور آتے ہوئے بیلوں کو کھولنا اور بند کرنا

(۸)......معتکف کا صبح کو قضائے حاجت کے لئے جاتے ہوئے بیلوں کا کھولنا اور کھلیان میں بند کرنا، اور شام کو قضاے حاجت کے لئے جاتے ہوئے کھلیان سے کھول کر گھر لے آنے کی گنجائش ہے۔ (فتاوی محمودیہ ص۲۸۵ ج ۱۰۔مطبوعہ: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

حقہ پینے کے لئے باہر جانا

(۹)......امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ نے حقہ پینے کے لئے مسجد سے باہر جانے کی اجازت دی ہے۔

جواب:......معتکف کو جائز ہے کہ بعد نماز مغرب مسجد سے باہر جا کر حقہ پی کر کے اور کلی

کر کے بوزائل کر کے مسجد میں چلا جائے۔

(فتاوی رشیدیہ (مکمل: مبوب، مع تالیفات رشیدیہ) ص ۳۷۸۔مطبوعہ: ادارہ اسلامیات، لاہور)

استنجاء کے لئے باہر نکلنا

(۱۰)......مسجد میں بیت الخلاء کا انتظام نہ ہوتو مسجد سے باہر جا کر استنجاء کرنا جائز ہے چاہے دور تک جانا پڑے۔

(۱۱)......مسجد کے قریب بیت الخلاء چھوڑ کر اپنے (یا کسی عزیز کے) گھر جائے تو اس کی وجہ سے اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔

(کتاب المسائل ص ۱۸۴ ج ۲، مسائل اعتکاف۔عمدۃ الفقہ ص ۴۰۳ ج ۳، اعتکاف بیان)

(۱۲)......اہل فتاوی نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ: مسجد کے بیت الخلاء صاف ستھرے نہ ہوں تو بھی معتکف استنجاء کے لئے اپنے گھر جا سکتا ہے۔

(۱۳)......مسجد میں استنجاء خانہ ہوتے ہوئے بھی کوئی اپنے گھر ہی پر استنجاء کا عادی ہو تو استنجاء کے لئے گھر جا سکتا ہے۔''فتاوی محمودیہ'' میں ہے: استنجاء کے لئے اگر اپنے گھر ہی کا عادی ہو تو وہاں چلا جایا کرے۔(فتاوی محمودیہ ص ۲۳۷ ج ۱۰۔مطبوعہ: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

(۱)......(وحرم عليه الخروج الا لحاجة الانسان) طبعية كبول و غائط وغسل ، (الدر المختار) لان الانسان قد لا يألف غير بيته ، رحمتى : أى فاذا كان لا يألف غيره بأن لا يتيسر له الا فى بيته ' فلا يعد الجواز بلا خلاف۔

(شامی ص ۴۳۵ ج ۳، باب الاعتكاف ، كتاب الصوم ، ط: مكتبة دار الباز ، مكة المكرمة)

ضرورۃً وضو کے لئے گرم پانی لینے جانا

(۱۴)......اگر ٹھنڈے پانی سے وضو میں تکلیف ہو، یا بیماری لاحق ہونے یا بیماری کے بڑھ

جانے کا اندیشہ ہو تو گرم پانی لینے کے لئے مسجد سے باہر نکل سکتا ہے۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ ص۲۶۵ ج۱۰۔ مطبوعہ: جامعہ فاروقیہ، کراچی)

نفل وضوء یا ہمیشہ باوضوء رہنے کے لئے باہر نکلنا

(۱۵)...... معتکف نفل وضوء کے لئے یا ہمیشہ باوضو رہنے کے لئے مسجد سے باہر نکل سکتا ہے۔ (فتاوی دار العلوم زکریا ص۳۴۳ ج۲۔ فتاوی قاسمیہ ص۵۶۶ ج۱۱)

غسل جمعہ کے لئے باہر نکلنا

(۱۶)...... علماء کی ایک جماعت کے نزدیک معتکف غسل جمعہ کے لئے مسجد سے نکل سکتا ہے۔

(احسن الفتاوی ص۵۰۲ ج۴۔ فتاوی حقانیہ ص۲۰۰ ج۴۔ فتاوی دار العلوم زکریا ص۳۴۵ ج۲۔ کتاب المسائل ص۱۸۷ ج۲، مسائل اعتکاف)

جبکہ غسل میں وقت لگے گا اور سیڑھی سے اترنے میں کوئی زیادہ وقت بھی صرف نہیں ہوتا۔

(۱)...... ویخرج للوضوء والاغتسال فرضا کان أو نفلا۔

(فتاوی تاتارخانیہ ص۴۴۶ ج۳، الفصل الثانی عشر فی الاعتکاف، کتاب الصوم، رقم :۴۸۱۳)

وظیفہ کے لئے آفس میں دستخط کے لئے جانا

(۱۷)...... برطانیہ اور اس جیسے دوسرے ممالک میں وظیفہ کے لئے مجبوراً آفس میں دستخط کے لئے جانا جائز ہے۔ (مستفاد: فتاوی رحیمیہ ص۲۱۰ ج۵)

اذان دینے کے لئے باہر نکلنا

(۱۸)...... اذان دینے کے لئے مسجد سے باہر سیڑھی سے چڑھنا پڑے تو بھی منارہ پر جا کر

اذان دینا مفسد اعتکاف نہیں ہے۔

(۱)......ولو صعد المئذنة لم يفسد اعتكافه بلا خلاف ، وان كان باب المئذنة خارج المسجد ' والمؤذن و غيره فيه سواء۔

(فتاوی عالمگیری ص۲۱۲ ج۱، الباب السابع فی الاعتکاف ، کتاب الصوم، ط: رشیدیہ)

(۲)......ولا يخرج منه الا لحاجة شرعية كالجمعة والاذان لو كان مؤذنا و باب المئذنة خارج المسجد ، الخ۔

(النهر الفائق ص۴۶ ج۲، باب الاعتكاف ، كتاب الصوم، ط: زکریا، دیوبند)

عیادت اور نماز جنازہ کے لئے باہر جانا

(۱۹)......امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ نے معتکف کو عیادت اور شرکت جنازہ کی بھی اجازت دی ہے۔آپ تحریر فرماتے ہیں:

معتکف کو عیادت اور شرکت نماز جنازہ وغیرہ ضروریات درست ہیں۔

(فتاوی رشیدیہ (مکمل: مبوب، مع تالیفات رشیدیہ) ص۳۷۸۔مطبوعہ: ادارہ اسلامیات، لاہور)

(۲۰)......قریبی رشتہ دار: جیسے: بیوی' اولا د' والدین' حقیقی بھائی و بہن وغیرہ میت کی تجہیز و تکفین کے لئے معتکف کو مسجد سے باہر جانے کی اجازت ہے۔ (فتاوی قاسمیہ ص۲۵۷ ج۱۱)

دوسری مسجد میں قرآن سنانے کے لئے جانا

(۲۱)......دوسری مسجد میں قرآن سنانے اور تراویح پڑھانے کی اجازت تک بھی دی گئی ہے۔''فتاوی دارالعلوم'' میں ہے:

سوال:......زید ہمیشہ اخیر عشرہ رمضان المبارک میں معتکف ہوتا ہے، امسال تازہ حالت یہ پیش آئی کہ زید کو نواب صاحب کے مکان پر قرآن شریف تراویح میں سنانے کے لئے جانا

پڑتا ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب:……اگر اعتکاف کے وقت یہ نیت کرلے کہ میں تراویح میں قرآن شریف سنانے جایا کروں گا تو یہ جائز ہے۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند مدلل ومکمل ص۳۱۶ ج۶،سوال نمبر:۲۹۴۔مطبوعہ:دارالاشاعت کراچی)

جب کھانا لانے کی ضرورت کی وجہ مسجد سے باہر قریب یا دور تک مکان جا کر کھانا لانا جائز ہے،کوئی کھانا لانے والا نہ ہوتو گھر جا کر کھانا کھا بھی سکتا ہے،کھانا تیار ہونے تک گھر میں انتظار کرسکتا ہے،کوئی خادم نہ ہوتو کھانے پینے کی اشیاء کی خرید وفروخت بھی کرسکتا ہے، چائے کا عادی گھر یا ہوٹل چائے پینے جاسکتا ہے،معتکف قضائے حاجت کے لئے جاتے اور آتے ہوئے دوکان کھول اور بند کرسکتا ہے، جانور کی خدمت کرسکتا، حقہ پی کر، کلی کرکے بوزائل کرسکتا ہے، استنجاء کے لئے، یا مسجد کے بیت الخلاء صاف ستھرے نہ ہوں یا گھر کے بیت الخلاء کا ہی عادی ہوتو بھی گھر استنجاء کے لئے جاسکتا ہے، وضو کی غرض سے گرم پانی لینے کے لئے، غسل جمعہ کے لئے، مالی وظیفہ کے حصول کی دستخط کے لئے جاسکتا ہے، اذان دینے کے لئے، عیادت ونماز جنازہ کے لئے، قریبی رشتہ دار: جیسے: بیوی، اولاد، والدین، حقیقی بھائی وبہن وغیرہ میت کی تجہیز وتکفین کے لئے، دوسری مسجد میں تراویح پڑھانے کے لئے جاسکتا ہے، تو مسجد کے اندر ہی سیڑھی سے اتر کر جماعت کی شرکت میں کیا حرج ہے؟

آپ ﷺ کا حالتِ اعتکاف زوجہ محترمہ کو گھر پہنچانے کے لئے نکلنا

(۱)......عن ابن المعلی : انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان معتکفا فی المسجد ' فاجتمع نساءہ الیہ ' ثم تَفَرَّقنَ فقال لصفیة ابنة حُیَیّ : أقلبِک الی بیتک ، فذھب معھا حتی أدخلھا بیتھا وھو معتکف۔

(مصنف عبدالرزاق ص۳۶۰ ج۴، باب خروج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اعتکافہ ، کتاب الاعتکاف ، رقم الحدیث:۸۰۶۶)

ترجمہ:......حضرت ابن المعلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: حضرت نبی کریم ﷺ مسجد میں معتکف تھے،آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ ﷺ سے ملنے کے لئے آئیں، پھر وہ وہاں سے (واپس جانے کے لئے) جدا ہوئیں تو نبی کریم ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: میں تمہیں تمہارے گھر تک پہنچانے جاتا ہوں،تو نبی کریم ﷺ ان کے ساتھ تشریف لے گئے یہاں تک کہ انہیں ان کے گھر تک پہنچا دیا، حالانکہ آپ ﷺ اس وقت اعتکاف میں تھے۔

تشریح:......امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی یہ حدیث قدرے تفصیل سے نقل فرمائی ہے،اور یہ باب قائم کیا ہے:’’باب ھل یخرج المعتکف لحوائجہ الی باب المسجد ‘‘۔پوری روایت اس طرح ہے:

(۲)......علی بن الحسین رضی اللہ عنھما : انّ صفیّةَ زوجَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم أخبَرَتْہُ انّھا جاء ت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تَزُورُہُ فی اعتکافہ فی المسجد فی العشر الأواخر من رمضانَ ' فَتَحَدَّثَتْ عندہ ساعةً ثمّ قامت تَنْقَلِبُ ، فقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم معھا یَقْلِبُھَا حتّی اذا بلغَتْ باب المسجد عند باب امّ

سلمة ‘ مرّ رجلان من الانصار فسلّما على رسول الله صلى الله عليه وسلم ‘ فقال لهما النبى صلى الله عليه وسلم : على رِسْلِكُمَا ‘ انما هى صفيّة بنت حُيَيٍّ ، فقالا : سبحان الله يا رسول الله ! وكَبُرَعليهما ‘ فقال النبى صلى الله عليه وسلم : انّ الشيطان يبلُغ من الانسان مَبْلَغَ الدّم ‘ وانّى خشيت أن يَقْذِف فى قلوبكما شيئا۔

(بخاری، باب هل يخرج المعتكف لحوائجه الى باب المسجد ، كتاب الاعتكاف ، رقم الحديث:۲۰۳۵)

ترجمہ:......حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: انہیں نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ: وہ رمضان کے آخری عشرہ کے ایام میں مسجد نبوی میں رسول اللہ ﷺ کے اعتکاف کی جگہ میں آپ ﷺ کی زیارت وملاقات کے لئے آئیں، پھر آپ ﷺ کے پاس کچھ دیر باتیں کرتی رہیں، جب واپس جانے لئے کھڑی ہوئیں تو نبی کریم ﷺ بھی ان کے ساتھ جانے کے لئے کھڑے ہوئے یہاں تک کہ جب وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ کے قریب مسجد کے دروازے کے پاس پہنچیں تو انصار کے دوصحابہ (حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عباد بن بشیر رضی اللہ عنہما) گذرے، انہوں نے نبی کریم ﷺ کوسلام کیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہیں ٹھہرو، یہ (میری زوجہ حضرت) صفیہ (رضی اللہ عنہا) ہیں، تو انہوں نے کہا: سبحان اللہ! یارسول اللہ! اوران کو یہ وضاحت بہت سخت لگی، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیشک شیطان انسان کے خون کی جگہ میں پہنچ جاتا ہے، اور مجھ کو یہ خوف ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی چیز ڈال دے گا۔

اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ یہ استدلال فرمانا چاہتے ہیں کہ اس واقعہ میں آپ

ﷺ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑنے کے لئے مسجد کے دروازے تک تشریف لے گئے تھے باہر نہیں۔مگر سوال یہ ہے کہ مسجد کا دروازہ اگر مسجد کے حدود کے اندر ہے تو ضرورت یا بلا ضرورت وہاں تک جانا ہر حال میں جائز ہے، پھر باب کا کیا مقصد؟ اور اگر مسجد کا دروازہ مسجد کی حد سے باہر ہے تو معتکف کا ضرورۃً مسجد سے باہر جانا ثابت ہوا۔اس لئے دوسرے اکابر نے اس حدیث سے مسجد سے باہر جانے کے جواز پر استدلال کیا ہے، اور اس حدیث کو حضرات صاحبین رحمہما اللہ کے مسلک کے جواز کی دلیل بنایا ہے، یعنی آپ ﷺ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑنے کے لئے ان کے گھر تک تشریف لے گئے، نہ صرف مسجد کے دروازے تک جیسا کہ علامہ خطابی اور صاحب منہل رحمہما اللہ کے کلام میں اس کی صراحت ہے کہ آپ ﷺ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑنے کے لئے مسجد سے باہر تشریف لے گئے، جیسا کہ اوپر ’’مصنف عبد الرزاق‘‘ کی روایت میں اس کی صراحت ہے۔

یہ روایت ’’بخاری شریف‘‘ میں چھ جگہوں پر آئی ہے، اسی طرح ’’مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، سنن دارمی، صحیح ابن خزیمہ، سنن کبری، صحیح ابن حبان، طبرانی کبیر، شعب الایمان بیہقی، مسند احمد‘‘ وغیرہ کتب احادیث میں بھی آئی ہے، مگر کسی روایت میں اس بات کی صراحت نہیں کہ آپ ﷺ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑنے کے لئے مسجد کے دروازے تک تشریف لے گئے، جبکہ مصنف عبد الرزاق کی روایت میں اس کی صراحت ہے کہ ’’ **فذهب معها حتى أدخلها بيتها** ‘‘۔

صاحب معالم السنن امام ابوسلیمان محمد خطابی اور صاحب منہل شیخ محمود محمد خطاب السبکی رحمہما اللہ تحریر فرماتے ہیں:

’’وفيـه أنـه خرج من المسجد معها ليبلغها منزلها ، وفى هذا حجة لمن رأى أن الاعتكاف لا يفسد اذا خرج فى واجب ‘ وانه لا يمنع المعتكف من اِتيان معروف‘‘

(معالم السنن للخطابی ص۱۴۰ ج ۲۔المنھل العذب المورود شرح سنن الامام ابی داود ص ۲۴۵ ج ۱۰)

حضرت مولانا عاقل صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

بعض شراح جن میں خطابی رحمہ اللہ بھی ہیں اور صاحب منہل رحمہ اللہ کے کلام میں بھی ہے کہ اس موقع پر آپ ﷺ مسجد سے باہر ان کو پہنچانے کے لئے نکل گئے تھے، اور یہ کہ یہ واقعہ دلیل ہے اس بات کی کہ اگر کوئی شخص اعتکاف میں کسی ضروری امر واجب کے لئے باہر نکلے تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔ (الدر المنضود ص ۲۷۸ ج ۳)

بحر العلوم مولانا عبد العلی صاحب رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو حضرات صاحبین رحمہما اللہ کے مسلک کی تائید میں پیش کیا ہے، یعنی ان کا رجحان بھی یہی ہے کہ آپ ﷺ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑنے کے لئے ان کے گھر تک تشریف لے گئے تھے۔

’’ويؤيد هذا الحديث لهما بعض التائيد‘‘۔

(رسائل الارکان ص ۲۳۰/ خاتمة فى الاعتكاف ، الرسالة الثالثة فى الصوم)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ نے ’’بذل المجہود‘‘ کے حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے کہ: صاحب رسائل الارکان نے اس حدیث کی بنا پر حضرات صاحبین رحمہما اللہ کے مسلک کو ثابت کیا ہے۔’’ قـلـت: لـكـن استدل بهذا الحديث صاحب ’’رسائل الاركان‘‘ على مسلك الصاحبين على جواز الخروج‘‘۔

(بذل المجهود فى حل سنن ابى داوُد ص ۷۰۶ ج ۸، المعتكف يعود المريض ، كتاب الصيام ، تحت رقم الحديث: ۲۴۷۲)

استاذ محترم حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہم نے بھی آپ ﷺ کے مسجد سے باہر تشریف لے جانے کی صراحت فرمائی ہے، فرماتے ہیں:

جس وقت حضور ﷺ ان کو واپس چھوڑنے کے لئے مسجد سے باہر نکلے۔

(فتح اللہ الاحد ص ۵۹۵ ج ۴، باب الظن)

معتکف جنازہ میں شرکت اور مریض کی عیادت کے لئے جا سکتا ہے

(۶)......عن انس بن مالک رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : المعتكف يَتبَع الجنازة، ويعود المريض۔

(ابن ماجہ، باب فی المعتكف يعود المريض و يشهد الجنائز ، ابواب ما جاء فی الصيام ، رقم الحديث:۱۷۷۷)

ترجمہ:......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: معتکف جنازہ میں شرکت کے لئے اور مریض کی عیادت کے لئے جا سکتا ہے۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور حضرات تابعین رحمہم اللہ کے چند آثار

معتکف کیا اعمال کرسکتا ہے، اس بارے میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور حضرات تابعین رحمہم اللہ کے آثار بھی مختلف ہیں، چند آثار درج ذیل ہیں جن میں ان حضرات کے فتاوی میں سہولت کی اجازت منقول ہے۔

(۱)......عن علی قال : اذا اعتکف الرجل فلیشهد الجمعة ، وَلْیَعُدِ المریض ، ولیحضر الجنازة ، ولیأتِ اهله ، ولیأمرهم بالحاجة وهو قائم۔

ترجمہ:......حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب کوئی آدمی اعتکاف کرے تو اسے چاہئے کہ نماز جمعہ میں حاضر ہو، اور بیمار کی عیادت کرے، اور جنازہ میں شرکت کرے، کھڑے کھڑے اپنے گھر آئے اور اہل خانہ کو اپنی ضروری (کاموں کے) پورا کرنے کا حکم کرے۔

(۲)......عن سعید بن جبیر أنه قال : یشهد الجمعة ، ویعود المریض ، و یجیب الامام۔

ترجمہ:......حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: (معتکف) جمعہ میں حاضر ہوسکتا ہے، اور بیمار کی عیادت کرسکتا ہے، اور امام کے بلانے پر جائے گا۔

(۳)......عن سعید بن جبیر قال : یشهد الجمعة ، ویعود المریض ، ویشهد الجنازة ویخرج الی الحاجة ، ویُجیب الامام ، وذلک انّ عمرو بن حُریث أرسل الیه وهو معتکف فلم یأته ، فأرسل الی فأتاه۔

ترجمہ:......حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: (معتکف) جمعہ میں حاضر ہوسکتا ہے، اور بیمار کی عیادت کرسکتا ہے، جنازہ میں شریک ہوسکتا ہے، اور اپنی ضرورت کے لئے

نکل سکتا ہے، اور امام کے بلانے پر جائے گا۔ یہ بات انہوں نے اس لئے فرمائی کہ: انہوں نے حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کو بلایا تھا، وہ اعتکاف میں ہونے کی وجہ سے نہیں آئے تو حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے ان کی طرف یہ بات لکھ کر بھیجی جس پر وہ آ گئے۔

(۴)......عن ابراهيم قال : كانوا يُحبّون للمعتكف أن يشترِطَ هذه الخصال-: و هى له وان لم يشترِطُ- : عيادة المريض ، وأن يتبع الجنازة ، ويشهد الجمعة۔

ترجمہ:......حضرت ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اسلاف معتکف کی ان عادات کو شرط قرار دیئے بغیر پسند فرماتے تھے: بیمار کی عیادت کرنا، جنازہ میں شرکت کرنا، اور جمعہ کی نماز کے لئے جانا۔

(۵)......عن ابى سلمة قال : المعتكف يعود المريض ، ويشهد الجمعة ، ويقوم مع الرجل فى الطريق يُسائله۔

ترجمہ:......حضرت ابوسلمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: معتکف بیمار کی عیادت کرے، جمعہ کی نماز کے لئے جائے، اور راستہ میں وہ کسی کے ساتھ کھڑے ہو کر بات کر سکتا ہے۔

(٦)......عن الحسن قال : يأتى الغائط ، و يتّبِع الجنازة ، ويعود المريض۔

ترجمہ:......حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: معتکف رفع حاجت کے لئے، جنازہ میں شرکت کے لئے اور مریض کی عیادت کے لئے جا سکتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۰۱/۳۰۲/۳۰۳ ج ٦، ما قالوا فى المعتكف ، ما له اذا اعتكف مما يفعله؟ كتاب الصيام ، رقم الحديث: ۹۷۲۴/۹۷۲۵/۹۷۲۷/۹۷۲۸/۹۷۳۱/۹۷۳۲)

تراویح کی اجرت

طاعات پر اجرت کے جواز کی احادیث، طاعات پر اجرت کے جواز کی فقہی عبارات، تلاوت قرآن کی اجرت کے جواز پر عبارات فقہاء، تراویح میں ایک قرآن کریم کا ختم کرنا سنت ہے، تراویح کے نذرانہ پر حضرت مولانا منت اللہ رحمانی اور حضرت مولانا مفتی زرولی خان صاحب رحمہما اللہ کے فتاوے، تراویح کے امام کے ذمہ نماز معین کر کے تنخواہ دینا حیلہ ہے اور ناجائز ہے، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے دین پر اجرت لینے کے واقعات وغیرہ امور اس مختصر رسالہ میں مع حوالہ جمع کئے گئے ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ......کچھ قابل غور باتیں

اجارہ کے سلسلے میں ایک اہم مسئلہ دینی کاموں پر اجرت کا ہے، اخلاص اور ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ دینی خدمات پر کوئی اجرت وصول نہ کی جائے، اگر دینی شعبوں پر اجرت کی تعیین کی جائے تو عبادت گاہوں اور تجارت گاہوں میں کیا فرق باقی رہ جائے گا؟ فقہاء متقدمین کا یہی نظریہ تھا اور وہ دین پر اجرت کے جواز کے قائل نہیں تھے۔

لیکن اس مسئلہ کا دوسرا پہلو بھی قابل غور ہے کہ: اگر دین کے خدام: ائمہ' مؤذنین' مدرسین وغیرہ دین کی خدمات کے لئے فارغ نہ ہوں اور ان کی کوئی تنخواہ نہ دی جائے تو پھر ان کی بسر اوقات کا کیا ہوگا؟

اسلامی دور حکومت میں خدام دین کے لئے معقول وظائف کا انتظام تھا، اس لئے وہ حضرات معاشی فکر سے مستغنی تھے، اور دل جمعی کے ساتھ دینی خدمات میں مصروف رہتے تھے، مگر جب یہ سلسلہ ختم ہو گیا تو متأخرین فقہاء نے دینی خدمات پر معاوضہ کا فتوی دیا۔

اس وقت علماء میں اس مسئلہ میں تو کوئی اختلاف نہیں کہ طاعات پر اجرت جائز ہے، اختلاف تو مسئلہ تراویح کی اجرت کا ہے، ہمارے اکابر کی اکثریت تو عدم جواز ہی کی قائل ہے، مگر اہل علم کی ایک جماعت کے نزدیک تراویح کی اجرت بھی جائز ہے۔

احقر نے اس رسالہ میں اسی موضوع پر کچھ لکھنے کی جرأت کی ہے۔ ارباب افتاء بھی اس وقت علماء وحفاظ کے حالات پر غور فرمائیں، حفاظ کرام کی ایک بڑی جماعت فقر ومحتاجگی کی زندگی گزار رہی ہے، اور رمضان المبارک کا پورا مہینہ محنت اور وقت صرف کر کے تراویح کی اہم خدمت انجام دے رہے ہیں، اور تراویح کی اجرت کے عدم جواز کے فتوے کی آڑ میں

نہ تو تنخواہ کی مستحق ہیں، اور نہ ہدیہ کا رواج ہے۔ کئی حفاظ سے میں نے خود پوچھا کہ: آپ نے پورا مہینہ تراویح پڑھائی تو کچھ ہدیہ بھی ملا یا نہیں؟ اکثروں کا جواب نفی میں تھا۔

کس قدر بے حسی کا ماحول ہے جو قوم شادی پر، تعمیرات پر اور نہ جانے کہاں کہاں ہزاروں نہیں لاکھوں خرچ کر رہے ہیں، ایک حافظ قرآن کو پورے مہینہ کی عظیم خدمت پر تھوڑی سی رقم دینے کی توفیق سے بھی محروم ہے۔

ضرورت ہے کہ اہل علم رمضان میں خوب ترغیب دیں کہ حفاظ کی خوب مالی خدمت کی جائے، اور اگر جہاں ہدیہ کی کوئی توقع نہ ہو تو مسجد کے ذمہ دار حضرات اہل علم کی ایک جماعت کے مسلک پر عمل کرتے ہوئے ان کے لئے معقول تنخواہ کا انتظام کریں۔

اہل علم کو بھی اس مسئلہ پر نظر ثانی کرنی چاہئے، فقہاء ثلاثہ کے متفق علیہ مسئلہ کہ طاعات پر اجرت جائز نہیں، متأخرین نے حالات کے پیش نظر اس اکابر کے مسلک کو ترک کر کے جواز کا فتوی دیا، تو اس وقت بھی اکابر اہل علم اور ارباب افتاء کو دوبارہ اس مسئلہ پر غور کرنا چاہئے۔ جبکہ اور دینی شعبوں کے خدام کے لئے بھی طاعات پر اجرت جائز ہے، مثلا:

(۱)...... مہتمم کی اجرت جائز ہے۔

(۲)...... امامت کی اجرت جائز ہے۔

(۳)...... تدریس کی اجرت جائز ہے۔

(۴)...... طلبہ سے فیس لے کر پڑھانا اور اس سے تنخواہ لینا جائز ہے۔

(کفایت المفتی ص ۵۰۷ ج ۱۱)

(۵)...... گھر اور مکان پر جا کر ٹیوشن پڑھانے کی اجرت جائز ہے۔

(فتاوی قاسمیہ ص ۱۰۷ ج ۲۱)

(۶)......اذان کی اجرت جائز ہے۔

(۷)......فتوی دینے کی اجرت جائز ہے۔

(۸)......قضا کی اجرت جائز ہے۔ [۱]

(۹)......مقرر اور خطیب کی اجرت جائز ہے۔

(۱۰)......نکاح خوانی کی اجرت جائز ہے۔

(۱۱)......تعویذ وعملیات کی اجرت جائز ہے۔

(۱۲)......قبر کھودنے، کفن سینے، میت کو غسل دینے کی اجرت جائز ہے۔

(فتاوی قاسمیہ ص۲۰۷ ج۲۱)

(۱۳)......حضرت عطاء رحمہ اللہ کا فتوی ہے کہ جو مریض کی طرف سے طواف کرے تو مریض اس کو اجرت دے۔ (گویا طواف کی اجرت جائز)۔

عن عطاءٍ قال : یستأجِر المریض من یطوف عنه ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۰۶ ج۸، فی المریض ما یصنع به ؟ کتاب المناسک ، رقم الحدیث:۱۴۰۲۵)

---

[۱]......عن نافع قال : استعمل عمر بن الخطاب زید بن ثابت علی القضاء وفرض له رزقا۔

(کنز العمال ، الخلافة مع الامارة ، رزق القضاء ، رقم الحدیث:۱۴۴۶۵)

ترجمہ:......حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو قضا پر مامور کیا اور ان کی تنخواہ مقرر فرمائی۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قضا پر اجرت لیتے تھے۔ حضرت محمد رحمہ اللہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ قاضی بیت المال سے اجرت وصول کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت قاضی شریح رحمہ اللہ کی پانچ سو درہم اجرت مقرر فرمائی تھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۶۱/۲۶۲ ج۱۱، فی القاضی یأخذ الرِّزق ، کتاب البیوع والاقضیة ، رقم الحدیث: ۲۲۲۲۸/۲۲۲۳۲/۲۲۲۳۳)

(۱۴)......تراویح میں سامع کی اجرت جائز ہے۔

سوال:......سماعت قرآن (قرآن کریم کے سننے) کی اجرت اور پڑھنے کی اجرت میں کیا فرق ہے؟ پہلی جائز دوسری ناجائز کیوں؟

جواب:......سماعت قرآن کی غرض یہ ہے کہ جہاں حافظ بھولے گا وہاں سامع بتلائے گا، پس یہ تعلیم ہے، اور تعلیم پر اجرت لینے کے لئے جواز کا فتوی ہے، برخلاف سنانے کے کہ اس میں تعلیم مقصود نہیں ہے۔(امداد الفتاوی جدید ص۴۹۶ ج۱)

نوٹ:......اس عاجز کو حضرت رحمہ اللہ کے جواب پر شبہ ہے، اس لئے کہ سامع کا غلطی پر متنبہ کرنا تعلیم نہیں تذکیر ہوسکتا ہے، اگر تعلیم ہو تو نماز کے فساد کا خطرہ ہوگا، اس لئے کہ نماز میں سیکھنا سکھانا تو ممنوع ہے۔

راقم نے یہ نوٹ بڑے ڈرتے ہوئے لکھا تھا کہ: کہیں کوئی حکیم الامت رحمہ اللہ کی توہین کا فتوی ہی نہ لگادے، مگر ''امداد الفتاوی'' مبوب کے مطالعہ سے بات واضح ہوگئی، اس لئے کہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ اس فتوی سے رجوع فرما چکے ہیں۔حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی مدظلہ مذکورہ فتوی کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

حضرت والا تھانوی رحمہ اللہ نے سامع کے لقمہ کو تعلیم قرآن پر قیاس کرکے کسی زمانہ میں اس کی اجرت کے جواز کا فتوی دیا تھا، لیکن جب بعد میں اس مسئلہ پر تحقیق فرمائی کہ یہ تعلیم قرآن کے مشابہ نہیں ہے، کیونکہ نماز میں امام کو تعلیم دے کر قرآن سکھایا نہیں جاتا، بلکہ وہ پہلے ہی تعلیم یافتہ اور سیکھا ہوا ہے، لہذا لقمہ دینا تعلیم نہیں ہے، بلکہ تذکیر اور یاددہانی ہے، اس لئے حضرت والا تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے اس فتوی سے رجوع فرما کر عدم جواز کا فتوی جاری فرمایا ہے، اور رجوع کا فتوی حضرت رحمہ اللہ کی کتاب ''التذکیر والتھذیب''

(ص۸۳ ج۳) پر موجود ہے، وہاں اسے ملاحظہ فرمائیے۔

اتفاق سے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ جس وقت ''امداد الفتاوی'' کی ترتیب دے رہے تھے، اس وقت رجوع والا فتوی ان کو دستیاب نہ ہوسکا تھا، اور ''امداد الفتاوی'' میں شامل کرنے سے رہ گیا تھا، اور ''امداد الفتاوی'' زیادہ متداول ہونے کی وجہ سے رجوع والا فتوی پردۂ خفا میں رہ گیا اور سامع کی اجرت کے عدم جواز کا فتوی ''فتاوی رشیدیہ'' (جدید مکتبہ دیوبند ص:۱۷۱/۳، قدیم:۳۹۲۔ جواہر الفقہ قدیم ص۳۸۲ ج۱، جدید: زکریا ص۵۲۲ ج۳۔ احسن الفتاوی ص۵۱۶ ج۳۔ فتاوی دارالعلوم دیوبند ص۲۹۵ ج۴ میں موجود ہے۔

(امداد الفتاوی جدید مطول حاشیہ ص۳۶۸ ج۲، باب التراویح۔ قرآن سننے پر اجرت لینے کا حکم)

(۱۵)......نابالغ بچے کو نماز کے ارکان وواجبات سکھانے کے لئے کسی معلم کو اجرت پر رکھنا جائز ہے، بلکہ اس کی اجرت بچے کے مال سے ادا کرنا بھی درست ہے، اگر اس کے پاس مال ہو، ورنہ باپ کے مال سے، اور اگر باپ کے پاس مال نہ ہو تو بچے کی ماں کے مال سے اجرت ادا کی جائے۔ (مستفاد: الدر المنضود ص۸۳ ج۲، باب متی یؤمر الغلام بالصلوۃ)

صرف تراویح کی طاعت میں اجرت لینے میں کیا حرج ہے؟ بعض ارباب افتاء نے اس حیلہ کے ساتھ کہ تراویح پڑھانے والوں کو رمضان میں ایک دو نمازوں کی امامت کی ذمہ داری دی جائے اور ان کو تنخواہ دی جائے، ظاہر ہے یہ حیلہ ہی ہے، مقصود تو امامت نہیں، صرف تراویح میں قرآن کریم سنانا ہے، اس حیلہ سے بہتر نہیں کہ تراویح کے حفاظ کو تنخواہ دی جائے، اور سب خدام کی طرح ان کی بھی خدمت کی جائے؟

اس رسالہ میں اسی موضوع پر چند باتیں لکھی گئی ہیں، میری حیثیت ہرگز ایسی نہیں کہ اکابر کے مسلک کے خلاف کوئی بات لکھوں، مگر ایک طرف دوسرے بعض اکابر اس مسئلہ

میں جواز کے قائل ہیں، ان حضرات کی رائے پر عصر حاضر کے اہل علم کو غور کرنے کی دعوت دینے کے لئے یہ تحریر لکھی جارہی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں اس کے جواب میں اہل علم اور اہل قلم فوراً قلم چلائیں گے، اور یقیناً انہیں حق ہے کہ جس مسئلہ کو وہ درست سمجھیں اس پر اپنی رائے کا برملا اظہار کریں، مگر ان حضرات کی خدمت میں کوئی جواب نہ دینے کے ارادہ کے ساتھ یہ چند صفحات پیش خدمت ہیں۔

مرغوب احمد لاجپوری

۲۰ رشوال المکرّم ۱۴۴۲ھ، مطابق: ۱ رجون ۲۰۲۱

منگل

دم پر اجرت اور آپ ﷺ کا ارشاد: میرا بھی حصہ رکھنا

(۱)......عن ابی سعید رضی الله عنه : ان رَهطا من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم انطلقوا فی سفرة سافروها ، حتی نزلوا بِحَیّ من احیاء العرب ، فاستضافوهُم فأبَوا ان یضیِّفُوهم ، فلُدِغ سیدُ ذلک الحیّ ، فسعوا له بکل شیء لا ینفعه شیء ، فقال بعضهم : لو أتیتم هولاء الرّهط الذین قد نزلوا بکم ، لعلّه ان یکون عند بعضهم شیء ، فأتَوهم فقالوا : یا ایها الرّهط ! ان سیدَنا لُدِغ فسعینا له بکل شیء لا ینفعه شیء ، فهل عند احد منکم شیء ؟ فقال بعضهم : نعم ، واللّه انی لَرَاقٍ ولکن واللّه لقدِ استَضَفْناکم ، فلم تُضیِّفونا ، فما انا بِراقٍ لکم حتی تجعلوا لنا جُعْلا ، فصالَحوهُم علی قطیع من الغنم ، فانطلق فجعل یتفُل و یقرأ ﴿ الحمد لله رب العٰلمین ﴾ حتی لکأنّما نُشِط من عِقال فانطلق یمشی ما به قَلَبَةٌ ، قال : فاَوفَوهم جُعْلهُمُ الذی صالحوهم علیه ، فقال بعضهم : اقسِموا ، فقال الذی رقی : لا تفعلوا حتی نأتِیَ رسول الله صلی الله علیه وسلم فنذکُرله الذی کان فننظُرَ ما یأمرنا ، فقدِمُوا علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فذکروا له فقال : وما یدریک أنّها رُقیةٌ ، اصبتم ، اقسِموا واضرِبوا لی معکم بسهمٍ۔

(بخاری، باب النفث فی الرقیة ، کتاب الطب ، رقم الحدیث:۵۷۴۹)

ترجمہ:......حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے چند لوگ ایک سفر میں گئے، انہوں نے وہ سفر کیا یہاں تک کہ عرب کے قبائل میں سے کسی قبیلہ میں جا کر ٹھہرے، پس ان لوگوں سے مہمان نوازی کی خواہش کی تو انہوں نے ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی میزبانی سے انکار کر دیا، پھر اتفاق سے اس قبیلہ کے

سردار کو بچھو سے ڈس لیا گیا، انہوں نے اس کے لئے ہر طرح کا علاج کر لیا، لیکن کسی چیز سے اس کو فائدہ نہیں ہوا، تو ان میں سے کسی نے کہا: اگر تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جو تمہارے قبیلہ میں آ کر ٹھہرے ہیں، شاید ان کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جس سے اس کو شفاء ہو، سو وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس آئے، پس انہوں نے کہا: اے جماعت! ہمارا سردار ڈسا گیا ہے، ہم نے اس کے لئے ہر طرح کا علاج کر لیا ہے اور کسی سے اس کو فائدہ نہیں ہوا، کیا تم میں سے کسی ایک کے پاس کوئی چیز ہے؟ پس ان میں سے بعض نے کہا: ہاں! اللہ تعالیٰ کی قسم! میں ضرور دم کرنے والا ہوں، لیکن اللہ کی قسم ہم نے تم سے ضیافت طلب کی تھی، تم نے ہماری ضیافت نہیں کی، سو اب میں تم کو دم کرنے والا نہیں ہوں، یہاں تک کہ تم ہمارے لئے اتنی اجرت مقرر کرو، پس انہوں نے چند بکریوں کے ریوڑ پر صلح کر لی، پس وہ گئے اور وہ دم کرتے تھے اور سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے، یہاں تک کہ اس کی برکت سے وہ ایسا ہو گیا جیسے اس کی رسی کھل گئی ہو، اور وہ اس طرح چلنے لگا جیسے اسے کوئی تکلیف ہی نہ رہی ہو، راوی کا بیان ہے کہ: انہوں نے مصالحت کے مطابق وعدہ پورا کر دیا، پس بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ان بکریوں کو تقسیم کر دو، سو جنہوں نے دم کیا تھا، انہوں نے کہا: ابھی نہ کرو، یہاں تک کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس جائیں اور آپ ﷺ سے اس کا ذکر کریں، پھر ہم دیکھیں کہ آپ ﷺ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ پھر لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور اس کا آپ ﷺ سے ذکر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ دم ہے؟ تم نے صحیح کیا، ان بکریوں کو تقسیم کرو اور اپنے ساتھ میرا حصہ بھی لگاؤ۔

تشریح:...... تیس بکریوں پر معاملہ طے ہوا۔ سات مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھی گئی اور وہ بیمار ٹھیک ہو گیا۔ (موسوعہ فقہیہ ص ۵۸، عنوان: تعویذ)

سب سے زیادہ اجرت کی مستحق اللہ تعالی کی کتاب ہے

(۲)......عن ابن عباس انّ نفرا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مَرُّوا بماءٍ فیھم لَدِیغٌ – أو سلیم – فعرض لھم رجل من أھل الماء فقال : ھل فیکم مِن راقٍ ؟ اِنّ فی الماء رجلا لدیغا– أو سلیما– فانطلق رجل منھم فقرأ بفاتحۃ الکتاب علی شاءٍ فبرأ ' فجاء بالشّاء الی اصحابه فکرھوا ذلک و قالوا : أخذتَ علی کتاب اللہ اجرا ؟ حتّی قَدِموا المدینۃ فقالوا : یا رسول اللہ ! اخذ علی کتاب اللہ اجرا ، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : انّ احقّ ما أخذتم علیہ اجرا کتابُ اللہ۔

(بخاری، باب الشرط فی الرُّقیۃ بقطیع من الغنم ، کتاب الطب ، رقم الحدیث:۵۷۳۷)

ترجمہ:......حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے چند صحابہ رضی اللہ عنہم ایک پانی کی گھاٹ کے پاس سے گذرے، ان گھاٹ والوں میں ایک شخص وہ تھا جس کو بچھو- یا سانپ- نے ڈنک لگایا ہوا تھا، پھر ان کے کے پاس اس پانی کی گھاٹ کے لوگوں میں سے ایک مرد آیا اور کہا: کیا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے؟ کیونکہ اس پانی میں ایک مرد ہے جس کو بچھو- یا سانپ- نے کاٹ لیا ہے، پس صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ اس شخص کے پاس گئے اور اس پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر چند بکریوں کے عوض دم کیا، پس وہ مرد ٹھیک ہوگیا، پھر وہ بکریاں لے کر اپنے اصحاب کے پاس آئے تو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس بات کو ناپسند کیا اور فرمایا: تم نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے حتی کہ وہ مدینہ منورہ آگئے، پس انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اس شخص نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو، ان میں سب سے زیادہ اجرت کی مستحق اللہ تعالی کی کتاب ہے،

قرآن کریم سے دم کرنے پر سو بکریوں کا عوض

(۳)......عن خارجة بن ابی الصلت التّمیمی عن عمِّه انّه أتی النبی صلی الله علیه وسلم فأسلم ثمّ أقبل راجعا من عنده ، فمرّ علی قوم عندهم رجل مجنون موثق بالحدید ، فقال اهلُه : اِنّا حُدِّثنا أن صاحِبکم هذا قد جاء بخیر فهل عندکم شیء تُداوُونه ؟ فرقَیتُه بفاتحة الکتاب ، فبرأ ، فأعطَونی مأة شاة ، فأتیتُ رسول الله صلی الله علیه و سلم فأخبرتُه ، فقال : هل اِلّا هذا ؟ – و قال مسدد فی موضع آخر : هل قلتَ غیر هذا ؟ قلتُ : لا ، قال : خُذها فلعَمرِی لَمَن أکل برُقیةِ باطلٍ ، لقد اکلتَ برُقیةِ حق۔(ابوداؤد، باب کیف الرقی ، کتاب الطب ، رقم الحدیث:۳۸۹۶)

ترجمہ:......حضرت خارجہ بن ابی الصلت رضی اللہ عنہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ: وہ نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا، اور وہ لوٹتے ہوئے ایک ایسی قوم پر گذرے جن کے درمیان ایک مجنون شخص لوہے (کی زنجیروں) میں جکڑا ہوا پڑا تھا، اس کے ورثاء نے کہا کہ: ہمیں بتلایا گیا ہے کہ: تمہارے ساتھی (آپ ﷺ) خیر لے کر آئے ہیں تو کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے جس سے تم اس کا علاج کر سکو؟ وہ کہتے ہیں کہ: میں نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس پر دم کیا تو وہ اچھا ہو گیا، انہوں نے مجھے سو بکریاں دیں، میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو یہ واقعہ بیان کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اس کے علاوہ بھی کچھ کیا تھا؟ - جبکہ حضرت مسدد رحمہ اللہ دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ: - کیا تم نے اس کے علاوہ کچھ کہا تھا؟ میں نے عرض کیا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اسے لے لو، میری عمر کی قسم! لوگ تو باطل تعویذ وغیرہ کر کے کھاتے ہیں تم نے بے شک حق اور سچے تعویذ سے کھایا ہے۔

معلم کی اجرت پر حضرت طاووس اور حضرت قتادہ رحمہما اللہ کا فتوی

(۴)......عن معمر عن ابن طاووس عن أبيه : انه سئل عن معلم يأخذ الاجر ، فقال : اذا لم يأخذ بشرط فلا بأس ، قال قتادة مثل ذلک۔

(مصنف عبدالرزاق ص۱۴۴ ج۸، باب الاجر على تعليم الغلمان و قسمة الأموال ، كتاب البيوع ، رقم الحديث:۱۴۵۳۲)

ترجمہ:......حضرت معمر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: حضرت طاووس رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ: جو معلم اجرت لے اس کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا: اگر وہ بلا شرط کے اجرت لے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت معمر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت ابو قلابہ رحمہ اللہ کا فتوی: تعلیم کی اجرت میں کوئی حرج نہیں

(۵)......عن خالد الحذّاء ، قال : سألت ابا قِلابة عن المُعلِّم يعلم و يأخذ اجرا ، فلم ير به بأسا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۷ ج۱۱، فی اجر المعلم ، كتاب البيوع والاقضية ، رقم الحديث:۲۱۲۲۴)

ترجمہ:......حضرت خالد الحذاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت ابو قلابہ رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ: کیا معلم تعلیم دے کر اس پر اجرت لے سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ: اگر وہ اجرت لے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

کسی نے بھی تعلیم کی اجرت کو ناپسند نہیں سمجھا

(۶)......عن الحكم قال ، ما علمت ان احدا كرهه يعني : اجر المعلم۔

ترجمہ:......حضرت حکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میرے علم میں یہ بات نہیں ہے کہ کسی نے بھی معلم کے اجر لینے کو ناپسند کیا ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۸ ج ۱۱، فی اجر المعلم ، کتاب البیوع والاقضیة ، رقم الحدیث: ۲۱۲۳۳)

طاعات پر اجرت کے جواز کی فقہی عبارات

(۱)......فی الاصل لا یجوز الاستئجار علی الطاعات کتعلیم القرآن والفقه والاذان والتذکیر والتدریس والحج والعمرة ولا یجب الاجر ، کذا فی الخلاصة ،........ ومشائخ بلخ جوّزوا ..... والمختار للفتوی فی زماننا قول هولاء ، کذا فی الفتاوی العتابیة۔

(عالمگیری ص۴۴۸ ج۴ ، الباب الخامس عشر فی بیان مایجوز من الاجارة وما لا یجوز ، الفصل الرابع فی فساد الاجارة اذا کان المستأجر مشغولا بغیره ، کتاب الاجارة)

(۲)......وعلی هذا الحداء و قراء ة الشعر وغیره ، ولا اجر فی ذلک ، وهذا کله قول ابی حنیفة و ابی یوسف و محمد رحمهم الله تعالی ، کذا فی غایة البیان۔

(عالمگیری ص۴۴۹ ج۴ ، حوالہ بالا)

(۳)...... الاستئجار علی الطاعات کتعلیم القرآن والفقه والتدریس و الوعظ لا یجوز أی لا یجب الاجر ، وأهل المدینة طیب الله ساکنها جوزه ، قال فی المحیط : و فتوی مشائخ بلخ علی الجواز، قال الامام الفضلی : والمتاخرون علی جوازه۔

(الفتاوی البزازیۃ ص۳۷ ج۲)

(۴)......و یفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والامامة والاذان ، وفی الشامیة : و زاد بعضهم الأذان والاقامة والوعظ۔

(شامی ص۷۶ ج۹ ، مطلب : تحریر مُهِمٌّ فی عدم جواز الاستئجار علی التلاوة والتهلیل ، باب الاجارة الفاسدة ، کتاب الاجارة ، ط : مکتبة دار الباز ، مکة المکرمة)

(۵)......و بعض مشایخنا استحسنوا الاستئجار علی تعلیم القرآن الیوم ، لانه ظهر

التوانی فی الامور الدینیة ' ففی الامتناع تضییع حفظ القرآن و علیه الفتوی۔

(ہدایہ ص۳۰۳ ج۳، باب الاجارة الفاسدة ، کتاب الاجارة)

(۶)......أما غیر ذلک من القربات التی یتعدی نفعها للغیر کالأذان والاقامة وتعلیم القرآن والفقه والحدیث ، فعند الشافعیة والمالکیة وفی روایة عن الامام احمد یجوز أخذ الاجرة علی ذلک، لکن کره المالکیة أخذ الاجرة علی تعلیم الفقه و الفرائض ، وعند الحنفیة وهو روایة عن الامام احمد : لا یجوز أخذ الاجرة علی ذلک ، لان من شرط صحة هذه الافعال کونها قربة لله تعالی فلم یجز أخذ الاجرة علیها ، لکن أجاز متأخروا الحنفیة أخذ الاجرة علی تعلیم القرآن استحسانا و مثل ذلک الامامة والأذان للحاجه۔

(الموسوعة الفقهیة ص۱۰۰ ج۳۳، باب الاجارة الفاسدة ، کتاب الاجارة ، قربة)

(۷)......(ولا یجوز) أخذ الاجرة علی الطاعات عند المتقدمین (علی الطاعات) وفی شرح الوافی : والمذهب عندنا ' انّ کل طاعة یختص بها المسلم ' فالاستئجار علیها باطل (کالأذان والحج والامامة) والتذکیر والتدریس ..... (ویفتی الیوم بالجواز) .... کما فی عامة المعتبرات ، وهذا علی مذهب المتأخرین من مشایخ بلخ ' استحسنوا ذلک .....وقالوا : الاحکام قد تختلف باختلاف الزمان ، ألا یری انّ النساء کن یخرجن الی الجماعات فی زمانه علیه الصلوة والسلام ' و زمان أبی بکر الصدیق رضی الله عنه ' حتی منعهن عمر رضی الله عنه ' واستقر الأمر علیه وکان ذلک هو الصواب۔

(مجمع الانهر ص۵۳۲/۵۳۳/۵۳۴ ج۳، باب الاجارة الفاسدة ، کتاب الاجارة)

ان مذکورہ عبارات کا خلاصہ وحاصل یہ ہے کہ: متقدمین احناف کے نزدیک اصل میں تو طاعات پر اجرت لینا جائز نہیں، مگر اس زمانہ کے حالات کی وجہ سے فقہاء متأخرین نے طاعات پر اجرت لینے کے جواز کا فتوی دیا۔

پہلے زمانہ میں خطباء وائمہ اور مؤذنین کو بیت المال کی طرف سے وظائف دیئے جاتے تھے، اب وہ نظام نہ رہا، اس لئے فقہاء متأخرین نے جواز کا فتوی دیا۔ علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

متقدمین فقہاء نے تعلیم کی اجرت کو اس لئے مکروہ کہا تھا کہ: معلمین کو بیت المال سے عطیات ملتے تھے، اوران عطیات کی وجہ سے وہ اپنی معاشی ضروریات سے مستغنی تھے، اور وہ لوگ محض ثواب کے لئے تعلیم دینے میں رغبت رکھتے تھے، اور یہ چیز اب باقی نہیں ہے، امام ابوعبداللہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ہمارے زمانہ میں امام مؤذن اور معلم کے لئے اجرت لینا جائز ہے۔ (عنایہ علی ھامش فتح القدیر ص۱۴۱/۴۰ ج ۸۔ نعم الباری ص۱۶۳ ج ۱۲)

(۸)......ان المتقدمين من اصحابنا بنوا هذا الجواب على ما شاهدوا فى عصرهم من رغبة الناس فى التعليم بطريق الحسبة و مروء ة المتعلمين فى مجازاة الاحسان بالاحسان من غير شرط ، وأما فى زماننا فقد تعدم المعنيان جميعا.....وقال الامام خيزاخزى : فى زماننا يجوز للامام والمؤذن والمعلم أخذ الاجرة۔

(عنایہ علی ھامش فتح القدیر ص۱۴۱/۴۰ ج ۸، باب الاجارة الفاسدة ، كتاب الاجارة ، ط: کوئٹہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خدام دین کے لئے وظائف جاری فرمائے۔ حافظ جمال الدین زیلعی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

(۹)......و ابو سعيد الاصطخرى من اصحابنا : ذهب الى جواز الاخذ فيه على ما لا

یتعین فرضه علی معلمه ' و منعه فیما یتعین علیه تعلیمه ، و حمل علی ذلک اختلاف الآثار ، و قد روی عن عمر بن الخطاب : انه کان یرزق المعلمین ، ثم اسند عن ابراهیم بن سعد عن ابیه : ان عمر بن الخطاب : کتب الی بعض عماله ۔ ان اعط الناس علی تعلیم القران۔

(نصب الرایہ ص ۱۳۷ ج ۴، احادیث فی منع جواز الاستئجار بالقرآن ، کتاب الاجارات)

ہمارے فقہاء میں سے علامہ ابوسعید الاصطخری کا مذہب یہ ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے، بشرطیکہ معلم پر تعلیم قرآن فرض عین نہ ہو، اور جس شخص پر تعلیم قرآن فرض ہو اس کے لئے اجرت لینا جائز نہیں ہے، اور احادیث اور آثار کے اختلاف کا یہی محمل ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: آپ معلمین کو وظیفہ دیتے تھے، ابراہیم بن سعد نے اپنے والد سے روایت نقل کی ہے کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض عاملوں کو خط لکھا کہ: تعلیم قرآن پر لوگوں کو اجرت دو۔

ظاہر ہے کہ طاعات میں تراویح کا پڑھانا بھی شامل ہے، کون اسے طاعات میں سے نہیں سمجھتا؟ بعض حضرات نے تعلیم قرآن اور قراءت قرآن میں فرق کر کے تعلیم کی اجرت کو تو جائز کہا، مگر تلاوت کی اجرت کو نہیں۔

یہاں چند اکابر کی عبارات نقل کی جاتی ہیں، جن میں صرف تلاوت قرآن پر بھی اجرت کے جواز کی صراحت ہے:

تلاوت قرآن کی اجرت کے جواز پر عبارات فقہاء

(۱)......وقال رسول الله صلی الله علیه وسلم : ان أحق ما أخذتم علیه اجرا ، أی ایها الامة ! کتاب الله ، قال القاضی : فیه دلیل علی جواز الاستئجار لقراء ة القرآن

والرقية به ، وجواز أخذ الاجرة على تعليم القرآن۔

(مرقاة شرح مشکوۃ ص۱۳۶ ج۶ ، باب الاجارة ، كتاب البيوع)

(۲)......قلت : و كذا ينبغى أن يكون القول ببطلان الوصية لمن يقرأ عند قبره بناء على القول بكراهة القراء ة على القبور أو بعدم جواز الاجارة على الطاعات ، أما على المفتى به من جوازهما فينبغى جوازها مطلقا ' و تمامه فى حواشى الاشباه من الوقف۔(الدر المختار ص۶۹ ج۶ ،سعید)

(۳)......والمختار جواز الاستئجار على قراء ة القرآن على القبور مدة معلومة۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ص۳۰ ج۴ ،کوئٹہ، باب الاجارة الفاسدة ، كتاب الاجارة)

(۴)......وفى الحاوى لكرابيسى : اذا استأجره ليختم عنده القرآن ولم يسم له اجرا ليس له أن يأخذ أقل من خمسة و اربعين درهما شرعا ، أما اذا سمى اجرا لزم ما سمى لكن يأثم المستاجر اذا عقد على أقل من خمسة و اربعين درهما الا ان يهب المستاجر من بقى من تمام القدر أو يشترط أن يكون ثواب ما فوقه لنفسه فلا ياثم ' وكذا اذا قال : اقرأ بقدر ما قدرت عليه فله من الاجر بقدر ما قرأ ' وهذا يجب حفظه كما فى المبسوط ، أقول : وهذا فى عرفهم ، اما فى زماننا فيجوز۔

(تکملۃ البحر الرائق ص۲۰ ج۸ (کوئٹہ) باب الاجارة الفاسدة ، كتاب الاجارة)

(۵)......واختلفوا فى الاستئجار على قراء ة القرآن على القبر مدة معلومة ، قال بعضهم : لا يجوز و قال بعضهم : يجوز۔

(عالمگیری ص۴۴۹ ج۴ ، الباب الخامس عشر فى بيان مايجوز من الاجارة وما لا يجوز ، الفصل الرابع فى فساد الاجارة اذا كان المستأجر مشغولا بغيره ، كتاب الاجارة)

نوٹ:......گرچہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے ان عبارات کی تردید کی ہے، یہ علامہ شامی رحمہ اللہ کا مسلک ہے، مگر دوسرے اکابر کی رائے یہی ہے جو نقل کی گئی، ہاں ان میں بعض اکابر کی رائے دونوں طرح کی بھی منقول ہے۔

دوسری بات ان کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ: کیا تراویح پڑھانا صرف تلاوت قرآن کریم ہے؟ کیا تراویح پڑھانے والے حضرات اپنے اوقات قرآن کریم کو یاد کرنے میں، قرآن کریم کو سنانے میں صرف نہیں کرتے؟ وہ تراویح پڑھاتے وقت اوقات صرف نہیں کرتے؟ کیا وہ امامت نہیں کرتے؟ جب اور طاعات پر محنت کی وجہ سے، وقت خرچ کرنے کی وجہ سے اور فرائض میں امامت کی وجہ سے اجرت جائز ہے تو آخر تراویح کے امام کے لئے کیوں جائز نہیں؟

تراویح میں ایک قرآن کریم کا ختم کرنا سنت ہے

یہ کہہ دینا کہ کوئی حافظ اجرت کے بغیر تراویح پڑھانے والا نہ ملے تو الم تر سے پڑھ لے، اول تو اکثر حفاظ اجرت کا سوال نہیں کرتے، نہ کوئی لین دین کا معاملہ کرتے ہیں، ہاں غریب حافظ کو تمنا ہوتی ہے کہ کوئی ہدیہ یا اجرت مل جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں، پھر تراویح میں ایک قرآن کریم کا ختم کرنا سنت ہے، کیوں الم تر سے پڑھ کر اس سنت کو ترک کیا جائے، حافظ کی تنخواہ طے کرے، اس کو تراویح کا امام مانے اور وہ تراویح کا امام تو ہے ہی، اور اس امامت کی تنخواہ دے کر رمضان المبارک کے مہینے میں قرآن کریم کو سننے کی سنت کو ہرگز ترک نہ کرے، عام مسلمانوں کو صرف رمضان المبارک میں ایک مرتبہ قرآن کریم سننے کا موقع ملتا ہے، الم تر سے پڑھ کر ان کو بھی کیوں محروم کیا جائے؟

(۱)......ان الختم سنة وهو الصحيح۔

(النهر الفائق ص۳۰۷ج۱، باب الوتر والنوافل ، كتاب الصلوة ،ط:زکریا، دیوبند)

نوٹ:......علماء احناف میں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ ایک ختم قرآن تراویح میں سنت مؤکدہ ہے یا صرف سنت ہے، اکثر کا قول تو سنت مؤکدہ کا ہے۔

(مستفاد: امداد الفتاوی جدید مطول حاشیہ ص۳۷۵ ج۲، باب التراويح، سوال نمبر:۴۲۸)

پھر سب کے لئے یہ فتوی لگا دینا کہ حافظ اجرت کے لئے پڑھائے تو اس کو ہی اجر نہ ملا تو پیچھے والوں کو کیا ملے گا؟ تو پھر تو سارے ائمہ جو نماز پڑھاتے ہیں وہ کیا بلا اجرت پڑھا رہے ہیں، ان کی نیت کیا روزی کمانا نہیں ہے؟ پھر ساری نمازوں کا اجر بھی ختم ہو گیا، جب امام ہی کو اجر نہ ملا تو مقتدیوں کو کیا ملے گا؟

کسی کی نیت پر حملہ نہیں کرنا چاہئے، کیا معلوم حفاظ میں سے کتنے ہوں گے جو اللہ تعالی

کی رضا کے لئے قرآن کریم سناتے ہوں گے، مجبوری میں کچھ تنخواہ بھی لے لیں تو کیا حرج ہے؟ حضرات مہتممین اہتمام کی اجرت نہیں لیتے؟ آخر اکثر ارباب افتاء فتوی نویسی کی اجرت نہیں لیتے؟ شیخ الحدیث اور اساتذہ حدیث' حدیث پڑھا کر اجرت نہیں لیتے؟ اساتذۂ تفسیر' تفسیر وترجمہ پڑھا کر اجرت نہیں لیتے؟ حفاظ کرام قرآن کریم پڑھا کر اجرت نہیں لیتے؟ حضرات قراء تجوید وقراءت کے درس پر اجرت نہیں لیتے؟ قراءت کے مسابقوں میں قراء چند گھنٹوں میں ہزاروں کی اجرت نہیں لیتے؟ ائمہ مساجد امامت پر اجرت نہیں لیتے؟ خطباء تقریر ووعظ پر اجرت نہیں لیتے؟ پھر سارا گناہ اور حرمت تراویح کے ائمہ کے لئے ہی کیوں؟

تراویح کی اجرت کے جواز پر حضرت مولانا منت اللہ رحمانی کا فتوی

سوال:......رمضان المبارک میں حفاظ کرام تراویح سناتے ہیں اور ختم تراویح کے بعد لوگ حافظ صاحب کو کچھ نذرانہ دیتے ہیں، عام طور سے یہی ہے کہ کوئی رقم اس کے لئے طے نہیں ہوتی، بلکہ بروقت کپڑے یا صرف روپیہ جتنا ہوتا ہے لوگ دیتے ہیں، کیا حافظ صاحب کے لئے نذرانہ لینا جائز نہیں ہے؟ اگر حافظ صاحب نے نذرانہ لیا تو کیا اس قرآن کے سننے، سنانے والوں کو کوئی ثواب ملے گا یا نہیں؟ کیا نذرانہ لینے والے حافظ صاحب کے پیچھے تراویح پڑھنے سے تراویح صحیح نہیں، اور کیا اس کا ثواب نہیں ملے گا؟

جواب جلد عنایت کیا جائے، یہاں سخت انتشار ہے۔

الجواب:......قرآن پڑھنا اور سننا بھی طاعت وعبادت ہے، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ طاعت پر اجرت لینا جائز نہیں، لینے والے اور دینے والے دونوں گنہگار ہوں گے، متقدمین کا یہی مسلک ہے، لیکن متأخرین حنفیہ نے امام اعظم اور متقدمین کے مسلک میں وقت کی ضروریات اور حالات کے پیش نظر کچھ سہولت پیدا کی اور توسیع بتلائی.....تعلیم قرآن کے ختم ہوجانے کے خطرہ کی بنیاد پر تعلیم قرآن پر اجرت کو جائز قرار دیا، مسجدوں کی آبادی اور جماعت کے متروک ہوجانے کے خطرہ کی بنا پر اذان اور اقامت وامامت پر اجرت کو درست کہا گیا۔

رمضان کو تراویح میں قرآن سنانے پر متقدمین کی رائے ہمیں معلوم نہیں، [1] غالباً اس

---

[1]......''مصنف ابن ابی شیبہ'' میں اس موضوع پر ایک باب قائم کیا ہے، اور اس میں چند روایات نقل کی ہیں جن میں اسلاف کا تراویح پر اجرت نہ لینا معلوم ہوتا ہے۔ مگر ان روایات میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ان میں کوئی اجرت کا ذکر نہیں، تراویح پڑھانے کے بعد ان کو ہدیہ دیا گیا مگر انہوں نے اسے بھی واپس کردیا۔ دوسری بات یہ بھی قابل ذکر ہے کہ یہ وہ زمانہ تھا کہ اسلامی حکومت کی طرف سے وظائف کا

جزئیہ پر متقدمین ساکت ہیں، اس وقت بھی حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ اور دار العلوم دیوبند کا فتوی یہی ہے کہ رمضان شریف میں قرآن سنانے پر اجرت لینا جائز نہیں، اور پہلے سے اجرت مقرر کرنا درست نہیں، اور اگر یہ بات پہلے سے جانی بوجھی ہو کہ قرآن سنائیں گے اور اس میں روپے ملیں گے اور سننے والے یہ سمجھتے ہوں کہ ہم قرآن سنیں گے اور ہم کچھ دیں گے تو اس حالت میں بھی قرآن سنانے پر کچھ لینا یا کچھ دینا جائز نہیں۔

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود ہماری رائے یہ ہے کہ اگر تراویح کے موقع پر کچھ لینا اور کچھ دینا حرام قرار پائے تو کچھ دنوں کے بعد تدریجاً حفاظ کی تعداد میں کمی آتی جائے گی، اور تھوڑے عرصے کے بعد مسجدوں میں تراویح کے اندر قرآن ختم کرنے کا سلسلہ مسدود

سلسلہ جاری تھا، اس لئے وہ حضرات معاش کے محتاج نہیں تھے۔

(۱)......حضرت ابوایاس معاویہ بن قرہ فرماتے ہیں کہ: میں عمرو بن نعمان بن مقرن رحمہ اللہ کے یہاں مہمان تھا، جب رمضان کا مہینہ آیا تو ایک آدمی ان کے پاس مصعب بن زبیر کی طرف سے دو ہزار درہم لے کر آیا اور اس نے کہا کہ: امیر آپ کو سلام کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے ہر قابل احترام کو اپنی طرف سے ہدیہ دیا ہے، آپ اس مہینے میں اپنی ضروریات ان پیسوں سے پوری کیجئے، حضرت عمرو رحمہ اللہ نے اس سے فرمایا کہ: اپنے امیر کو ہماری طرف سے سلام کہنا اور ان سے یہ بھی کہنا کہ بخدا! ہم نے قرآن کو دنیا حاصل کرنے کے لئے نہیں پڑھا ہے، یہ کہہ کر وہ رقم واپس کردی۔

(۲)......حضرت عبداللہ بن معقل رحمہ اللہ نے لوگوں کو رمضان میں تراویح پڑھائی، عید الفطر کے دن عبید اللہ بن زیاد نے ان کی طرف ایک جوڑا اور پانچ سو درہم بھیجے، انہوں نے یہ چیزیں واپس کردیں اور فرمایا کہ: ہم قرآن پر اجرت نہیں لیتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۳۷ ج ۵، فی الرجل یقوم بالنّاس فی رمضان فیُعطی، کتاب الصلوۃ، رقم الحدیث: ۷۸۲۰/۷۸۲۲/۷۸۲۳)

(۱)......حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے لوگوں کو تراویح پڑھائی تو حجاج بن یوسف نے انہیں ایک ٹوپی یا کپڑے بھجوائیے جو انہوں نے قبول کرلئے۔ (حوالہ بالا، رقم الحدیث: ۷۸۲۳)

ہوجائے گا، رمضان کے دوارکان میں سے ایک رکن قیام لیل کمزور پڑجائے گا، اور آہستہ آہستہ مسجدوں سے تراویح کی جماعت بند ہوجائے گی، اور جہاں جہاں سورہ تراویح ہوگی اس میں بہت تھوڑے لوگ شریک ہوا کریں گے، اور رمضان میں رات کی رونق جسے اس دور میں اسلام کا شعار کہا جاسکتا ہے کم سے کمتر ہوجائے گی، درجات حفظ میں بچوں کی تعداد گھٹنے لگے گی، اور حفاظ جب تراویح پڑھانا چھوڑ دیں گے تو قرآن بھول جائیں گے، اس طرح حفظ قرآن خطرہ میں پڑ جائے گا۔

تراویح کے سلسلے میں جو صورت حال ہے اس سے ہم نظری اور فرضی طریقوں سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتے، بلکہ ہمیں واقعی اور عملی صورتوں پر غور کرنا ہوگا، ہمارے خیال میں واقعہ کی شکل وہی ہے جس کا نقشہ اوپر کھینچا گیا، اس لئے ہماری رائے ہے کہ تراویح میں قرآن سنانے سے متعلق بھی وہی توسیع پیدا کی جائے جو تعلیم قرآن' تعلیم حدیث' تعلیم فقہ' امامت' اذان واقامت کے متعلق دی گئی ہے، باضابطہ بھاؤ بٹہ کرنا تو مناسب نہیں معلوم ہوتا، چونکہ قرآن سامنے ہے اور اس کے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی تعلیم اور اس کے سنانے پر مول تول نہ کیا جائے۔

لیکن سننے والوں کا یہ فریضہ ہے کہ وہ قرآن سنانے والے کی خدمت اپنی حیثیت سے بڑھ کر کریں، اس نے اپنا قیمتی وقت سننے والوں کو دیا، اپنے ایام واوقات کو اس نے محبوس کیا، لہذا حافظ قرآن کے لئے نذرانہ لینا جائز ہے، اور نذرانہ لینے والے حافظ کے پیچھے قرآن سننا بھی باعث اجروثواب ہے۔

پھر نذرانہ لینے والے حافظ کے پیچھے تراویح پڑھنا بالکل صحیح ہے، اور اس کا پورا ثواب بھی ملے گا۔ واللہ تعالی اعلم

منت اللہ رحمانی غفرلہ

۱۲/رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ

جواب صحیح ہے محمد شمس الحق عفی عنہ شیخ الحدیث......جامعہ رحمانی، مونگیر	حالات زمانہ کے پیش نظر جو گنجائش دی گئی ہے، وہ فقہ کے مطابق ہے۔ محمد ظفیر الدین......مفتی دارالعلوم دیوبند
اجرت کا مسئلہ تو زیر بحث آسکتا ہے، مگر نذرانہ کے جواز میں کیا شبہ ہے۔ زبیر احمد القاسمی......استاذ فقہ جامعہ رحمانی	حضرت امیر شریعت مدظلہ کی رائے حالات کے پیش نظر انسب ہے۔ نصر اللہ......دارالافتاء امارت شرعیہ
محمد شہاب الدین کوثری سابق مفتی امارت شرعیہ: بہار واڑیسہ	المجیب مصیب محمد صدر عالم غفرلہ
الجواب صحیح محمد تسلیم......نائب ناظم: جامعہ رحمانی	الجواب صحیح صغیر احمد رحمانی......استاذ جامعہ رحمانی
جواب درست ہے عبدالمجید مفتاحی......جامعہ رحمانی	محمد نعمت اللہ القاسمی مفتی امارت شرعیہ: بہار واڑیسہ

(ماخوذ: مکمل ومدلل مسائل تراویح ص ۱۸۸)

تراویح کی اجرت کے جواز پر مفتی فرید صاحب رحمہ اللہ کے فتاوی

حضرت مولانا مفتی فرید صاحب رحمہ اللہ کے فتاوی میں ہے: پہلا فتوی:

سوال:......تراویح میں تلاوت قرآن مجید پر اجرت لینے کے بارے میں آپ صاحبان کی رائے کیا ہے؟

جواب:...... چندہ دہندگان کی طرف مراجعت کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رقم جو حافظ کو دی جاتی ہے ہدیہ کے طور پر ہوتی ہے، اور ہدیہ کے لینے اور دینے میں خواہ معروف ہو یا مشروط ہو کوئی حرج نہیں،'' والحرج انما هو فی الاجرة سواء كانت مشروطة أو معروفة ، وكلتا هما منتقيان لعدم عقد الاجارة بالقول ولا بالتعاطی ، فتدبر ''نیز اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ یہ اجرت معروفہ ہے تب بھی اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ حفاظ کو یہ رقم صرف ختم قرآن کے معاوضہ میں نہیں دی جاتی ہے، اور نہ صرف امامت کے معاوضہ میں دی جاتی ہے، بلکہ حافظ کو یہ رقم اس وقت دی جاتی ہے جبکہ وہ امام بن کر تراویح میں رکن قرأت تمام قرآن کو بنائے ، یعنی یہ امامت خاصہ کا معاوضہ ہے، اور امامت پر اجرت لینا مفتی بہ قول پر جائز ہے۔'' كما لا يخفى على من راجع الى كتاب الاجارات ، وما روی انه عليه الصلوة والسلام قال : " اقرء وا القرآن ولا تأكلوا به " فانما هو أمر من الاقراء لا من القرائة ، لان الفقهاء انما استدلوا به لعدم جواز الاجرة على التعليم فالتقريب انما يتم التقدير الاول ، فافهم و راجع الى العرف ومسئلة رزق القاضی ، وهو الموفق''۔

دوسرا فتوی:

جواب:...... چونکہ نیت معطی کی معتبر ہے، لہذا یہ دونوں طریقے برابر ہیں، یعنی اگر معطی نے

ہدیہ (شکرانہ) اور اکرام کی نیت کی ہے تو بلا اختلاف جائز ہے، اور اگر اجرت (فیس) کی نیت کی ہو تو اس میں اختلاف ہے، ''مال اکثر الأکابر الی عدم الجواز ' لانها اجرة التلاوة ، ومال البعض الی الجواز ' لانها اجرة الامامة المقیدة بقراء ة مخصوصة ، و هو الاقوی ، والاول احوط''۔

تیسرا فتوی:

جواب:...... حافظ کو جو رقم دی جاتی ہے وہ غالبا صلۂ مکافات اور اکرام معروف ہوتا ہے نہ کہ اجرت مشروط یا معروف ہوتی ہے، کیونکہ نہ عقد اجارہ موجود ہے اور نہ کوئی اشتراط متحقق ہے، اور نہ کوئی خاص اجرت پر عرف جاری ہے، اور نہ حافظ حاکم یا قاضی کے پاس مطالبہ کر سکتا ہے، بخلاف مزدور اور اجیر کے کہ اس کی اجرت شرط یا عرف سے معلوم ہوتی ہے، اور وہ مرافعہ الی القاضی بھی کر سکتا ہے، پس حافظ کو یہ رقم دینا جائز ہے۔

''یدل علیه ما روی الترمذی عن انس رضی الله عنه : ان رجلا من کِلابٍ سأل النبی صلی الله علیه وسلم عن عَسْبِ الفَحْل ، فنهاه ، فقال : یا رسول الله ! اِنّا نُطْرِق الفحل فنُکْرَمُ ' فرخّص له فی الکَرامة'' انتهی۔

علاوہ ازیں یہ کہ یہ رقم حافظ کو صرف ختم قرآن کی وجہ سے نہیں دی جاتی جیسا کہ صرف امامت کی وجہ سے نہیں دی جاتی، بلکہ یہ رقم امامت مخصوصہ (جس کا رکن قرأت قرآن ہو) پر دی جاتی ہے، تو اس رقم کو ہم ناجائز نہیں کہہ سکتے ہیں، و آراء الاکابر فیه مختلفة۔

(فتاوی فریدیہ ص ۵۷٦/۵۷۷/۵۷۸ ج ۲، باب التراویح)

حضرت مولانا مفتی فرید صاحب رحمہ اللہ نے ترمذی کی شرح میں بھی اس کے جواز کی صراحت فرمائی ہے۔

''واما ما یعطی الحفاظ فی رمضان عند ختم القرآن ' فالحق انه جائز ، لانها هدية معروفة ليست باجرة ، ويشهد له حديث الترمذی عن انس رضی الله عنه : ان رجلا من كلاب سأل النبی صلی الله علیه وسلم عن عسب الفحل ،☆ فنهاه فقال : انا نطرق الفحل فنكرم ' فرخص له فی الكرامة ، والاعتبار لنية الدافع دون الآخذ ، ولو سلم انه اجرة فلا حرج فيه أيضا ' لانها ليست عوض التلاوة البحتة ولا الامامة البحتة بل هی عوض الامامة المسنونة المخصوصة ' ولا ضير فی اخذ الاجرة علی الامامة المقيدة بمكان أو زمان أو قراء ة سورة وسورٍ هذا''۔[۱]

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ص۹۰ ج۲، باب كراهية أن يأخذ المؤذن علی الاذان اجرا ، ابواب الصلوة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم)

حضرت مولانا مفتی زرولی خان صاحب رحمہ اللہ کا فتوی

حضرت مولانا مفتی زرولی خان صاحب رحمہ اللہ کا تفصیلی فتوی حضرت کے مختلف وعظ اور درس تفسیر میں ہے جو آپ کے مدرسہ کے کی ویپ سائٹ پر محفوظ ہے۔موصوف کا ایک مختصر رسالہ بھی ''دینی دعوت پر اجرت لینا جائز ہے'' کے نام سے مطبوعہ ہے۔

---

[۱]......ترمذی، ما جاء فی كراهية عسب الفحل، ابواب البيوع ، رقم الحديث:۱۲۷۴۔

ترجمہ:......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قبیلہ کلاب کے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نرکو مادہ پر چھوڑنے کی اجرت کے بارے میں سوال کیا،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا،سائل نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم جب نر کو چھوڑتے ہیں تو لوگ بطور انعام کچھ نہ کچھ دے دیتے ہیں،اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لینے کی رخصت عطا فرمائی۔

تشریح:......نرکو مادہ پر چھوڑنے کی اجرت اس لئے جائز نہیں ہے کہ اس سے حمل ٹھہرنا یقینی نہیں، پس منفعت مجہول ہے،اس لئے اجارہ فاسد ہے،البتہ بطور اکرام جو دیا جائے اس کا لینا جائز ہے۔

تراویح کے امام کے ذمہ نماز معین کر کے تنخواہ دینا حیلہ ہے اور ناجائز ہے

''امداد الفتاوی'' میں ہے:

مسئلہ:......تراویح کے امام کے ذمہ ایک دو نمازیں معین کر کے اس کو تنخواہ دینا اس وقت جائز ہے جب امامت ہی مقصود ہو، حالانکہ یہاں مقصود تراویح ہے، اور یہ محض ایک حیلہ ہے، دیانات میں جو کہ معاملہ فی ما بین العبد و بین اللہ ہے حیل مفید جواز واقعی کو نہیں ہوتے، لہذا یہ ناجائز ہے۔

اس پر حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

قاعدہ ہے: ''الامور بمقاصدھا '' پس اگر کسی حافظ کو ختم قرآن شریف کے لئے تراویح کا امام بنایا جاوے تو ظاہر ہے کہ اس سے مقصود امامت نہیں ہے، بلکہ قرآن شریف کا ختم ہے۔ (فتاوی دار العلوم جدید ص ۲۷۳ ج ۴)

لیکن حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ نے اس حیلہ کے جواز کا فتوی دیا ہے، فرماتے ہیں: اگر رمضان المبارک کے مہینے کے لئے حافظ کو تنخواہ پر رکھ لیا جائے اور ایک دو نمازوں میں اس کی امامت معین کر دی جائے تو یہ صورت جواز کی ہے، کیونکہ امامت کی اجرت (تنخواہ) کی فقہاء نے اجازت دی ہے۔ (دیباچہ فتاوی رحیمیہ ص ۵ ج ۲)

لیکن ظاہر ہے کہ یہ حیلہ ہی حیلہ ہے، مقصود واقعی ختم قرآن شریف ہے، امامت مقصود ہرگز نہیں ہے اور دیانات میں حیلے مفید جواز نہیں ہوتے، فالحق ما افتی بی المجیب قدس سرہ العزیز۔ (امداد الفتاوی جدید ص ۳۴۶ ج ۲)

تراویح پر ہدیہ بھی نہ دینے کی شرط لگانا درست نہیں

بعض مدارس کی انتظامیہ تراویح کے لئے اپنے طلبہ کو بھیجتے ہیں تو یہ شرط لگاتے ہیں کہ: ان حفاظ کو کوئی ہدیہ بھی نہ دیا جائے، یہ شرط بالکل درست نہیں، ہدیہ میں کیا حرج ہے؟ حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی قوم نے ان کے لئے قمیص خرید کر ہدیہ کیا اور آپ اس سے بہت خوش ہوئے ''بخاری شریف'' میں ہے:

(۳)......عن ایوب ، عن ابی قلابة ، عن عمرو بن سلمة قال : قال لی ابو قلابة : ألا تلقاه فتسأله ؟ قال : فلقیتُه فسألتُه فقال : کنّا بما مَمَرَّ النّاس وکان یمرُّ بنا الرُّکبان فنسألهم : ما للناس ؟ ما للناس؟ ما هذا الرجل ؟ فیقولون : یزعم ان الله أرسله ، أوحی الیه ، أو اَوحی الله بکذا ، فکنت احفظ ذلک الکلام فکأنّما یُقَرُّ فی صدری ، وکانت العرب تَلَوَّمُ باسلامهم الفتح فیقولون : اترکوه و قومَه فانّه ان ظهر علیهم فهو نبی صادق ، فلمّا کانت وقعةُ اهل الفتح بادر کلُّ قومٍ باسلامهم و بدر ابی قومی باسلامهم فلمّا قدِم قال : جئتکم والله من عند النبی صلی الله علیه وسلم حقا ، فقال : صلّوا صلوة کذا فی حین کذا و صلوا صلوة کذا فی حین کذا ، فاذا حضرت الصلوة فَلْیُؤَذِّنْ أحدُکم وَلْیَؤُمَّکم اکثرکم قرآنا ، فنظروا فلم یکن احد اکثر قرآنا منِّی لما کنتُ اَتَلَقّٰی من الرُّکبان ، فقدَّمونی بین ایدیهم وأنا ابن ستٍّ أو سبعِ سنین و کانت علیَّ بُردةٌ کنت اذا سجدت تقلَّصَتُ عَنِّی ، فقالت امرأة من الحی : ألا تُغَطُّوا عنّا اسْتَ قارئکم ؟ فاشْتَرَوا فقطعوا لی قمیصا فما فرحتُ بشیءٍ فرَحی بذلکَ القمیصِ۔(بخاری، باب ، کتاب المغازی ، رقم الحدیث:۴۳۰۲)

ترجمہ:......حضرت ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت ابوقلابہ رحمہ اللہ نے مجھ

سے فرمایا: آپ حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے مل کر سوال کیوں نہیں کرتے؟ سو میں ان سے ملا اور ان سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: ہم اس پانی کے تالاب کے پاس تھے جو لوگوں کی گزرگاہ پر واقع تھا، ہمارے پاس سے سوار گزرتے تھے، ہم ان سے پوچھتے: لوگوں کی کیا رائے ہے اور اس شخص کے متعلق کیا رائے ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ: وہ شخص یہ کہتا ہے کہ اس کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے یا اس پر اللہ تعالی نے اس اس طرح وحی کی ہے، سو میں اس کلام کو یاد کر لیتا اور وہ کلام میرے سینہ میں جم جاتا تھا، اور عرب کے رہنے والوں نے اپنے اسلام لانے کو فتح مکہ پر موقوف کر دیا تھا، وہ یہ کہتے تھے کہ ان کو اور ان کی قوم کو چھوڑ دو، اگر وہ ان پر غالب ہو گئے تو وہ سچے نبی ہیں، پس جب مکہ فتح ہونے کا واقعہ ہوا تو ہر قبیلہ نے اسلام قبول کرنے میں جلدی کی اور میرے قبیلہ سے میرے والد نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی، پس جب وہ (اسلام لاکر) واپس آئے تو انہوں نے کہا: میں تمہارے پاس آیا ہوں اور اللہ کی قسم میں نبی ﷺ کے پاس سے آیا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: تم فلاں فلاں وقت میں فلاں فلاں نماز پڑھا کرو، سو جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک آدمی اذان دے اور تم میں سے جس آدمی کو سب سے زیادہ قرآن مجید یاد ہو وہ نماز پڑھائے، پس لوگوں نے تفتیش کی تو مجھ سے زیادہ کسی شخص کو قرآن مجید یاد نہیں تھا، کیونکہ میں گزرنے والے سواروں سے سن کر قرآن مجید یاد کرتا رہتا تھا تو انہوں نے (نماز میں) مجھ کو آگے کر دیا اور میں اس وقت چھ یا سات سال کا تھا اور میں نے چھوٹی چادر کا تہبند باندھا ہوا تھا، جب میں سجدہ میں جاتا تو وہ تہبند سمٹ کر اوپر چڑھ جاتا تو قبیلہ کی ایک عورت نے کہا: تم اپنے قاری کی مقعد ہم سے کیوں نہیں چھپاتے؟ تو لوگوں نے میرے لئے قمیص خریدی، تو میں کسی چیز سے اتنا خوش نہیں ہوا تھا جتنا اس قمیص سے خوش

ہوا۔

تشریح:......اس حدیث میں ہے کہ قوم نے امام کے لئے کپڑے کا انتظام کیا، معلوم ہوا امامت پر ہدیہ لینے میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح تراویح پر کوئی ہدیہ دے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، اور نہ منتظمین کو ہدیہ دینے والوں کو روکنا چاہئے اور نہ یہ شرط لگانی چاہئے کہ: ہمارے ائمہ کو کوئی ہدیہ بھی نہ دے۔

﴿ وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ﴾ سے تراویح کی اجرت کے حرمت کا استدلال

بعض حضرات نے تراویح کی اجرت کے عدم جواز پر اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو بیچنے کی ممانعت فرمائی ہے:

(۱)...... وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ز وَ اِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ۔ (پ:۱/سورۂ بقرہ، آیت نمبر:۴۱)

ترجمہ:......اور میری آیتوں کو معمولی سی قیمت لے کر مت بیچو، اور (کسی اور کے بجائے) صرف میرا خوف دل میں رکھو۔

مگر اس آیت سے یہ استدلال قطعا درست نہیں، اس لئے کہ تراویح پڑھانے والا کون سی آیات کو بیچتا ہے؟ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے میں قیمت لینے کی ممانعت کا مطلب وہ ہی ہے جو آیت کے سباق وسیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی مرضی اور ان کی اغراض کی خاطر اللہ تعالیٰ کی آیات کا مطلب غلط بتلا کر یا چھپا کر لوگوں سے پیسے لئے جائیں، یہ فعل باجماع امت حرام ہے۔

رہا یہ معاملہ کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کی آیات صحیح صحیح بتلا کر یا پڑھا کر اس کی اجرت لینا کیسا ہے؟ اس کا تعلق آیت مذکورہ سے نہیں۔ (معارف القرآن ص ۲۰۷ ج ۱)

پھر خود قرآن کریم نے اس بات کی صراحت دوسری جگہ فرمادی کہ معمولی قیمت پر آیات کو بیچنے سے کیا مراد ہے؟

(۱)...... فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ق ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ط فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ۔

(پ:۱/سورۂ بقرہ، آیت نمبر:۷۹)

ترجمہ:......لہذا تباہی ہے ان لوگوں کی جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر (لوگوں سے) کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، تاکہ اس کے ذریعے تھوڑی سی آمدنی کمالیں۔ پس تباہی ہے ان لوگوں پر اس تحریر کی وجہ سے بھی جو ان کے ہاتھوں نے لکھی، اور تباہی ہے ان پر اس آمدنی کی وجہ سے بھی جو وہ کماتے ہیں۔

خاتمہ......حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے دین پر اجرت لینے کے واقعات

خاتمہ میں اس بات کی صراحت بھی ضروری ہے کہ طاعات پر اجرت لینا کوئی معیوب نہیں، اس زمانہ میں بعض حضرات اس پر تنقید کرتے ہیں، خصوصا کچھ مبلغین کا اعتراض کہ یہ علماء اور ائمہ دین اور دینی خدمات پر اجرت لے رہے ہیں۔ ان معترضین کی خدمت میں عرض ہے کہ حضرات سلف نے دین پر اجرت لی ہے، ان کے بارے میں آپ کیا فتوی لگائیں گے؟ بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تو ارشاد ہے کہ: عوام کی اولاد کو تعلیم دینے کے لئے معلم ضروری ہے، جو اجرت لے، ورنہ لوگ جاہل رہ جائیں گے۔

(تربیت الاولاد فی الاسلام۔ خیر القرون کی درسگاہیں۔ ذکر صالحین ص ۵۳۰ ج ۳)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خلافت پر اجرت لینا بلکہ زیادتی کا مطالبہ فرمانا

(۱)......انّ عائشة رضی الله عنها قالت : لمّا اسُتُخلف ابو بکر الصّدیق قال : لقد علم قومی انّ حِرفتی لم تکن تَعُجِزُ عن مؤُونة اهلی و شُغِلُتُ بأمر المسلمین ' فسیأکل آل ابی بکر من هذا المال ویحترف للمسلمین فیه۔

(بخاری، باب کسب الرجل وعمله بیده ، کتاب البیوع ، رقم الحدیث:۲۰۷۰)

ترجمہ:......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ: جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے فرمایا: میری قوم کو علم ہے کہ میرا پیشہ میرے گھر والوں کی کفالت کے لئے ناکافی نہیں ہے اور اب میں مسلمانوں کے کار خلافت میں مشغول ہو گیا ہوں، لہذا اب (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے اہل وعیال اس بیت المال سے کھائیں گے، اور (حضرت) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) مسلمانوں کے بیت المال سے تجارت کرتا رہے گا۔ (یعنی میں حکومت کے کاموں میں مشغول رہوں گا)۔

(۲)......عن میمون بن مهران قال : لما استخلف ابو بکر جعلوا له ألفین فقال : زیدونی ' فان لی عیالا وقد شغلتمونی عن التجارة فزادوه خمس مائة۔

(کنز العمال ، الخلافة مع الامارة ، خلافة ابی بکر الصدیق رضی الله عنه ، رقم الحدیث:۱۴۰۶۸)

ترجمہ:......حضرت میمون بن مہران سے مروی ہے کہ: جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو ان کے اصحاب نے ان کے لئے دو ہزار (درہم) مقرر کئے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کچھ زیادہ کرو، کیونکہ میرے اہل وعیال ہیں اور تم نے مجھے تجارت سے روک دیا ہے، چنانچہ انہوں نے پانچ سو درہم بڑھا دیئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معلموں کے لئے ماہانہ تنخواہ مقرر کرنا

(۳)......حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں چھوٹے بچوں کو قرآن سکھانے کے لئے مکاتب قائم کئے، اوران کے معلموں کے لئے پندرہ درہم ماہوار مقرر کیا۔

(سیرت عمر۔فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ص ۴۰۸۔کنز العمال قدیم ص ۱۹۲ ج ۲)

عثمان رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے مؤذنین کی تنخواہ جاری کی

(۴)......عن جابر بن عبد الله قال : کان اوّل من خلّق المسجد ' ورزق المؤذنین ' و جلس علی الدرجة الثالثة من المنبر بعد النبی صلی الله علی وسلم عثمان رضی الله عنه۔

(وفاء الوفاء باخبار دار المصطفی صلی الله علیه وسلم ص۱۰۲ ج۲، عثمان اول من خلق المسجد و رزق المؤذنین ، الباب الرابع : فیما یتعلق بامور مسجدها الاعظم النبوی)

ترجمہ:......حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وہ پہلے (خوش نصیب بزرگ) ہیں جنہوں نے سب سے پہلے مسجد کی (تعمیر میں مضبوطی اور پختگی

کی) تزیین کی، اور مؤذنین کی تنخواہ جاری کی، اور خطبہ کے لئے منبر کے تیسرے درجہ پر تشریف فرما ہوئے۔

حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما معلمین وغیرہ کو تنخواہ دیتے تھے

(۵)......عن الحسن ان عمر بن الخطاب رضی الله عنه وعثمان بن عفان رضی الله عنه کانا یرزقان المؤذنین والائمة والمعلمین والقضاة۔

(تاریخ بغداد ص۱۸۱ ج ۲، ط: دار الکتب العلمیة، بحوالہ "فتاوی دار العلوم زکریا ص۷۹۴ ج۹)

ترجمہ:......حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما مؤذنین، ائمہ، معلمین اور قضاۃ کو تنخواہ دیتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دستور کے موافق تنخواہ لینا

(۶)......قال عمر رضی الله عنه : اِنّی أنزلت نفسی من مال الله منزلة مال الیتیم ' ان استغنیت عنه استعففت ' وان افتقرت أکلت بالمعروف۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۴۹۱ ج۱۷، ما قالوا فی عدل الوالی و قسمه قلیلا کان أو کثیرا ، کتاب السیر ، رقم الحدیث:۳۳۵۸۵)

ترجمہ:......حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں اللہ تعالی کے مال پر مثل یتیم کے مال کے نگہبان ہوں، جب مجھے ضرورت نہیں ہوتی تو لینے سے بچتا ہوں، اور جب میں محتاج ہوتا ہوں تو دستور کے موافق لیتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد: کون ایک درہم میں علم خریدے گا؟

(۷)......(مسند علی رضی الله عنه) عن علباء قال : قال علی : من یشتری منّی

علما بدرھم۔

(المروزی فی العلم ، کنز العمال ص۲۶۱ ج۱۰، کتاب العلم ، باب فی فضله التحریض علیه ، رقم الحدیث:۲۹۳۸۵)

ترجمہ:......حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کون شخص مجھ سے ایک درہم کے بدلہ میں علم خریدے گا؟

ابن سعد میں اس طرح کی روایت بھی منقول ہے:

(۸)......انّ علی بن ابی طالب خطب الناس فقال : من یشتری علما بدرھم ؟ فاشتری الحارث الاعور صُحُفا بدرھم ثم جاء بھا علیّا فکتب له علما کثیرا۔

(طبقات ابن سعد ص۱۱۶ ج۶ ۔تدوین حدیث ص ۴۱۵،عہد مرتضوی اور تدوین حدیث)

ترجمہ:...... ایک دن کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے، اسی خطبہ میں فرمایا: ایک درم میں کون علم خریدنا چاہتا ہے؟ حارث اعور ایک درم میں کچھ کاغذ خرید کر لائے اور ان کاغذوں کو لئے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت والا نے حارث کے لائے ہوئے اوراق میں بہت سا علم لکھ دیا۔

آپ ﷺ اور حضرات صحابہ کے لئے فئی اور غنیمت

دنیا دارالاسباب ہے، یہاں اللہ تعالی نے ہر چیز کے لئے کچھ اسباب پیدا فرمائے ہیں، ذریعہ معاش کے لئے بھی اللہ تعالی نے مال کمانے کے مختلف اسباب بنائے ہیں، آپ ﷺ اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے جہاد خالص اللہ تعالی کی رضامندی کے لئے کیا، مگر اللہ تعالی نے اسی جہاد کے ذریعہ آپ ﷺ کے لئے مال فئی مقرر کیا، اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے اموال غنائم، یہ بھی دینی خدمت پر ایک قسم کی اجرت ہی ہے۔

ایک روایت میں تو ہے کہ: آپ ﷺ نے صحابی رضی اللہ عنہ کو مال غنیمت کا مژدہ سنایا، اس پر صحابی رضی اللہ عنہ کا جواب اور آپ ﷺ کا ارشاد ملاحظہ فرمائیں:

مال غنیمت اچھا مال ہے

(۱)......انّ عمرَو بن العاص رضی الله عنه قال : بعث اِلیَّ النبی صلی الله علیه وسلم فأمرنی أن آخُذَ عَلَیَّ ثِیابی و سِلاحی ، ثُم آتِیه ، ففعلتُ فأتَیتُه وهو یتوضّأ ، فصَعَّد اِلیَّ البصر ثمّ طَأطَأ ، ثمّ قال : یا عمرو ! اِنِّی اُرِید أن أبْعَثَک علی جیشٍ فیُغْنِمُک الله ، وأزْعَبُ لک رغبةً من المال صالحة ، قلتُ : اِنِّی لم اُسلِم رغبةً فی المال ، اِنّما أسلمْتُ رغبةً فی الاسلام فأکون مع رسول الله صلی الله علیه وسلم ، فقال : یا عمرو ! نِعْمَ المالُ الصّالحُ للمرءِ الصّالح۔

(الادب المفرد، باب المال الصالح للمرء الصالح ، رقم الحدیث:۲۹۹)

ترجمہ:......حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے مجھے بلوایا اور حکم دیا کہ: میں اپنے کپڑے اور ہتھیار لے کر خدمت میں حاضر ہو جاؤں، میں نے ایسا ہی کیا، اس وقت آپ ﷺ وضو فرما رہے تھے، آپ ﷺ نے نظر اٹھائی اور مجھ پر

نظر ڈال کر نظر نیچی فرمالی، پھر فرمایا: اے عمرو! میں تمہیں ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجنا چاہتا ہوں، اللہ تعالی تمہیں مال غنیمت عطا فرمائیں گے، میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اچھا مال مل جائے، میں نے عرض کیا: میں مال کی رغبت کی وجہ سے مسلمان نہیں ہوا میں تو صرف اسلام میں رغبت کرتے ہوئے مسلمان ہوا ہوں تا کہ رسول اللہ ﷺ کے (ساتھیوں میں) شمار ہو جاؤں، آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمرو! اچھا مال اچھے آدمی کے لئے بہترین چیز ہے۔

اللہ تعالی نے ہمارے لئے مال غنیمت کو حلال فرمایا

(۱)......انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : ......واُحِلَّتْ لی الغنائم ولم تَحِلَّ لاحد قبلی ، الخ۔(بخاری، باب ،کتاب التیمم ، رقم الحدیث:۳۳۵)

ترجمہ:......نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے لئے اموال غنائم کو حلال کر دیا گیا ہے، اور مجھ سے پہلے کسی کے لئے ان کو حلال نہیں کیا گیا۔

(۲)......عن ابی ھریرة عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال :......ثم احل اللہ لنا الغنائم ' رأی ضَعْفنا و عِجزَنا فأحلَّها لنا۔

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ: پھر اللہ تعالی نے ہمارے لئے اموال غنائم کو حلال فرمایا، اللہ تعالی نے ہمارے عجز اور ہماری کمزوری کو دیکھا تو ہمارے لئے مال غنیمت کو حلال کر دیا۔

(بخاری، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : احلت لکم الغنائم ،کتاب الخمس ، رقم الحدیث:۳۱۲۴)

آپ ﷺ کے لئے مال غنیمت میں پانچواں حصہ

(۳)......عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :

أيُّمَا قريةٍ أتَيتُمُوها ' وأقَمتُم فيها ' فسَهُمُكم فيها ، وأيُّما قريةٍ عصتِ الله و رسولَه ' فانّ خُمُسَها لله و لرسوله صلی الله علیه وسلم ' ثمّ هی لکم۔

(مسلم، باب حکم الفیٔ ، کتاب الجهاد و السیر ، رقم الحدیث:۱۷۵۶)

ترجمہ:……حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس بستی میں تم جاؤ اور اس میں قیام کرو تو اس (کے مال) میں تمہارا حصہ ہے، اور جو بستی اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے تو اس (کے مال) میں پانچواں حصہ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہے، اور بقیہ تمہارے لئے۔

غنیمت کی تعریف

کسی چیز کا بلا مشقت حاصل ہو جانا لغت میں ’’غنیمت‘‘ ہے۔

اصطلاح فقہ میں اس مال کو کہتے ہیں: جو جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ بزور وقوت حربی کافروں سے حاصل کیا جائے۔ (قاموس الفقہ ص ۴۴۳ ج ۴)

قرآن کریم میں بھی غنیمت کا ذکر ہے:

(۱)……فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلاً طَيِّبًا ز وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

ترجمہ:……لہذا اب تم نے جو مال غنیمت میں حاصل کیا ہے، اسے پاکیزہ حلال مال کے طور پر کھاؤ، اور اللہ تعالی سے ڈرتے رہو۔ یقیناً اللہ تعالی بہت بخشنے والے، بڑے مہربان ہیں۔ (پ:۱۰/سورۂ انفال، آیت نمبر:۶۹)

فیٔ کی تعریف

فیٔ کے (لغوی) معنی لوٹنے (واپس آنے) کے ہیں، اسی لئے دو پہر کے بعد جو چیزوں کا سایہ مشرق کی طرف لوٹتا ہے، اس کو بھی فیٔ کہا جاتا ہے، اموال غنیمت جو کفار سے

حاصل ہوتے ہیں ان سب کی اصل حقیقت یہ ہے کہ ان کے باغی ہوجانے کی وجہ سے ان کے اموال بحق سرکار ضبط ہوجاتے ہیں اوران کی ملکیت سے نکل کر پھر مالک حقیقی حق تعالی کی طرف لوٹ جاتے ہیں، اس لئے ان کے حاصل ہونے کو اَفاء کے لفظ سے تعبیر کیا گیا، اس کا تقاضا یہ تھا کہ کفار سے حاصل ہونے والے تمام قسم کے اموال کو فئی ہی کہا جاتا، مگر جو مال جہاد وقتال کے ذریعہ حاصل ہوا اس میں انسانی عمل اور جدو جہد کو بھی ایک قسم کا دخل ہے، اس لئے اس کو تو لفظ غنیمت سے تعبیر فرمایا گیا: ﴿ وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ ﴾ لیکن جس کے حصول میں جہاد وقتال کی بھی کوئی ضرورت نہ پڑی اس کو لفظ فئی سے تعبیر فرمایا گیا۔ (معارف القرآن ص ۳۶۶ ج ۸)

کافروں سے بغیر جنگ کے صلح یا خود سپردگی کی صورت میں جو مال حاصل ہو وہ اصطلاح میں ’’فئی‘‘ کہلاتا ہے۔ (قاموس الفقہ ص ۴۵۸ ج ۴)

قرآن کریم میں بھی فئی کا ذکر ہے:

(۱)......مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ۔ (پ:۲۸ /سورۂ حشر، آیت نمبر:۷)

ترجمہ:......اللہ تعالی اپنے رسول کو (دوسری) بستیوں سے جو مال بھی فئی کے طور پر دلوادے تو وہ اللہ تعالی کا حق ہے، اوراس کے رسول کا، اور قرابت داروں کا، اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا۔

خاتمہ: دین پر اجرت کے جواز کی چند روایات

خاتمہ میں چند روایات نقل کی جاتی ہے جن میں صراحت ہے کہ دین پر اجرت لنا جائز ہے۔

(۱)......عن معاذ بن جبل رضی الله عنه قال : بعثنی رسول الله صلی الله علیه وسلم الی الیمن ' فلمّا سِرتُ أرسل فی أثَرِی ' فَرُدِدتُ فقال : أتدری لِمَ بَعَثتُ الیک ؟ لا تصیبنّ شیئا بغیر اِذنی فانه غُلُول ، ومن یَغلُلْ یأت بما غلّ یومَ القیامة ' لهذا دعَوتک ' فامْض لِعَمَلِک۔

(ترمذی، باب ما جاء فی هدایا الامراء ، ابواب الاحکام ، رقم الحدیث:۱۳۳۵)

ترجمہ:......حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے مجھے (عامل بنا کر) یمن بھیجا، جب میں چلنے لگا تو ایک آدمی کو میرے پیچھے مجھے بلانے کے لئے بھیجا، تو مجھے واپس بلایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم جانتے ہو میں نے تمہیں کیوں بلایا؟ (اس لئے میں نے تمہیں بلایا تا کہ میں تمہیں بتاؤ کہ، اپنی ملازمت پر) میری اجازت کے بغیر کچھ نہ لینا، کیونکہ یہ خیانت ہے اور جو شخص خیانت کرے گا وہ قیامت کے دن اسے لے کر آئے گا۔ یہی تنبیہ کرنے کے لئے میں نے تمہیں بلایا تھا، اب جاؤ اپنے کام میں مشغول ہو جاؤ۔

تشریح:......''میری اجازت کے بغیر کچھ نہ لینا'' یہ دلیل ہے کہ اجازت سے لینا جائز ہے۔

(۲)......انّ النبی صلی الله علیه وسلم أخذ وَبَرَةً من الفَیءِ فقال : ما لی من هذه الّا ما لِاَحدِکم الّا الخُمُس ' وهو مردُوْدٌ علیکم ، فرُدُّوا الخیط والمِخیَط ' وایّاکم و الغُلول ' فانّه عارٌ و شنارٌ و نارٌ۔

ترجمہ:......نبی کریم ﷺ نے مال فئی میں سے وبر (اونٹ کی بالوں کی چادر) لی، اس کے

بعد فرمایا: اس مال میں سے میرا اتنا ہی حصہ ہے یعنی خمس، بقیہ تمہارے لئے لوٹایا جائے گا، (اگر تم میں سے کسی کے پاس غنیمت کے اموال میں سے) سوئی یا دھاگا بھی ہوا سے لوٹائے، اور خیانت سے بچو، اس لئے کہ وہ شرم وعیب اور آگ کا باعث ہے۔

(معجم طبرانی اوسط ص ۴۵ ج ۳، باب من اسمه ابراهیم، رقم الحدیث: ۲۴۲۳)

تشریح: ...... اس حدیث میں خمس کا جواز ہے۔

(۳) ...... رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: مَنِ اسْتَعْمَلْنَاه منكم على عملٍ، فكتَمَنا مِخْيَطًا فما فَوْقه، كان غُلولا يأتى به يوم القيامة، قال: فقام اليه رجل أسود من الانصار، كأنى أنظر اليه، فقال: يا رسول الله! اقبلْ عنّى عَمَلَك، قال: وما لك؟ قال: سمعتك تقول كذا وكذا، قال: وأنا أقوله الآن، مَنِ اسْتَعْمَلْنَاه منكم على عملٍ فَلْيُجِئْ بقليله و كثيره، فما أُوتى مِنه أخذ، وما نُهِيَ عنه انتهٰى۔

(مسلم، باب غلظ تحريم الغلول، كتاب الامارة، رقم الحديث: ۱۸۳۳)

ترجمہ: ...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم نے تم میں سے جس شخص کو کسی منصب کا عامل بنایا اور اس نے سوئی یا اس سے بھی جھوٹی کوئی چیز ہم سے چھپالی تو یہ خیانت ہے جس کو وہ قیامت کے دن لے کر آئے گا، انصار میں سے ایک سیاہ فام شخص کھڑے ہوئے گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں، اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! اپنے دیئے ہوئے منصب کو مجھ سے واپس لے لیجئے، آپ ﷺ نے پوچھا: کیا ہوا؟ انہوں نے کہا: میں نے آپ کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: میں اب بھی یہی کہتا ہوں: ہم نے تم میں سے جس شخص کو کسی عہدہ کا عامل بنایا، اس کو چاہئے کہ وہ ہر چھوٹی اور بڑی چیز کو لے کر آئے، پھر اس کو جو دے دیا جائے وہ لے لے اور جس سے منع کیا جائے اس سے باز رہے۔

تشریح:......''پھراس کو جو دے دیا جائے وہ لے لے'' یہ جملہ بھی دین پر اجرت لینے کے جواز کا ثبوت ہے۔

(۴)......كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا أصاب غنيمةً امر بلالا ' فنادٰى فى النّاس ' فيَجِيئون بغنائِمِهم فَيَخْمُسُه و يُقَسِّمُه ، فجاء رجلٌ بعد ذلك بِزِمامٍ من شَعْرٍ ' فقال : يا رسول الله ! هذا فيما كنّا أَصَبْناه من الغنيمة ، فقال : اَسَمِعْتَ بلالًا ينادى ثلا ثا ؟ قال : نعم ، قال : فما منعك أن تَجِيء به ؟ فَاعْتذر اليه فقال : كُنْ أنت تَجِيء به يومَ القيامة فلن أَقْبَلَه عنك۔

(ابوداوَد، باب فى الغلول اذا كان يسيرا يترُكه الامام ولا يُحرّق رَحْلَه ، كتاب الجهاد ، رقم الحديث:۲۷۱۲)

ترجمہ:......رسول اللہ ﷺ کے پاس جب مال غنیمت جمع ہوتا تو آپ ﷺ اس کی تقسیم کا ارادہ فرماتے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اعلان کرنے کا حکم فرماتے، پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ اعلان کرتے تو لوگ اپنے اپنے غنائم آپ ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوتے، پھر آپ ﷺ اس میں سے پانچواں حصہ نکال لیتے اور باقی مال تقسیم فرما دیتے، ایک شخص اس تقسیم کے بعد بالوں سے بنی ہوئی ایک رسی (لگام) لے کر آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ مال غنیمت میں سے ہم نے لیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے بلال کو تین مرتبہ اعلان کرتے ہوئے نہیں سنا؟ اس نے عرض کیا: ہاں سنا تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر کس چیز نے اس کو لانے سے روکا؟ اس نے معذرت کی (یعنی مجھ سے تاخیر ہوگئی) (آپ ﷺ نے اس کی معذرت کو قبول نہیں فرمایا) اور فرمایا: اب تو تو اسے قیامت کے دن ہی لائے گا۔

تشریح:...... چونکہ مال غنیمت تقسیم ہو چکا تھا، اور اس میں سارے مجاہدین کا حصہ ہوتا ہے، اگر اس رسی کو آپ ﷺ قبول فرماتے تو دوبارہ اس کو کس طرح سب میں تقسیم کیا جاتا؟ اس لئے آپ ﷺ نے اسے لینے سے انکار فرمادیا۔ ایک مصلحت یہ بھی ممکن ہے کہ ان کو آئندہ کے لئے تنبیہ ہو اور دوسرے لوگوں کے لئے عبرت ہو۔

(۵)......النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : مَنِ اسْتَعْمَلْنَاہ علی عمل ورزقناہ رِزقا فما أخذ بعد ذلک فهو غُلُولٌ۔

(ابوداؤد، باب فی ارزاق العمال ، کتاب الخراج ، رقم الحدیث:۲۹۴۳)

ترجمہ:...... نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو ہم کسی کام پر مامور کریں اور ہم اس کو رزق دیں (یعنی اس کے کام کی اجرت وتنخواہ، مقرر کریں) اس کے بعد اگر وہ کچھ وصول کرے گا تو یہ مال غنیمت میں خیانت ہے۔

(۶)......النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : من کان لنا عاملا فَلْیَکْتَسِبْ زوجةً ، فان لم یکن له خادمٌ فَلْیَکْتَسِبْ خادما ، فان لم یکن له مَسْکَنٌ فلیکتسب مسکنا ، قال : قال ابو بکر : اُخْبِرْتُ انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : من اتّخذ غیر ذلک فهو غالٌّ أو سارق۔(ابوداؤد، باب فی ارزاق العمال ، کتاب الخراج ، رقم الحدیث:۲۹۴۵)

ترجمہ:...... نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو ہم نے اپنا عامل بنایا (اگر اس کی بیوی نہ ہوتو) وہ شادی کرلے، اگر اس کے پاس کوئی خادم نہ ہوتو ایک خادم رکھ لے، اور اگر گھر نہ ہو تو ایک گھر بنالے (یا خرید لے)، راوی حدیث روایت کرتے ہیں کہ: حضرت ابوبکر نے فرمایا: مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر وہ اس کے علاوہ کچھ لے گا تو یہ خیانت ہے یا چوری ہے۔

تراویح پڑھانے اور تراویح کے لئے حفاظ کے انتخاب کا حق دار کون؟

اس مختصر رسالہ میں تراویح کے متعلق چند مسائل مثلا: تراویح پڑھانے کے زیادہ حقدار مسجد کے موجودہ امام ہیں، اور تراویح کے لئے دوسرے حفاظ کے انتخاب کا حق بھی امام ہی کا ہے عالم حافظ کے لئے افضل ہے کہ خود تراویح پڑھائے، گھر میں جماعت سے تراویح کی نماز پڑھنا، گھر میں تراویح پڑھنے والوں کو عشاء مسجد میں پڑھنی چاہئے، امام کا ترویحہ پر الگ ہونا مستحب ہے وغیرہ کو باحوالہ نقل کیا گیا ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارے معاشرہ میں تراویح کے لئے حفاظ کا انتخاب مساجد کی کمیٹیاں کرتی ہیں، اور عامۃً کمیٹی میں اہل علم نہیں ہوتے، اس لئے انتخاب میں شرعی حدود کی رعایت نہیں ہو پاتی، کبھی اچھی آواز والے حفاظ کا انتخاب کیا جاتا ہے، اور تجوید کی رعایت نہیں کی جاتی، جبکہ حسن صوت سے زیادہ حسن تجوید کی ضرورت ہے۔ اور بعض اوقات اقرباء پروری بھی ترجیح کا باعث ہوتی ہے، ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی اہل اثر اور اہل مال کی اولاد کو باوجود نا اہل ہونے کے تراویح کی امامت کا موقع دیا جاتا ہے۔ افسوس سے اس بات کا اظہار بھی کرنا پڑتا ہے کہ بعض اہل علم اور اہل خانقاہ بھی مدارس اور خانقاہوں میں اس سلسلہ میں اہل کے انتخاب میں کوتاہی کرتے دیکھے گئے ہیں، یہ زیادہ دکھ کی بات ہے۔

تراویح کے لئے حفاظ کے انتخاب کا حق امام صاحب کا ہے، اس کو بالکل نظر انداز کیا جارہاہے، کمیٹی اس سلسلہ میں امام صاحب سے مشورہ تک نہیں کرتی، یہ مسئلہ سے ناواقفیت ہے۔ راقم نے اس مختصر مقالہ میں اسی موضوع پر چند باتیں لکھی ہیں، اللہ تعالی سے امید ہے کہ مساجد کی کمیٹیاں اس شرعی حکم کو پڑھ کر اس پر عمل کریں گی۔

''تتمہ'' میں دوسرا مسئلہ یہ بیان کیا ہے کہ عالم حافظ کو اپنی تراویح خود پڑھانی چاہئے، اور اس کے ضمن میں چند مسائل مثلا: گھر میں تراویح پڑھنے والوں کو چاہئے کہ نماز عشاء مسجد میں ادا کریں، تراویح کا امام کب علیحدہ ہو وغیرہ کو بھی مع حوالہ واضح کیا گیا ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

۱۵؍ جمادی الاخری ۱۴۴۴ھ، مطابق: ۹؍ جنوری ۲۰۲۳ء، پیر

تراویح پڑھانے کے زیادہ حقدار امام صاحب ہیں

مسئلہ:......مسجد کے امام صاحب اگر حافظ ہوں تو وہی تراویح پڑھانے کے زیادہ حقدار ہیں، ان کی موجودگی میں دوسرے حفاظ کو تراویح پڑھانے کا حق نہیں۔

امام صاحب کسی اور کو تراویح پڑھانے کا حق دیں تو ان کو اختیار ہے

مسئلہ:......اگر امام صاحب خود اپنی خوشی سے دوسرے کو تراویح کا حق دیں تو ان کو اختیار ہے۔

تراویح کے لئے دوسرے حفاظ کے انتخاب کا حق امام صاحب ہی کا ہے

مسئلہ:......اگر مسجد کے امام صاحب حافظ نہ ہوں تو بھی تراویح کے لئے دوسرے حفاظ کے انتخاب کا حق اسی غیر حافظ امام صاحب کا ہے۔

امام کی اجازت کے بغیر انتظامیہ کا حفاظ کو مقرر کرنا درست نہیں

مسئلہ:......امام صاحب کی مرضی کے بغیر انتظامیہ کا اپنے طور پر دوسرے حفاظ کو تراویح پڑھانے کے لئے مقرر کرنا درست نہیں۔

امام کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کا تراویح پڑھانا ممنوع ہے

مسئلہ:......مقررہ حافظ امام صاحب تراویح پڑھانا چاہتے ہوئے ان کی مرضی اور اجازت کے بغیر دوسرے حفاظ کا تراویح پڑھانا ممنوع ہے۔

مسئلہ:......متعین امام کی اجازت کے بغیر دوسرا امام امامت کرنے سے گنہگار ہوگا۔

(مستفاد: فتاوی دار العلوم دیوبند ص۲۸۲ ج ۴۔ فتاوی رحیمیہ ص۲۲۴ ج ۴۔ کفایت المفتی ص۴۷ ۲ ج ۴، (ادارۃ الفاروق، کراچی)۔ فتاوی قاسمیہ ص۲۷۶ ج ۸۔ کتاب النوازل ص۴۷ ج ۵)

(۱)......و (اعلم) أن (صاحب البيت) و مثله امام المسجد الراتب (أولى بالامامة من غيره) مطلقا ، وفى الشامى : وان كان غيره من الحاضرين من هو أعلم أوأقرأ منه ، الخ۔(شامی ص۲۹۷ ج۲، باب الامامة ، كتاب الصلوة ، ط : دار الباز ، مكة المكرمة)

(۲)......دخل المسجد من هو أولى بالامامة من امام المحلة ' فامام المحلة أولى۔

(عالمگیری ص۸۳ ج۱(۱۴۱ ج۱)، الباب الخامس فى الامامة ، الفصل الثانى ، كتاب الصلوة)

(۳)...... وامام المسجد أحق بالامامة من غيره ' وان كان الغير أفقه واقرأ وأورع وأفضل منه ان شاء تقدم وان شاء قدم من يريده ، وان كان الذى يقدمه مفضولا بالنسبة الى باقى الحاضرين لأنه سلطانه فيتصرف فيه كيف شاء۔

(طحطاوی علی مراقی ص۲۹۹، فصل فى بيان الأحق بالامامة ، كتاب الصلوة)

امام صاحب کوتراویح پر مجبور کرنا درست نہیں

مسئلہ:......اگر امام صاحب تراویح پڑھانا نہ چاہیں تو ان کو مجبور کرنا کہ آپ ہی پڑھائیں گے درست نہیں۔(مستفاد: فتاوی دارالعلوم زکریا ص۴۹۷ ج۲)

کوئی شخص کسی کے زیرتسلط جگہ پرجا کر ہرگز امامت نہ کرے

حدیث شریف میں بڑی تاکید سے اس کا حکم آیا ہے کہ: امام کی اجازت کے بغیر کوئی اس کی جگہ امامت نہ کرے۔

(۱)......عن أبى مسعود الانصارى رضى الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ..... ولا يَؤُمَّنَّ الرّجلُ الرّجلَ فى سُلْطانه ' ولا يَقْعُدُ فى بيته على تَكْرِمَتِه الا باذنه۔

ترجمہ:......حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: کوئی شخص کسی کے زیر تسلط جگہ پر جا کر ہرگز امامت نہ کرے، اور نہ ہی کسی کے گھر میں اس کے مسند پر بیٹھے، مگر اس کی اجازت سے۔

(مسلم ص۲۳۶ ج۱، باب من أحق بالامامة، کتاب المساجد، رقم الحدیث:۶۷۳۔نسائی، من أحق بالامامة، کتاب الامامة والجماعة، رقم الحدیث:۷۸۱۔ابوداؤد، باب من أحق بالامامة، کتاب الامامة رقم الحدیث:۵۸۲۔ترمذی، باب من أحق بالامامة، کتاب الصلوة، رقم الحدیث: ۲۳۵۔ابن ماجہ، باب من أحق بالامامة کتاب المساجد، رقم الحدیث:۹۸۰)

تراویح کے لئے کیسے حفاظ کو مقرر کرنا چاہئے؟

مسئلہ:......تراویح کی امامت کے لئے ایسے شخص کو اختیار کرنا چاہئے جو قرآن کریم اچھا پڑھتا ہو، اس کو قرآن اچھا اور پکا یاد ہو، نماز، امامت اور تراویح کے ضروری مسائل سے واقف ہو، اور جس کی وضع قطع شریعت کے مطابق ہو۔

مسئلہ:......فرض نمازوں میں تو اعلم، اقرأ اور اتقی کا لحاظ رکھنا پسندیدہ ہے، لیکن تراویح میں ان صفات کی پوری رعایت ضروری نہیں، بلکہ بقدر ضرورت مسائل کا جان لینا کافی ہے۔

مسئلہ:...... نئے نئے حفاظ کی حوصلہ افزائی کے لئے ان کو مقررہ امام مسجد کی اجازت سے قرآن کریم سنانے کے لئے تراویح کی امامت کے لئے مقرر کرنا درست ہے۔

مسئلہ:......حفاظ کو تراویح سے پہلے ضروری مسائل سکھانا چاہئے۔

مسئلہ:...... یہ بات ضروری ہے کہ حافظ تراویح میں قرآن کریم صحیح اور درست پڑھتا ہو، اور تجوید کی رعایت کرتا ہو، اگر حافظ تجوید کی رعایت نہیں کرتا، یا الفاظ کو حذف کر دیتا ہے تو اسے کسی حال میں تراویح کا امام مقرر نہیں کرنا چاہئے۔ ایسے حافظ کے پیچھے نماز درست نہیں۔

مسئلہ:......تراویح میں یہ بھی ضروری ہے کہ امام نماز کے ارکان اور تعدیل کی رعایت کرے رکوع، سجدہ کے ساتھ قومہ اور جلسہ بھی اطمینان کے ساتھ ادا کرتا ہو۔

(مستفاد: کتاب النوازل ص ۴۵/۴۸ ج ۵)

(۱)......الأفضل أن يقرأ فيها (التراويح) مقدار ما يقرأ فى المغرب تخفيفا ' لان النوافل تبنى على التخفيف ' فيكون مثل أخف الفرائض۔

(تبیین الحقائق ص ۴۴۵ ج ۱۔ کتاب النوازل ص ۴۸ ج ۵)

(۲)......ولا ينبغى للقوم أن يقدموا فى التراويح " الخوش خوان " ولكن يقدم "الدرست خوان"۔

(تاتارخانیہ ص ۳۲۶ ج ۲، الفصل :۱۳/ التراويح ، باب الامامة ، كتاب الصلوة ، رقم :۲۵۶۴)

(۳)......(منها) وصل حرف من كلمة بحرف من كلمة أخرى – الى قوله – ومنها حذف حرف.....و اِن غير المعنى تفسد صلوته عند عامة المشائخ ..... هو الأصح۔(عالمگیری ص ۷۹ ج ۱، الفصل الخامس فى زلة القارى ، باب الامامة ، كتاب الصلوة)

(۴)......أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا۔

(شامی ص ۲۹۹ ج ۲، باب الامامة ، كتاب الصلوة ، ط : دار الباز ، مكة المكرمة)

(۵)......وحرّر الحلبى وابن الشحنة انه بعد بذل جهده دائما حتما كالأعمى ' فلا يؤمّ الا مثله ، ولا تصح صلوته اذا أمكنه الاقتداء بمن يحسنه أو ترك جهده أو وجد قدر الفرض مما لا لثغ فيه ، هذا هو الصحيح المختار فى حكم الألثغ، وكذا لا يقدر على التلفظ بحرف من الحروف أو لا يقدر على اخراج الفاء الا بتكرار۔

(شامی ص ۳۲۸ ج ۲، باب الامامة ، كتاب الصلوة ، ط : دار الباز ، مكة المكرمة)

تتمہ

عالم حافظ کے لئے افضل ہے کہ خود تراویح پڑھائے

مسئلہ:......اگر عالم حافظ ہو تو افضل اور احسن یہ ہے کہ اپنی قراءت سے تراویح پڑھائے اور دوسرے کی اقتداء نہ کرے۔(لیکن جماعت سے پڑھنا ترک نہ کرے)

(عمدۃ الفقہ ص۳۲۴/۳۲۵ ج۲،تراویح کا بیان)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت سالم اور حضرت قاسم رحمہما اللہ لوگوں کے ساتھ تراویح نہیں پڑھتے تھے

(۱)......عن نافع ' عن ابن عمر ' انه كان لا يقوم مع النّاس فى شهر رمضان ' قال : و كان سالم و القاسم لا يقومان مع النّاس۔

ترجمہ:......حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما لوگوں کے ساتھ رمضان کے مہینے میں (نماز تراویح) نہیں پڑھتے تھے۔حضرت نافع رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں کہ: حضرت سالم اور حضرت قاسم رحمہما اللہ بھی لوگوں کے ساتھ تراویح نہیں پڑھتے تھے۔(وہ حضرات اپنی تراویح میں خود قرآن سناتے تھے)

تم گدھے کی طرح امام کے پیچھے چپکے سے کھڑے رہتے ہو

(۲)......عن مجاهد قال : سأل رجل ابن عمر أقوم خلف الامام فى شهر رمضان ؟ فقال : تُنصِت كانّك حِمار۔

ترجمہ:......حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا میں رمضان میں امام کے پیچھے تراویح پڑھوں؟ تو آپ نے فرمایا: تم

گدھے کی طرح (امام کے پیچھے) چپکے سے کھڑے رہتے ہوں (کیا یہ بہتر ہے یا خود اپنی تراویح میں خود قرآن کریم سناؤ؟)

حفاظ کا اپنی تراویح پڑھنا پسندیدہ عمل ہے

(۳)......عمر بن عثمان قال : سألت الحسن فقلت : يا أبا سعيد يجيء رمضان ' أو يحضُر رمضان ' فيقوم الناس في المسجد ' فما ترى أقوم مع الناس أو أُصلي أنا لنفسي ؟ قال : تكون أنت تفوه القرآن أحب اليّ من أن يُفاه عليك به۔

ترجمہ:......حضرت عمر بن عثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے پوچھا کہ: اے ابوسعید! رمضان المبارک آتا ہے اور لوگ مسجد میں تراویح پڑھتے ہیں، آپ کا کیا خیال ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ تراویح پڑھوں یا اپنی تراویح اکیلے پڑھوں؟ انہوں نے فرمایا: تم خود قرآن پڑھو یہ مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ تمہیں کوئی قرآن کریم پڑھ کر سنائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۳۲ ج۵، من كان لا يقوم مع الناس في رمضان ، كتاب الصلوة ، رقم الحديث:۷۷۹۶/۷۷۹۷/۷۸۰۱)

گھر میں جماعت سے تراویح کی نماز پڑھنا

مسئلہ:......گھر میں جماعت سے تراویح کی نماز پڑھنے میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ متقدمین کے نزدیک گھر میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے۔اور متأخرین کی نزدیک مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے۔

گھر میں تراویح پڑھنے والوں کو عشاء مسجد میں پڑھنی چاہئے

مسئلہ:......تراویح کی جماعت کسی گھر وغیرہ میں پڑھنی درست ہے، البتہ عشاء کی فرض نماز قریبی مسجد ہی میں ادا کی جائے، اوراس کے بعد گھر میں آ کر تراویح پڑھیں، ورنہ مسجد کے ثواب سے محرومی ہوگی۔

(مستفاد: فتاوی دارالعلوم دیوبند ص۲۵۱ ج۴۔ فتاوی رحیمیہ ص۲۹۵ ج۷۔ کتاب المسائل ص۴۱۵ ج۱، فتاوی قاسمیہ ص۲۶۵ ج۸)

(۱)...... وقال الصدر الشهيد : الجماعة سنة كفاية فيها حتى لو أقامها البعض فى المسجد بجماعة و باقى اهل المحلة أقامها منفردا فى بيته لا يكون تاركا للسنة ،.. ... وان صلاها بجماعة فى بيته فالصحيح أنه نال احدى الفضيلتين ، الخ۔

(طحطاوی علی مراقی ص۴۱۳، فصل فى صلوة التراويح ، كتاب الصلوة)

(۲)...... وان صلى أحد فى بيته بالجماعة لم ينالوا فضل الجماعة التى تكون فى المسجد لزيادة فضيلة المسجد ، وتكثير جماعته ، واظهار شعائر الاسلام ، وهكذا فى المكتوبات ، أى الفرائض ...فالحاصل ان كل ما شرع فيه الجماعة فالمسجد فيه أفضل لما اشتمل عليه من شرف المكان ، واظهار الشعائر ، وتكثير سواد المسلمين ، وائتلاف قلوبهم۔ (حلبی کبیر ص۴۰۲، التراويح ، كتاب الصلوة۔ ط: مکتبہ اشرفیہ)

امام کا ترویحہ پر الگ ہونا مستحب ہے

مسئلہ:......افضل یہ ہے کہ ایک امام سب تراویح پڑھائے۔

مسئلہ:......اگر دو امام پڑھاویں تو مستحب یہ ہے کہ ہر امام ترویحہ پورا کر کے الگ ہو، مثلا آٹھ رکعت ایک امام پڑھاویں اور بارہ رکعت دوسرا امام پڑھاویں۔

مسئلہ:......اگر امام بغیر ترویحہ کے الگ ہو جائے مثلا ایک امام دس رکعت پڑھائے اور دوسرا امام دس رکعت پڑھائے تو صحیح قول کے بموجب یہ مستحسن نہیں ہے۔

(مستفاد: عمدۃ الفقہ ص ۳۲۶ ج ۲، تراویح کا بیان)

(۱)......فان صلوها بامامين فالمستحب أن يكون انصراف كل واحد على كمال الترويحة ' فان انصرف على تسليمة لا يستحب ذلک فی الصحيح۔

(عالمگیری ص ۱۱۶ ج ۱، فصل فی التراويح ، الباب التاسع فی النوافل ، كتاب الصلوة)

(۲)......وفی الخلاصة : اذا صلى الترويحة الواحدة امامان ' كل امام ركعتين اختلف المشايخ فيه ' والاصح انه لايستحب ' ولكن كل ترويحة يؤديها امام واحد۔

(خلاصۃ الفتاوی ص ۶۴ ج ۱، الفصل الثالث فی التراويح ، كتاب الصلوة ، امجد اکیڈمی لاہور)

(۳)......والصحيح انه لا يستحب ، وانما يستحب ان يصلی كل امام ترويحة۔

(تاتارخانیہ ص ۳۱۸ ج ۲، الفصل :۱۳/ التراويح ، كتاب الصلوة ، رقم :۲۵۳۶)

کرونا وائرس

چند سوالات اور ان کے جوابات

اس مختصر رسالہ میں کرونا وائرس کے سلسلے میں (۱۸) فقہی سوالات کے جوابات ہیں، ان کو قرآن وحدیث اور فقہاء کی عبارت سے مدلل بیان کیا گیا ہے۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: زمزم پبلشرز، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین ، والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین ، اما بعد

(۱)......حکومت اگر اجتماع پر پابندی لگائے تو نماز کس طرح ادا کی جائے

سوال:......حکومت اگر اجتماع پر پابندی لگائے تو پانچ وقت کی نماز، نماز جمعہ، نماز عیدین اورتراویح کس طرح ادا کی جائیں۔

جواب......حامداومصلیاومسلما: اگر حکومت احتیاطی تدابیر کے خاطر اجتماع پر پابندی لگائے تو مسلمانوں کے لئے بھی اس قانون پر عمل کرنا ضروری ہے، ایسے موقع پر جتنی تعداد کے اجتماع کی حکومت نے اجازت دی ہے اتنی ہی تعداد مساجد میں جمع ہوکر باجماعت نماز ادا کرے، اوردوسرے حضرات اپنی اپنی نمازیں اپنے اپنے گھروں میں اکیلے اکیلے پڑھ لیں یا چنداوراحباب کے ساتھ کسی ایک مکان میں جماعت کرلیں، دونوں صورتیں جائز ہیں۔

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ﴾۔(پارہ:٦۔سورۂ مائدہ،آیت نمبر:۱)

ترجمہ:......اے ایمان والو! معاہدوں کو پورا کرو۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اس آیت کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

حکومتوں کے بین العالمی معاہدات، یا باہمی سمجھوتے، جماعتوں کے باہمی عہد و میثاق اور دوانسانوں کے درمیان ہر طرح کے معاملات: نکاح، تجارت، شرکت، اجارہ، ہبہ وغیرہ ان تمام معاہدات میں جو جائز شرطیں باہم طے ہوجائیں اس آیت کی رو سے ان کی پابندی ہر فریق پر لازم وواجب ہے۔اور جائز کی قید اس لئے لگائی کہ خلاف شرع شرط لگانا یا اس کا قبول کرنا کسی کے لئے جائز نہیں۔(معارف القرآن ص۱۲ ج۳)

نماز جمعہ کے لئے یہی طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔نماز جمعہ کی صحت کے لئے ضروری

ہے کہ امام کے علاوہ تین مقتدی خطبہ میں حاضر ہوں۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک تو امام کے علاوہ دو آدمی بھی کافی ہیں۔ اس طریقہ سے چھوٹی چھوٹی جماعتیں بنا کر جمعہ کی نماز مختلف مقامات یا مکانوں میں ادا کی جاسکتی ہے۔ نماز عیدین میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا جائے۔

’’ (و) السادس : (الجماعة) واقلها ثلا ثة رجال (ولو غير الثلا ثة الذين حضروا) الخطبة (سوى الامام) بالنص لأنه لا بد من الذاكر وهو الخطيب ، و ثلا ثة سواه بنص –فاسعوا الى ذكر الله– ‘‘۔

(الدرالمختار ص۲۴ ج۳، باب الجمعة ، كتاب الصلوة ، ط : مكتبة دار الباز ، مكة المكرمة)

’’ والجماعة أى و شرط ادائها ايضا الجماعة للاجما ع على عدم صحتها من المنفرد لأخذها من الاجتماع وهم ثلا ثة سوى الامام ‘‘۔

(نہرالفائق ص۳۶۰ ج۱، باب الجمعة ، كتاب الصلوة)

’’ و اما الكلام فى مقدار الجماعة فقد قال ابو حنيفة و محمد : ادناه ثلا ثة سوى الامام ، وقال ابو يوسف : اثنان سوى الامام‘‘۔

(بدائع الصنائع ص۶۶۰ ج۱، فصل فى صلوة الجمعة ، شرائط الجمعة ، كتاب الصلوة)

’’ وتؤدى فى مصر فى مواضع (كنز) وفى البحر : أى يصح اداء الجمعة فى مصر واحد بمواضع كثيرة وهو قول ابى حنيفة و محمد وهو الاصح ‘‘۔

(بحرالرائق ص۲۵۰ ج۲ (زکریا:ص۱۴۲ ج۲،کوئٹہ)، باب صلوة الجمعة ، كتاب الصلوة)

’’ (وتؤدى فى مصر واحد بمواضع كثيرة) مطلقا على المذهب وعليه الفتوى ‘‘

(شامی ص۱۵ ج۳، باب الجمعة ، ط : مكتبة دار الباز ، مكة المكرمة)

تراویح بھی محلّہ کے مختلف مکانات میں چھوٹی چھوٹی جماعتیں بنا کر ادا کی جاسکتی ہے۔

(۲)......مسجد میں افطار کا کیا کیا جائے؟

سوال:......مسجد میں افطار کا کیا کیا جائے؟

جواب......مسجد میں افطار کوئی ضروری نہیں، اپنے اپنے گھروں میں افطار کر کے مسجد میں آئیں، یا اپنے ساتھ صرف کھجور یا پانی لاکر اس سے افطار کرلیں۔

(۳)......حکومت اجتماع پر پابندی لگائے تو جماعت کی نماز کا کیا حکم ہے

سوال:......اگر حکومت کی طرف سے مکمل اجتماع پر پابندی ہو تو جماعت کی نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب......اگر مکمل اجتماع پر پابندی ہو جائے تو بلا جماعت نماز ادا کی جاسکتی ہے، مجبوری میں شریعت کی طرف سے رخصت ہے۔ مدارس اور مکاتب میں بھی تعطیل کرنی چاہئے، بلکہ قانون کے تحت تعطیل کرنی پڑے گی۔

(۴)......مصلی مسجد میں اپنا جائے نماز لاسکتا ہے؟

سوال:......مصلی مسجد میں اپنا جائے نماز لاسکتا ہے؟

جواب......مصلی کو کسی موقع پر اپنا جائے نماز لانا پڑے تو کوئی حرج نہیں، لاسکتا ہے۔ اگر زیادہ خوف ہو تو لانا چاہئے، مگر نماز کے بعد اپنے ساتھ گھر لے جائے، مسجد میں چھوڑ کر نہ جائے۔

(۵)......اگر کوئی بیمار ہے تو کیا مسجد میں آ سکتا ہے؟ اور مسجد کی انتظامیہ اس کو مسجد میں آنے سے روک سکتی ہے

سوال:......اگر کوئی بیمار ہے تو کیا مسجد میں آ سکتا ہے؟ اور مسجد کی انتظامیہ اس کو مسجد میں آنے سے روک سکتی ہے؟

جواب......اگر متعدی مرض ہے تو ایسے مریض کو مسجد میں نہیں آنا چاہئے، بلکہ اپنے گھر پر نماز پڑھ لے۔وہ بیمار اگر پہلے سے جماعت کا پابند تھا تو انشاء اللہ اسے اللہ تعالی جماعت کی نماز کا ثواب عطا فرمائیں گے۔

”عن ابن عمر رضی الله عنهما ان النّبی صلی الله علیه وسلم قال فی غزوة خیبر : من أکل من هذه الشجرة یعنی الثوم فلا یقربن مسجدنا“۔

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے غزوۂ خیبر میں فرمایا: جس نے اس درخت-یعنی لہسن-میں سے کچھ کھایا سو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔

(بخاری، باب ما جاء فی الثّوم النّیء والبصل والکُرّاث، الخ، ابواب صفة الصلوة، کتاب الاذان رقم الحدیث:۸۵۳)

تشریح:......ایک روایت میں ہے:”فلیعتزلنا، أو قال : فلیعتزل مسجدنا، ولیقعد فی بیته“یعنی وہ ہم سے دور رہے، یا وہ ہماری مسجد سے دور رہے، اور اپنے گھر میں بیٹھے۔ایک روایت میں ہے:”لا یصلینّ معنا“اور ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھے۔ایک روایت میں ہے:”حتی یذهب منه ریحه“یہاں تک کہ اس سے اس کی بدبو چلی جائے۔ایک روایت میں ہے:”ولا یؤذینا بریح الثوم“اس کی بدبو سے ہمیں تکلیف نہ پہنچائے۔ایک

روایت میں ہے: ”ثلا ثا“ یہ حکم تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔

(بخاری، رقم الحدیث:۸۵۶/۸۵۵۔ابوداؤد، باب فی اکل الثّوم ، اول کتاب الاطعمة ، رقم الحدیث:۳۸۲۳/۳۸۲۲۔مسند احمد بن حنبل ص ۲۶۶ ج ۲، رقم الحدیث:۷۵۹۹۔مسند ابو ہریرہ)

”عن ابن عباس رضی الله عنهما قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : من سمع المنادی فلم یمنعُه من اتباعه عذر– قالوا : وما العذر ؟ قال : خوف أو مرض – لم تُقبل منه الصلوة التی صلّی“۔

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اذان کی آواز سنے اور اس کو جماعت کی اتباع سے کوئی عذر نہ روکے (یعنی جماعت کی نماز میں حاضر نہ ہو تو) -صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: عذر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: خوف یا بیماری -تو اس کی نماز قبول نہیں ہے جو اس نے تنہا پڑھی۔

(ابوداؤد، باب فی التّشدید فی ترک الجماعة ، کتاب الصلوة ، رقم الحدیث:۵۵۱)

”شامی“ میں ہے: ”أذی المسلمین وأذی الملا ئکة فبالنظر الی الاولی یعذر فی ترک الجماعة و حضور المسجد ‘ و بالنظر الی الثانیة فی ترک حضور المسجد ولو کان وحده“۔

”قلت : علة النهی أذی الملا ئکة وأذی المسلمین (الی قوله) وکذلک ألحق بعضهم بذلک من فیه بخر أو به جرح له رائحة ‘ وکذلک القصاب ‘ والسماک ‘ والمجذوم والابرص اولی بالالحاق ، وقال سحنون : لا أری الجمعة علیهما ، الخ“۔

(شامی ص ۴۳۵ ج ۲، باب ما یفسد الصلوة ، مطلب : فی الغرس فی المسجد ، کتاب الصلوة)

آپ ﷺ تو بدبو کی وجہ سے مسجد سے نکالنے کا حکم فرماتے:

’’عن معدان بن ابی طلحة الیعمری رحمه الله : انّ عمر بن الخطاب رضی الله عنه....قال : اِنَّکُمْ اَیُّھَا النَّاسُ !تَأْکُلُوْنَ مِنْ شَجَرَتَیْنِ لا اَرَاھُمَا اِلَّا خَبِیْثَتَیْنِ ھٰذَا الثُّوْمُ وَالْبَصَلُ ، وَایْمُ اللّٰہِ لَقَدْ کُنْتُ اَریٰ نَبِیَّ اللّٰہِ صلی الله علیه وسلم اِذَا وَجَدَ رِیْحَھُمَا مِنَ الرَّجُلِ یَأْمُرُ بِهٖ فَیُؤْخَذُ بِیَدِهٖ فَیُخْرَجُ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتّٰی یُؤْتٰی بِهِ الْبَقِیْعُ، فَمَنْ اَکَلَھُمَا لَا بُدَّ فَلْیُمِتْھُمَا طَبْخًا۔

(کنز العمال ، خلافة امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی الله تعالی عنه ، الخلافة مع الامارة ، رقم الحدیث:۱۴۲۳۹)

ترجمہ:......معدان بن ابی طلحہ یعمری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے.....فرمایا: اے لوگوں! تم یہ چیزیں جو کھاتے ہو میں ان کو خبیث سمجھتا ہوں: یہ لہسن اور پیاز۔ اللہ تعالی کی قسم! میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ کسی آدمی میں سے ان کی بو محسوس فرماتے تو اس کے متعلق حکم دیتے‘ اور اس آدمی کو ہاتھ سے پکڑ کر مسجد سے باہر لایا جاتا حتی کہ بقیع تک اس کو مسجد سے دور کر دیا جاتا تھا، لہذا جو ان دو چیزوں کو کھائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ پکا کر ان کی بو مار دے۔

(۶)......اگر کسی کو کروناوائرس لاحق ہو جائے تو اسے کیا کرنا چاہئے؟

سوال:......اگر کسی کو کروناوائرس لاحق ہو جائے تو اسے کیا کرنا چاہئے؟

جواب......اگر کسی کو یہ بیماری لگ جائے تو اسے مکمل علاج اور حکومت کی بتلائی ہوئی تمام تدابیر پر پابندی سے عمل کرنا چاہئے، اس میں ذرہ برابر بھی غفلت نہیں کرنی چاہئے۔

’’قالت الاعراب یا رسول الله ! الا نتداوی ؟ قال : نعم یا عباد الله ! تداوَوْا‘‘۔

(ترمذی، باب ما جاء فی الدواء والحث علیه ، ابواب الطب ، رقم الحدیث:۲۰۳۸۔ابوداؤد، باب فی الرجل یتداوی ، اول کتاب الطب ، رقم الحدیث:۳۸۵۵۔ابن ماجہ، باب ما انزل الله داء الا انزل له شفاء ، کتاب الطب ، رقم الحدیث:۳۴۳۶)

ترجمہ:......اعراب نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم علاج نہ کیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اے اللہ کے بندو علاج کیا کرو۔

’’ابی هریرة ‘ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال : لا تُورِدوا المُمْرِضَ علی المُصِحِّ۔(بخاری، باب لا عدوی ، کتاب الطب ، رقم الحدیث:۵۷۷۴)

ترجمہ:......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: بیمار (اونٹ) کو تندرست (اونٹوں) کے پاس نہ لاؤ۔

’’عن ابن عباس ‘ انّ النبی صلی الله علیه وسلم قال : لا تُدیموا النّظر الی المجذومِین۔(ابن ماجہ، باب الجذام ، کتاب الطب ، رقم الحدیث:۳۵۴۳)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جذامیوں کی طرف مسلسل مت دیکھا کرو۔

’’النبی صلی الله علیه وسلم انه قال : اذا سمعتم بالطاعون بارض فلا تدخلوها

واذا وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا منها۔

ترجمہ:...... نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی علاقے میں طاعون کے متعلق سنو (کہ وہاں طاعون پھیل گیا ہے) تو وہاں نہ جاؤ، اور جب تم کسی علاقہ میں ہو اور وہاں طاعون پھیل جائے تو وہاں سے نہ نکلو۔

(بخاری، باب ما یذکر فی الطاعون، کتاب الطب، رقم الحدیث:۵۷۲۸)

آپ ﷺ خود علاج و معالجہ فرماتے تھے۔ صحت کی حالت میں بھی اور مرض کی حالت میں بھی۔ صحت کی حالت میں حفاظت والی تدابیر سے، مثلاً: ریاضت، مجاہدہ اور کم کھانے کے ذریعہ اور تر کھجوریں ککڑی کے ساتھ کھانے سے، اور تر کھجوریں خربوزہ کے ساتھ کھانے سے، اور فرماتے: اس کی ٹھنڈک اس کی گرمی کو دور کرتی ہے۔ اثمد سے بینائی کا، ہر روز اثمد کا سرمہ لگا کر آنکھوں کا علاج فرماتے تھے۔

گرمی میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھاتے تھے۔ کھانوں کی خاصیت کی رعایت فرماتے تھے۔ حرارت و برودت کی صفت کو معتدل بناتے تھے۔ مرکبات اور ادویات میں یہ ایک بہت بڑی اصل ہے۔

(التراتیب الاداریۃ: (اردو ترجمہ: عہد نبوی ﷺ کا اسلامی تمدن) ص ۲۱۸)

(۷)......کیا ان حالات میں مصافحہ اور معانقہ سے پرہیز کرنا چاہئے؟

سوال:......کیا ان حالات میں مصافحہ اور معانقہ سے پرہیز کرنا چاہئے؟

جواب......ایسے بیماروں سے مصافحہ اور معانقہ کے ترک میں کوئی حرج نہیں، بلکہ جن کا عقیدہ کمزور ہو ان کو تو بہر حال بچنا ہی چاہئے۔ جن کو اللہ تعالی نے توکل کی اعلی صفت عطا فرمائی ہو اور وہ ملاقات ومصافحہ کرلیں تو اس کی بھی اجازت ہے۔

”کان فی وفد ثقیف رجل مجذوم فأرسل الیه النبی صلی الله علیه وسلم انّا قد بایعناک فارجع“۔(مسلم، باب اجتناب المجذوم، کتاب السلام، رقم الحدیث:۲۲۳۱)

ترجمہ:......قبیلہ ثقیف کا ایک مجذوم آدمی (بیعت کی غرض سے آپ ﷺ کی خدمت میں وفد کے ساتھ حاضر ہوا)، تو نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کے ساتھ ان کو پیغام بھیجا کہ ہم نے تمہیں (بغیر ہاتھ ملائے زبانی) بیعت کرلیا، لہذا تم لوٹ جاؤ۔

”عن جابر : ان رسول الله صلی الله علیه وسلم أخذ بید مجذوم، فوضعها معه فی القَصعة، و قال : کُل ثِقةً بالله و توکُّلا علیه“۔

(ابوداؤد، باب فی الطِّیَرة، اول کتاب الطب، رقم الحدیث:۳۹۲۵۔ترمذی، باب ما جاء فی الاکل مع المجذوم، ابواب الاطعمة، رقم الحدیث:۱۸۱۷۔ابن ماجہ، باب الجذام، کتاب الطب رقم الحدیث:۳۵۴۲)

ترجمہ:......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے ایک جذامی کا ہاتھ پکڑ کر اس کو کھانے کے پیالہ میں اپنے ساتھ شریک کرلیا، اور ارشاد فرمایا: کھاؤ، اللہ تعالی پر (میرا) بھروسہ ہے اور اسی کی ذات پر (میرا) توکل ہے۔

(۸)......اگر کوئی اس بیماری میں فوت ہوجائے تو اس کے لئے شرعی ہدایات کیا ہیں؟

سوال:......اگر کوئی اس بیماری میں فوت ہوجائے تو اس کے لئے شرعی ہدایات کیا ہیں؟۔

جواب......اگر کوئی اس بیماری میں فوت ہوجائے تو شرعی ہدایات یہ ہیں کہ:

اسے غسل دیا جائے، کفن پہنایا جائے، جتنی کم تعداد میں لوگ غسل اور تدفین کر سکتے ہیں اتنی ہی مقدار پر اکتفاء کیا جائے تو بہتر ہے، نماز جنازہ بھی پڑھی جائے۔ نماز جنازہ کے لئے جماعت بھی شرط نہیں، ایک آدمی بھی نماز پڑھ لے تو فرض کفایہ ادا ہوجائے گا۔ اس کو دفن بھی کیا جائے گا۔

''عالمگیری'' میں ہے:''**و الصلوة علی الجنازة تتأدی باداء الامام وحده ، لان الجماعة لیست بشرط الصلوة علی الجنازة**''۔

(فتاوی عالمگیری ص۱۶۳ ج۱، **الفصل الخامس فی الصلوة علی المیت ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز**)

(۹)......کیا ایسے بیمار کو انتقال کے بعد غسل دیا جائے گا یا نہیں؟

سوال:......کیا ایسے بیمار کو انتقال کے بعد غسل دیا جائے گا یا نہیں؟

جواب......مردے کو ایک مرتبہ غسل دینا فرض ہے۔ اگر کوئی مسلمان بلا غسل دیئے دفن کر دیا جائے تو سارے مسلمان جن کو اس کی خبر ہوگی گنہگار رہوں گے۔ فقہاء تو فرماتے ہیں کہ: اگر میت کو بلا غسل قبر میں رکھ دیا گیا اور ابھی تک مٹی نہ ڈالی ہو تو اس کو قبر سے نکال کر غسل دینا ضروری ہے، ہاں اگر مٹی ڈال دی گئی ہو تو پھر نہ نکالے۔ اس لئے پوری کوشش ہونی چاہئے

کہ مردہ بلاغسل دفن نہ کیا جائے۔اگر حکومت کی طرف سے غسل کی ممانعت ہوتو ہسپتال کے عملہ سے درخواست کی جائے کہ وہ اس کو غسل دیں، اور اگر خدانخواستہ یہ بھی ممکن نہ ہوتو بلاغسل کے دفن کردینا بھی استحسانا جائز ہے۔کتب حنفیہ میں سرسری تتبع سے ایسا کوئی جزئیہ نہ ملا۔حضرات حنابلہ رحمہم اللہ کے نزدیک عذر کی وجہ سے بلاغسل و بلا تیمّم میت پر نماز پڑھ کر دفن کردینا جائز ہے۔

’’وعنه : يكفن و يصلى عليه بلا غسل ولا تيمم ‘ لان المقصود من الغسل التنظيف ‘‘۔(المبدع ص۲۴۰ ج ۲)

بعض متأخرین شوافع اور مالکیہ میں علامہ ابن حبیب رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

’’ذهب ابن حبيب من المالكية والحنابلة و بعض المتأخرين من الشافعية الى انه يصلى عليه مع تعذر الغسل والتيمم ‘‘۔(الموسوعۃ الفقہیۃ ص۱۱۹ ج ۲،احراق)

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نماز جنازہ کے بغیر مردے کو دفن کردیا جائے اور تدفین کے بعد قبر پر نماز پڑھ لی جائے،علماء نے لکھا ہے کہ: اگر کسی مردے کو غسل دیئے بغیر دفن کردیا گیا اور قبر سے نعش نکال کر دوبارہ غسل دینا ممکن نہ ہوتو ضرورۃً قبر پر نماز پڑھنا جائز ہے،اور کسی میت کو بلاغسل نماز پڑھ کر دفنا دیا گیا تو نماز کا اعادہ ہوگا (یعنی قبر پر نماز پڑھی جائے گی)۔

’’عالمگیری‘‘میں ہے:’’و ان لم يمكن بان دفن قبل الغسل ولم يمكن اخراجه الا بالنبش تجوز الصلوة على قبره للضرورة ، ولو صلى عليه قبل الغسل ثم دفن تعاد الصلوة لفساد الاولى ‘‘۔

(فتاوی عالمگیری ص۱۶۳ ج ۱، الفصل الخامس فى الصلوة على الميت ، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز)

(۱۰)......غسل دینا ممکن نہ ہوتو تیمّم کا کیا حکم ہے؟

سوال:......غسل دینا ممکن نہ ہوتو تیمّم کا کیا حکم ہے؟

جواب:......جب غسل ممکن ہی نہ ہو، اور تیمّم کرانا ممکن ہوتو میت کو تیمّم کرادیا جائے۔فقہاء نے فرمایا ہے کہ: خنثی مشکل اور وہ عورت جس کا سفر میں انتقال ہوجائے اور اس کے ساتھ کوئی دوسری عورت نہ ہو، اور وہ مرد جس کا سفر میں انتقال ہوجائے اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا مرد نہ ہو، ان کو تیمّم کرادیا جائے۔

’’فأما الخنثی المشکل المراهق اذا مات ففیه اختلاف ، والظاهر انه ییمم ، واذا ماتت المرأة فی السفر بین الرجال ییممها ذو رحم محرم منها ، وان لم یکن لف الاجنبی علی یدیه خرقة ثم ییممها ‘ وان کانت امة ییممها الاجنبی بغیر ثوب ، وکذا اذا مات رجل بین النساء تیممه ذات رحم محرم منه أو زوجته أو أمته بغیر ثوب و غیرهن بثوب ‘‘۔(بحرالرائق ص ۳۰۵ ج ۲،(م: زکریا بکڈ پو، دیوبند) کتاب الجنائز)

(۱۱)......ایک قبر میں چند مردوں کو ایک ساتھ دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال:......ایک قبر میں چند مردوں کو ایک ساتھ دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب......ایک قبر میں ایک ہی نعش کو دفن کرنا چاہیئے ،البتہ عذر اور حالات کی وجہ سے ایک قبر میں چند مردوں کو ایک ساتھ دفن کرنا جائز ہے۔

’’عن عبد الرحمن بن کعب : انّ جابر بن عبد الله رضی الله عنهما : اخبره ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یَجْمَع بین الرّجُلَین من قَتْلٰی اُحد۔

(بخاری، باب دفن الرّجُلین والثلا ثه فی قبر واحد ، کتاب الجنائز ، رقم الحدیث:۱۳۴۵)

’’شُکی الی رسول الله صلی الله علیه وسلم الجراحات یوم احد فقال: اِحفِروا

وأوسِعوا ' وأحسنوا ' وادفِنُوا الاثنين والثلا ثة فى قبر واحد ، الخ۔

(ترمذی، باب ما جاء فی دفن الشهداء ، ابواب الجهاد ، رقم الحديث:۱۷۱۳)

''جاء ت الانصار الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم احد فقالوا : اصابنا قرح و جهد ، فكيف تأمرنا ؟ قال : اِحفِروا واَوسِعوا ، واجعلوا الرّجُلَين والثلا ثة فى القبر ، الخ۔(ابوداؤد، باب فی تعميق القبر ، كتاب الجنائز ، رقم الحديث:۳۲۱۵)

''و لا يدفن اثنان أو ثلثة فى قبر واحد الا عند الحاجة .....و يجعل بين كل ميتين حاجز من التراب ..... ولو بلى الميت وصار ترابا جاز دفن غيره فى قبره''۔

(فتاوی عالمگیری ص۱۶۶ج۱، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز ، الفصل السادس فى القبر و الدفن والنقل من مكان الى آخر ، كتاب الصلوة)

''و لا يدفن اثنان فى قبر الا لضرورة ، وهذا فى الابتداء ...... ولو بلى الميت وصار ترابا جاز دفن غيره فى قبره ، الخ۔

(شامی ص۱۳۸ج۳، باب صلوة الجنازة ، مطلب : فى دفن الميت ،كتاب الصلوة ، ط : مكتبة دار الباز ، مكة المكرمة۔فتح القدير ص۱۰۲ج۲، فصل : باب الجنائز ، قبيل باب الشهيد ، كتاب الصلوة۔بحر الرائق ص۳۳۹/۳۴۰ج۲، قبيل : باب صلوة الشهيد ، كتاب الجنائز)

(۱۲)......اگر حکومت تدفین پر پابندی لگائے تو کیا مردوں کو جلانا جائز ہے؟

سوال:......اگر حکومت تدفین پر پابندی لگائے تو کیا مردوں کو جلانا جائز ہے؟

جواب......اگر حکومت تدفین پر پابندی لگائے تو کیا مردوں کو جلانا جائز ہے؟ یہ مسئلہ قابل غور ہے، اسلام میں کسی مردے کو جلانا جائز نہیں، یہ انسانی تکریم کے خلاف ہے اور اس میں مردے کی توہین بھی ہے۔اس لئے حکومت سے مل کر اس پر حتی الامکان ہمیں اپنے مسلک کی ترجمانی کر کے دفن کرنے کی اجازت حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔

''فتاوی دارالعلوم دیوبند'' (ص ۲۷۵ ج ۵، کتاب الجنائز۔سوال نمبر:۳۰۶۴) میں ہے:

سوال:......جذامی کو نمک ڈال کر جلایا جائے یا نہیں؟

جواب:......یہ حکم شرعا نہیں ہے، بلکہ مثل دیگر اموات اہل اسلام کے اس کو بھی دفن کیا جائے۔حاشیہ میں ہے: کسی مسلمان لاش کا جلانا درست نہیں ہے۔

''عن عائشة رضی الله عنها : انّ رسول الله صلی الله علیه وسلم قال : کسرُ عظمِ المیّتِ ککسره حیّا''۔

(ابوداوٗد، باب فی الحَفَّار یجدُ العَظْم هل یَتَنَکَّبُ ذلکَ المکان؟ ، کتاب الجنائز ، رقم الحدیث: ۳۲۰۷۔ابن ماجہ، باب فی النهی عن کسر عظام المیت ، کتاب الجنائز ، رقم الحدیث:۱۶۱۶)

ترجمہ:......میت کی ہڈی توڑنا ایسا ہی ہے جیسے زندہ شخص کی ہڈی توڑنا۔

''موٗطا'' کی روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد بھی اسی طرح منقول ہے:

''کسرُ عظمِ المسلم میتًا ککسره وهو حی''۔

(موٗطاامام مالک، باب ما جاء فی الاختفاء وهو النبش ، کتاب الجنائز ، رقم الحدیث:۶۶۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ:

''عن ابن مسعود رضی اللہ عنه قال : أذی المؤمن فی موته کأذاه فی حیاته''۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۳۲ ج ۷، ما قالوا فی سبّ الموتی وما کُره من ذلک ، کتاب الجنائز ،

رقم الحدیث: ۱۲۱۱۵)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: مؤمن کو موت کے بعد ایذا دینا اس کی زندگی میں ایذا دینے کی طرح ہے۔

''اصنعوا بمیتک کما تصنع بعروسک''۔

''افعلوا بمیتکم کما تفعلون بعروسکم''۔

ترجمہ:......اپنے مردوں کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کرو جس طرح تم اپنے دلہن کے ساتھ کرتے ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۳۶ ج ۷، ما قالوا فیما یجزیء من غسل المیت کتاب الجنائز ، رقم الحدیث: ۱۱۰۳۵۔ تلخیص الحبیر ص ۲۱۸ ج ۲، کتاب الجنائز ، رقم الحدیث: ۷۴۱)

''والآدمی محترم بعد موته علی ما کان علیه فی حیاته ، فکما یحرم التداوی بشیء من الآدمی الحی اکراما له ، الخ''۔

(شرح سیر الکبیر ص ۹۰ ج ا (وفی نسخة ص ۱۲۸) باب دواء الجراحة)

اور آدمی موت کے بعد بھی اسی طرح محترم ہوتا ہے جس طرح زندگی میں محترم تھا، لہذا جس طرح زندہ آدمی کی کسی چیز سے اس کی تکریم کی وجہ سے علاج حرام ہے، الخ۔

اور حدیث شریف میں انسان کو جلانے کی ممانعت آئی ہے:

''وانّ النار لا یُعذِّب بها الا اللہ''۔

یعنی اللہ تعالی کے سوا کوئی آگ کا عذاب نہیں دے سکتا۔

(بخاری، باب لایعذِّب بعذاب الله ،کتاب الجهاد والسیر ، رقم الحدیث:۳۰۱۶)

ایک حدیث میں ہے کہ چیونٹیوں کے سوراخ کو جلا ہوا دیکھ کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جلانے کا عذاب سوائے اللہ تعالی کے کسی کے لئے مناسب نہیں۔

’’عن عبد الرحمن بن عبد الله عن ابيه قال : كنّا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في سفر ، فانطلق لحاجته ، فرأينا حُمَّرَةً معها فرخانِ ، فأخذنا فرخيُها ، فجاء ت الحُمَّرة ، فجعلَتُ تفرُش ، فجاء النبى صلى الله عليه وسلم فقال : من فَجّع هذه بولدها ؟ رُدّوا ولدها اليها ، ورأى قريةَ نملٍ قد حرَّقْناها فقال : من حرّق هذه ؟ قلنا : نحن ، قال : انه لا ينبغي ان يُعذِّب بالنّار الا ربُّ النّار‘‘۔

(ابوداؤد، باب في كراهيّة حرقِ العدوّ بالنّار ، كتاب الجهاد ، رقم الحديث:۲۶۷۵)

ترجمہ:......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ہم لوگ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے، ہم لوگوں نے ایک چڑیا دیکھی جس کے دو بچے تھے، ہم نے اس کے بچوں کو پکڑ لیا، وہ چڑیا زمین پر آ کر اپنے پروں کو بچھانے لگی، اسی وقت آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: اس چڑیا کو کس نے بے چین کیا کہ اس کا بچہ لے لیا؟ اس کو اس کا بچہ دے دو، اور آپ ﷺ نے چیونٹیوں کا ایک سوراخ دیکھا جس کو ہم لوگوں نے جلا دیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس سوراخ کو کس نے آگ لگائی؟ ہم نے عرض کیا: ہم نے، آپ ﷺ نے فرمایا: آگ سے عذاب دینا آگ پیدا کرنے والے کے سوا کسی کے لئے درست نہیں۔

(۱۳)......ڈاکٹر ماسک پہننے کی مشکلی کی وجہ سے ڈاڑھی مونڈ اسکتا یا نہیں؟

سوال:......ڈاکٹر ڈاڑھی کی وجہ سے ماسک پوری طرح نہیں پہن سکتے تو ڈاڑھی کٹانے اور مونڈنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

جواب......ڈاکٹر ڈاڑھی کی وجہ سے ماسک نہ پہن سکے تو بھی ڈاڑھی کٹانے اور مونڈنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ ڈاڑھی کا رکھنا ائمۂ اربعہ کے نزدیک واجب ہے۔ جن ڈاکٹروں کی ڈاڑھی پہلے سے ہی نہ ہوان سے یہ کام لینا چاہئے۔ حکومت اور ہسپتال کے ذمہ داروں سے درخواست کرنی چاہئے کہ اس قدر ترقی کے دور میں کیا اس طرح کا ماسک نہیں بنایا جاسکتا جو ڈاڑھی کے ہوتے ہوئے چہرہ پر صحیح طور سے فٹ ہوسکے۔

چاروں فقہاء کے مذاہب کی عبارتیں درج ہیں:

مذہب احناف...... وأما الاخذ منها وهی دون ذلک (القدر المسنون وهو القبضة) كما يفعله بعض المغاربة و مخنثة الرجال فلم يبحه احد۔

(فتح القدیر ص ۳۴۸ ج ۲، كتاب الصوم ، ط : دار الفكر)

مذہب مالکیہ...... فان قلت وما حكم القص عند عدم الطول أو الطول القليل ؟ قلت : صرح بعض الشراح بانه يحرم القص ان لم تكن طالت كالحلق۔

(حاشیۃ العدوی ص ۵۸۱ ج ۲، باب فی بيان الفطرة)

مذہب حنابلہ...... واعفاء اللحية بان يأخذ منها شيئا قال فی المذهب ما لم يستهجن طولها و يحرم حلقها ذكره الشيخ تقی الدين ، ولا يكره أخذ ما زاد علی القبضة۔

(کشاف القناع ص ۷۵ ج ۱، كتاب الصوم ، ط : دار الفكر)

مذہب شافعیہ......و سبق فی الحدیث : ان اعفاء اللحیة من الفطرة بالمد ' قال الخطابی وغیرہ : ھو توقیرھا و ترکھا بلا قص ، کرہ لنا قصھا کفعل الاعاجم قال : و کان من زی کسری قص اللحی و توقیر الشوارب۔

(المجموع شرح المہذب ص۲۹۰ ج۱، ط: دار الفکر)

نوٹ:......فقہاء اربعہ کی یہ عبارتیں ''فتاوی دارالعلوم زکریا'' سے ماخوذ ہیں۔

(فتاوی دارالعلوم زکریا ص۲۸۴ ج۷، فصل اول: ڈاڑھی، مونچھ کے احکام کا بیان)

نوٹ:......کوئی ڈاکٹر کسی مریض کی جان بچانے کے لئے اپنے طور پر خود ڈاڑھی کٹا دے تو اس کا معاملہ اللہ تعالی کے سپرد ہے۔

(۱۴)......الکحل والا سینی ٹائزر استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال:...... ہاتھ کی صفائی کے لئے ہینڈ سینی ٹائزر جس میں الکحل ہو اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

جواب...... ہاتھ کی صفائی کے لئے ہینڈ سینی ٹائزر جس میں الکحل ہو اس کا استعمال جائز ہے، اس لئے کہ اس وقت اکثر اشیاء میں الکحل انگور کا نہیں ہوتا بلکہ اور چیزوں کا ہوتا ہے، اور ضرورت کی وجہ سے اس کے استعمال کی گنجائش ہے۔اسلامک فقہی اکیڈمی نے اپنے فیصلہ میں لکھا ہے کہ:

(الف)......الکحل ایک کیمیائی مادہ ہے جو مختلف پھلوں اور اناج کے نشاستہ (carbohydrats) یا شکر سے بنایا جاتا ہے، اس کی بہت ساری قسمیں ہیں جن میں صرف ایک قسم نشہ آور ہے۔

(ب)......بعض دواؤں میں ایتھائیل الکحل (ethyialcohol) استعمال ہوتا ہے، یہ الکحل نشہ آور ہے، اور دواؤں میں شامل ہونے کے بعد بھی اس کی حقیقت نہیں بدلتی، لیکن علاج ومعالجہ کے باب میں شریعت نے جو سہولت روا رکھی ہے اس کے تحت مجبوراً الکحل آمیز ادویہ کا استعمال درست ہے۔

(ج)......عطریات میں جو الکحل استعمال ہوتا ہے، فنی ماہرین کی تحقیق واطلاع کے مطابق وہ نشہ آور نہیں ہے، اس لئے یہ ناپاک نہیں ہے۔

(نئے مسائل اور اسلامک فقہی اکیڈمی کے فیصلے ص ۲۱۵) فقط واللہ تعالی اعلم۔

کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

۲۳/رجب المرجب ۱۴۴۱ھ، مطابق ۱۹/مارچ ۲۰۲۰ء، بروز جمعرات

(۱۵)...... جماعت کی نماز میں مصلی کا فاصلہ سے کھڑا رہنا

سوال:...... جماعت کی نماز میں مصلی کا فاصلہ سے کھڑا رہنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ، حامدا و مصليا ...... جماعت کی نماز میں صف کی برابری اور ساتھ ساتھ مل کر کھڑے ہونے کی بڑی تاکید آئی ہے، اس لئے جس قدر ممکن ہو ساتھ ساتھ کھڑے ہو کر جماعت کی نماز ادا کی جائے، اگر قانون یا بیماری کے خطرہ کی وجہ سے نمازیوں کے درمیان فاصلہ رکھنا پڑے تو اس کی بھی گنجائش ہے، اس لئے کہ جماعت کی نماز میں کوئی مصلی کسی عذر سے علیحدہ بھی کھڑا رہا تو اس کی نماز درست ہے۔ بلا عذر بہر حال احتیاط کرنا چاہئے کہ علیحدہ نہ کھڑا ہو۔

بعض فتاوی میں ہے کہ: مسجد کبیر میں فصل کثیر مانع اقتدا ہے، اور بعض فتاوی میں یہ قید مذکور نہیں۔ علامہ طحطاوی رحمہ اللہ نے بڑی اچھی توجیہ فرمائی ہے کہ جب امام کی حالت مقتدیوں پر واضح ہو تو اتحادِ مکان کی وجہ سے اقتدا صحیح ہے۔

(۱)......و المسجد وان كبر لا يمنع الفاصل فيه ...ولو اقتدى بالامام فى اقصى المسجد والامام فى المحراب فانه يجوز۔

(فتاوی عالمگیری ص۸۸ ج۱، الباب الخامس فى الامامة ، كتاب الصلوة)

(۲)......شامی میں ہے: ’’و المسجد وان كبر لا يمنع الفاصل الا فى الجامع القديم بخوارزم ‘ فان ربعه كان على اربعة آلاف اسطوانة ، وجامع القدس الشريف : اعنى ما يشتمل على المساجد الثلا ثة : الاقصى والصخرة والبيضاء‘‘۔

(شامی ص۳۳۲ ج۲، باب الامامة ، مطلب : الكافى للحاكم جمع كلام محمد ، كتاب الصلوة)

(۳)......والفضاء الواسع فى المسجد لا يمنع وان وسع صفوفا لان له حكم بقعة

واحدة كذا في الاشباه من الفن الثاني ، فلو اقتدى بالامام في اقصى المسجد ، و الامام في المحراب جاز كما في الهندية ، قال البزازى : المسجد وان كبر لا يمنع الفاصل فيه الا في الجامع القديم بخوارزم فان ربعه كان على اربعة آلاف اسطوانة ، وجامع القدس الشريف اعنى ما يشتمل على المساجد الثلاثة : الاقصى والصخراء والبيضاء ، كما في الحلبي والشرح ، والظاهر ان ذلك لاشتباه حال الامام على الماموم لا لاختلاف المكان ۔ (طحطاوی علی المراقی ص ۲۳۹۸، باب الامامة ، كتاب الصلوة)

حدیث شریف میں بھی متعدی مرض سے دور رہنے کی ہدایت موجود ہے۔

(۱)...... كان في وفد ثقيف رجل مجذوم فأرسل اليه النبي صلى الله عليه وسلم انّا قد بايعناك فارجع ۔ (مسلم، باب اجتناب المجذوم ، كتاب السلام ، رقم الحديث:۲۲۳۱)

ترجمہ:...... قبیلہ ثقیف کا ایک مجذوم آدمی (بیعت کی غرض سے آپ ﷺ کی خدمت میں وفد کے ساتھ حاضر ہوا)، تو نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کے ساتھ ان کو پیغام بھیجا کہ ہم نے تمہیں (بغیر ہاتھ ملائے زبانی) بیعت کرلیا، لہذا تم لوٹ جاؤ۔

(۲)...... عن علي بن ابي طالب ، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : لا تُديموا النّظر الى المُجذَّمِين ، واذا كلَّمُتموهم فَلْيكُنْ بينكم و بينهم قِيْدُ رُمْحٍ ۔

(مسند احمد ص ۲۱ ج ۲، مسند علي بن ابي طالب رضي الله عنه ، رقم الحديث:۵۸۱۔ مجمع الزوائد ص ۱۱۹ ج ۵، باب في المُجذّمين ، كتاب الطب ، رقم الحديث: ۸۳۸۵)

ترجمہ:...... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جذام کے مریض کو مسلسل نہ دیکھا کرو، اور جب ان سے گفتگو کرو تو ان کے اور تمہارے درمیان ایک نیزہ کا فاصلہ ہونا چاہئے۔

حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ: مجذوم سے گفتگو کرو تو اس

کے اور تیرے درمیان دو نیزے کا فاصلہ ہونا چاہئے۔

(۳)......و روی ابو نعیم من حدیث ابن ابی اوفی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال : کلم المجذوم و بینک و بینہ قِیْدُ رُمحین۔

(فتح الباری ص۱۵۹ج۱۰، ط:السلفیۃ (ص۴۶۹ ج۱۷، ط: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، پاکستان)، باب الجذام کتاب الطب ، تحت رقم الحدیث:۵۷۰۷)

تشریح:......ایک رمح تقریبا آٹھ (۸) فٹ کا ہوتا ہے، اس لئے کہ رمح کی مقدار :۱۲/ بالشت ہے، اور:۱۲/ بالشت کے آٹھ (۸) فٹ ہوتے ہیں۔شامی میں ہے:'' قولہ (قدر رمح) ھو اثنا عشر شبرا''۔

(شامی ص۵۳ ج۳، باب العیدین ،کتاب الصلوۃ ، قبیل مطلب : تجب طاعۃ الامام فیما لیس بمعصیۃ ، ط : مکتبۃ الباز ، مکۃ المکرمۃ)

واللہ تعالی اعلم

کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

۲۷/رجب المرجب ۱۴۴۱ھ مطابق:۲۲/ مارچ ۲۰۲۰ء

بروز اتوار

(۱۶)......حدیث نبوی ﷺ سے ماسک پہننے کا ثبوت

(ا)......ان النبی صلی الله علیه وسلم مرَّ علی مجذومٍ فخَمَّر أنفَه فقیل له : یا رسول الله ! ألیس قلت : لا عَدْوٰی ولا طِیَرَة ؟ قال : بلی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۴۵۶ ج۱۳، من رخّص فی الطیرۃ ، کتاب الادب ، رقم الحدیث : ۲۶۹۳۷)

ترجمہ:...... نبی کریم ﷺ ایک مجذوم پر گذرے تو آپ ﷺ نے اپنی ناک مبارک کو ڈھانک لیا، آپ ﷺ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ: عدوی اور طیرہ کی کوئی حقیقت نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں۔

تشریح:......سوال کا منشا یہ تھا کہ جب آپ نے عدوی اور طیرہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ: اس کی کوئی حقیقت نہیں تو پھر آپ نے ناک مبارک کو کیوں کو ڈھانک لیا؟ آپ ﷺ فرمایا: وہ ارشاد اپنی جگہ، مگر احتیاط بھی کرنا چاہئے۔دوسرا اس طرز عمل سے امت کو بھی احتیاط کی تعلیم دی گئی ہے۔

''عدوی'' ایک کی بیماری دوسرے کو لگنا۔ پہلے زمانہ میں لوگ یہ گمان کرتے تھے کہ مرض خود بخود متعدی ہو جاتا ہے، آپ ﷺ نے یہ تعلیم دی کہ ایسا نہیں ہے کہ ایک کی بیماری دوسرے کو خود بخود لگ جائے ، بلکہ اللہ تعالی کی مشیت پر موقوف ہے، اگر اللہ تعالی چاہیں گے کو دوسرے کو لگے گی، اور نہ چاہیں گے نہیں لگی گی۔

''طیرۃ'' یعنی بدفالی لینا۔ جاہلیت میں لوگ پرندے کو اڑاتے تھے، اگر وہ بائیں طرف کو اڑتا تو اس کو برا سمجھتے اور کام سے رک جاتے، آپ ﷺ نے اس کی نفی فرمائی کہ پرندے کے کسی طرف اڑنے میں نفع اور نقصان کی تاثیر سمجھنا درست نہیں ہے۔

(۱۷)......کرونا کی وجہ سے عید کی نماز گھر یا کسی اور جگہ پڑھنے کا حکم

مسئلہ:......حکومت کے قانون کی وجہ سے مسجد یا میدان میں عید کی نماز ادا کرنے کی اجازت نہ ہوتو گھر میں بھی عید کی نماز پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ امام کے علاوہ تین مقتدی ہوں۔

مسئلہ:......عید کی نماز کے لئے وہی شرطیں ہیں جو جمعہ کے لئے ہیں، البتہ جمعہ میں خطبہ ضروری ہے، اور عیدین کی نماز میں خطبہ شرط نہیں یعنی فرض نہیں، بلکہ سنت ہے۔

نماز عیدین کی صحت کے لئے ضروری ہے کہ امام کے علاوہ تین مقتدی ہوں۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک تو امام کے علاوہ دو آدمی بھی کافی ہیں۔ اس طریقہ سے چھوٹی چھوٹی جماعتیں بنا کر عید کی نماز مختلف مقامات یا مکانوں میں ادا کی جاسکتی ہے۔

مسائل مذکورہ پر کتب فقہ کے حوالے

(۱)......و شرائط الصحة (سوى الخطبة) لانها لما أخرت عن الصلوة لم تكن شرطا لها بل سنة۔

(مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی ص ۵۲۸، باب احكام العيدين ، دار الكتب العلمية ، بيروت)

(۲)...... (و) السادس :(الجماعة) واقلها ثلا ثة رجال (ولو غير الثلا ثة الذين حضروا) الخطبة (سوى الامام) بالنص لأنه لا بد من الذاكر وهو الخطيب ، و ثلا ثة سواه بنص –فاسعوا الى ذكر الله–۔

(الدر المختار ص ۲۴ ج ۳، باب الجمعة ، كتاب الصلوة ، ط: مكتبة دار الباز ، مكة المكرمة)

(۳)......والجماعة أى و شرط ادائها ايضا الجماعة للاجماع على عدم صحتها من المنفرد لأخذها من الاجتماع وهم ثلا ثة سوى الامام۔

(نہر الفائق ص ۳۶۰ ج ۱، باب الجمعة ، كتاب الصلوة)

(۴)......و اما الکلام فی مقدار الجماعة فقد قال ابو حنیفة و محمد : ادناه ثلا ثة سوی الامام ، وقال ابو یوسف : اثنان سوی الامام۔

(بدائع الصنائع ص۲۶۰ ج۱، فصل فی صلوة الجمعة ، شرائط الجمعة ، کتاب الصلوة)

(۵)......وتؤدی فی مصر فی مواضع (کنز) وفی البحر : أی یصح اداء الجمعة فی مصر واحد بمواضع کثیرة وهو قول ابی حنیفة و محمد وهو الاصح۔

(بحرالرائق ص۲۵۰ ج۲ (زکریا۔ص۱۴۲ج۲،کوئٹہ)، باب صلوة الجمعة ، کتاب الصلوة)

(۶)......(وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرة) مطلقا علی المذهب وعلیه الفتوی۔(شامی ص۱۵ ج۳، باب الجمعة ، ط: مکتبة دار الباز ، مکة المکرمة)

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ: اگر جمعہ وعیدین فوت ہوجاوے تو لوگ دوسرا امام بنا کر' دوسری جگہ ادا کرلیویں تو درست ہے۔(فتاوی باقیات رشیدیہ ص۲۲۰،سوال نمبر:۳۶۶)

نوٹ:......مزید دیکھئے!''امداد الفتاوی'' (جدید) ص۵۲/۵۵ ج۲۔اور''فتاوی قاسمیہ'' ص۴۸۶/۴۸۷ ج۹،سوال نمبر:۳۷۲۰/۳۷۲۱۔

گھر میں نماز عید پڑھنے کے بارے میں چند آثار

(۱)...... عن محمد بن سیرین قال : کانوا یستحبون اذا فات الرجل الصلوة فی العیدین ان یمضی الی الجبّان فیصنع کما یصنع الامام۔

ترجمہ:......حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:(حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور حضرات تابعین رحمہم اللہ) مستحب سمجھتے تھے کہ جب کسی آدمی کی عیدین کی نماز فوت ہوجائے تو جنگل کی طرف چلا جائے اور امام کی طرح کرے (یعنی جس طرح امام نے عید

کی نماز پڑھی اسی طرح یہ بھی عید کی نماز ادا کرے)۔

(سنن کبری بیہقی ص۵۹۳ ج۶، باب صلوۃ العیدین سنة اهل الاسلام حیث کانوا ، کتاب صلوۃ العیدین ، رقم الحدیث:۶۳۰۷)

(۲)...... کان انس اذا فاتته صلوۃ العید مع الامام جمع اهله ' فصلی بهم مثل صلوۃ الامام فی العید۔

ترجمہ:...... حضرت انس رضی اللہ عنہ کی جب عید کی نماز امام کے ساتھ فوت ہو جاتی تو اپنے گھر والوں کو جمع کرتے اور ان کے ساتھ امام کے عید کی نماز کی طرح (یعنی عید کی دو رکعات نماز) پڑھتے۔

(۳)...... عن یونس قال : حدثنی بعض آل انس : ان انسا کان ربما جمع اهله و حشمه یوم العید ' فصلی بهم عبد الله بن ابی عتبة رکعتین۔

ترجمہ:...... حضرت یونس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: مجھ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بعض خاندان والوں نے بیان کیا کہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ عید کے دن اپنے اہل (یعنی گھر والوں) اور خادم کو جمع کرتے اور عبداللہ بن ابی عتبہ رحمہ اللہ انہیں عید کی نماز پڑھاتے۔

(۴)...... عن الحکم قال : کان ابو عیاض مستخفیا قال : فجائه مجاهد یوم عید فصلی به رکعتین و دعا۔

ترجمہ:...... حضرت حکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت ابو عیاض رحمہ اللہ چھپے ہوئے تھے، (جب عید کا دن آیا تو) حضرت مجاہد رحمہ اللہ ان کے پاس آئے اور انہیں دو رکعات نماز پڑھائی پھر دعا کی۔

(۵)...... عن الحسن قال : یصلی مثل صلوۃ الامام۔

ترجمہ:...... حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: (کسی کی عید کی نماز فوت ہوجائے تو) وہ امام جیسی نماز پڑھے گا، (یعنی عید کی نماز پڑھے)۔

(۶)...... عن ابراهيم قال : اذا فاتتک الصلوة مع الامام فصل مثل صلوته ، وقال ابراهيم : واذا استقبل الناس راجعين فليدخل ادنى مسجد ‘ ثم ليُصلِّ صلوة الامام ، ومن لا يخرج الى العيد فليصل مثل صلوة الامام۔

ترجمہ:...... حضرت ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جس کی عید کی نماز فوت ہوجائے تو وہ امام جیسی نماز پڑھے گا، (یعنی عید کی نماز پڑھے) اور حضرت ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جب لوگ نماز پڑھ کر واپس آرہے ہوں تو تم مسجد میں آکر امام کی نماز کی طرح نماز ادا کرو، اور جو شخص عید کی نماز کے لئے نہ جاسکے وہ بھی امام کی نماز جیسی نماز ادا کرے۔

تشریح:...... یعنی اگر کوئی شخص عید کی نماز کے لئے مسجد یا عیدگاہ نہ جاسکے تو وہ بھی گھر میں یا کسی اور جگہ امام کے علاوہ تین آدمیوں کے ساتھ عید کی نماز جماعت سے پڑھے۔

(۷)...... عن حماد : فيمن لم يدرک الصلوة يوم العيد ، قال : يصلى مثل صلوته و يكبر مثل تكبيره۔

ترجمہ:...... حضرت حماد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جو شخص عید کے دن امام کے ساتھ نماز نہ پڑھ سکے وہ امام کی طرح نماز پڑھے، اور اس کی تکبیرات کہے۔

(۸)...... عن محمد : فى الذى يفوته العيد ، قال : كان يستحب ان يصلى مثل صلوة الامام ، وان علم ما قرأ به الامام قرأ به۔

ترجمہ:...... حضرت محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جس شخص کی عید کی نماز فوت ہوجائے اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ امام کی نماز جیسی نماز پڑھے، اور اگر اسے امام کی قرائت کا علم

ہوجائے تو وہی قرائت (بھی) کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۳۶/۲۳۷ ج۴، الرجل تفوته الصلوة فی العیدین کم یصلی ؟ کتاب الصلوة ، رقم الحدیث:۵۸۵۳/۵۸۵۴/۵۸۵۷/۵۸۵۸/۵۸۵۹/۵۸۶۱)

(۹)...... عن قتادة قال : من فاتته الصلوة یوم الفطر صلی کما یصلی الامام ، الخ۔

ترجمہ:...... حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جس کی عید الفطر کی نماز فوت ہوجائے تو وہ امام جیسی نماز پڑھے گا، (یعنی عید کی نماز پڑھے)۔

(مصنف عبدالرزاق ص۳۰۰ ج۲، باب من صلاها غیر متوضی ء ومن فاتته العیدان ، کتاب صلوة العیدین ، رقم الحدیث:۵۷۱۶)

کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

۱۰ر رمضان ۱۴۴۱ھ مطابق: ۴ر مئی ۲۰۲۰ء

پیر

(۱۸)......کوئی عید کی نماز بالکل نہ پڑھ سکے تو گھر جا کر دو یا چار رکعات پڑھے

مسئلہ:......کوئی عید کی نماز بالکل نہ پڑھ سکے، مثلاً امام کے علاوہ تین مقتدی نہ ہوں، یا کوئی عالم اور حافظ نماز پڑھانے والا نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ گھر میں دو یا چار رکعات نوافل کی پڑھ لے۔

''فتاوی تاتارخانیہ'' میں ہے: جو آدمی عید کے لئے میدان کی طرف نکلا اور اسے امام کے ساتھ نماز نہ ملی تو گھر لوٹ آئے، اور اگر چاہے تو وہیں نماز پڑھے، اور بہتر ہے کہ چار رکعات پڑھے، یہ اس کی چاشت کی نماز ہو جائے گی، اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جس کی عید کی نماز فوت ہو جائے تو چار رکعت (نفل ایک سلام سے) پڑھے، اور اس نماز کی پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ دوسری میں سورۂ شمس تیسری میں سورۂ لیل اور چوتھی میں سورۂ ضحیٰ پڑھے۔

''ومن خرج الی الجبانة ولم یدرک الامام فی شیء من الصلوة انصرف الی بیته ' وان شاء صلی ولم ینصرف ' والافضل ان یصلی اربعا فیکون له صلوة الضحی لما روی عن ابن مسعود انه قال : من فاتته صلوة العید صلی اربع رکعات یقرأ فی الاولی '' سبح اسم ربک الاعلی '' وفی الثانیة '' والشمس وضحها '' وفی الثالثة ''واللیل اذا یغشی '' وفی الرابعة '' والضحی '' الخ ''۔

(الفتاوی التاتارخانیۃ ص۶۲۷ ج۲، صلوة العیدین : المتفرقات ، کتاب الصلوة ، رقم المسئلة : ۳۴۵۸)

(۱)......قال عبد الله بن مسعود : من فاتته العید فلیصل اربعا۔

ترجمہ:……حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جس کی عید کی نماز فوت ہوجائے تو چار رکعت (نفل) پڑھے۔

(طبرانی کبیر ص ۳۵۵ ج ۹، من اسمه عبد الله، رقم الحديث: ۹۵۳۳۔

مجمع الزوائد ص ۳۶۸ ج ۲، باب فيمن فاتته صلوة العيد، كتاب الصلوة، رقم الحديث: ۳۲۵۳)

(۲)……عن الشعبى قال: يصلى اربعا۔

ترجمہ:……حضرت شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: (جس کی عید کی نماز فوت ہوجائے تو) چار رکعت (نفل) پڑھے۔

(۳)……عن الضحاک قال: من كان له عذر يعذر به فى يوم فطر أو جمعة أو اضحى فصلاته اربع ركعات۔

ترجمہ:……حضرت ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جو شخص کسی عذر کی وجہ سے عید الفطر یا جمعہ یا عید الاضحیٰ کی نماز نہ پڑھ سکے تو وہ چار رکعات (نفل) پڑھے۔

(۴)……عن عطاء قال: يصلى ركعتين۔

ترجمہ:……حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: (جس کی عید کی نماز فوت ہوجائے تو وہ) دو رکعت (نفل) پڑھے۔

(۵)……عن ابن الحنفية قال: يصلى ركعتين۔

ترجمہ:……حضرت ابن الحنفیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: (جس کی عید کی نماز فوت ہوجائے تو) دو رکعت (نفل) پڑھے۔

(۶)……حدثنا شريک، قال: سألت ابا اسحاق عن الرجل يجىء يوم العيد وقد فرغ الامام؟ قال: يصلى ركعتين۔

ترجمہ:...... حضرت شریک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: میں نے حضرت ابواسحاق رحمہ اللہ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جو عید کے دن امام کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد آئے تو فرمایا کہ: وہ دو رکعت (نفل) پڑھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۳۵/۲۳۶/۲۳۷ ج ۴، الرجل تفوته الصلوة فی العیدین کم یصلی ؟

کتاب الصلوة ، رقم الحدیث: ۵۸۵۱/۵۸۵۲/۵۸۵۵/۵۸۵۶/۵۸۶۰)

نوٹ:...... جس نے عید کی نماز پڑھی ہو اس کے لئے بھی عید کی نماز کے بعد نفل پڑھنا مستحب ہے۔

مسئلہ:...... عیدین کی نماز سے واپس آنے کے بعد گھر پر چار رکعت نماز نفل پڑھنا مستحب ہے۔ بعض روایات میں دو رکعت مسنون ہے، لیکن چار پڑھنا افضل ہے۔

(عمدۃ الفقہ ص ۴۶۰ ج ۲، عید کے دن کے سنن و مستحبات)

آپ ﷺ عید کی نماز سے پہلے نفل نہیں پڑھتے تھے، عید سے فارغ ہو کر گھر تشریف لے جا کر دو رکت پڑھتے تھے۔

(ابن ماجہ، باب ما جاء فی الصلوة قبل العید و بعدها ، رقم الحدیث: ۱۲۹۳)

حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت بریدہ، حضرت سعید بن جبیر، حضرت ابراہیم، حضرت علقمہ، حضرت مجاہد، حضرت عبد الرحمٰن بن ابی لیلی ، اور حضرت عبد اللہ بن مسعود کے اصحاب (رضی اللہ عنہم ورحمہم اللہ) عید کی نماز کے بعد چار رکعات پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۲۶/۲۲۷/۲۲۸ ج ۴، فیمن کان یصلی بعد العید اربعا ، کتاب الصلوة ،

رقم الحدیث: ۵۷۹۹/۵۸۰۰/۵۸۰۱/۵۸۰۲/۵۸۰۳/۵۸۰۷)

کتبہ: مرغوب احمد لاجپوری

۱۱ / رمضان ۱۴۴۱ھ مطابق: ۵ / مئی ۲۰۲۰ء، منگل